جدید فقہی تحقیقات

# مسافت سفر کا آغاز
# ایک اہم شرعی مسئلہ

[ستر ہویں فقہی سمینار منعقدہ دار العلوم شیخ علی متقی، برہان پور (ایم پی) مؤرخہ ۵ تا ۷/ اپریل ۲۰۰۸ء کے ایک موضوع ''مسافت سفر کا آغاز - ایک اہم شرعی مسئلہ'' کے سلسلے میں علماء ہند کا فیصلہ، نیز اس میں پیش کیے گئے تحقیقی مقالات ومناقشات کا مجموعہ ]

**اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا)**

جملہ حقوق بحق اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا) محفوظ

نام کتاب : مسافت سفر کا آغاز-ایک اہم شرعی مسئلہ

صفحات : ۳۸۳

قیمت :

سن طباعت : فروری ۲۰۰۹ء

ناشر

**کتب خانہ نعیمیہ**

دیوبند، ضلع سہارنپور (یوپی)

# مجلس ادارت


۱- مولانا مفتی محمد ظفیر الدین مفتاحی

۲- مولانا محمد برہان الدین سنبھلی

۳- مولانا بدر الحسن قاسمی

۴- مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

۵- مولانا عتیق احمد بستوی

۶- مولانا محمد عبید اللہ اسعدی

بسم الله الرحمن الرحيم

# فہرست مضامین


| | | |
|---|---|---|
| ابتدائیہ: | مولانا خالد سیف اللہ رحمانی | ۹ |
| خطبہ استقبالیہ | مولانا مفتی رحمت اللہ قاسمی | ۱۱ |
| پیغام | مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی | ۱۷ |
| **پہلا باب: تمہیدی امور** | | |
| اکیڈمی کا فیصلہ | | ۲۳ |
| سوالنامہ | | ۲۵ |
| تلخیص مقالات | ہارون رشید ندوی | ۲۶ |
| عرض مسئلہ | مفتی حبیب اللہ قاسمی | ۳۷ |
| **دوسرا باب تفصیلی مقالات** | | |
| سفر کے احکام کی علمی وفقہی تحقیق | مولانا محفوظ الرحمن شاہین جمالی | ۴۷ |
| مسافت سفر کی ابتداء پر ایک تحقیقی نظر | مفتی محمد نعیم اختر ندوی | ۹۳ |
| مبدأ مسافت سفر کی تحقیق | مولانا عبد الرشید قاسمی | ۷۷ |
| ابتدائے سفر اور قصر کے احکام | مولانا رحمت اللہ ندوی | ۹۸ |
| سفر شرعی میں مبدأ مسافت کی بحث و تحقیق | مفتی اقبال احمد قاسمی | ۱۱۵ |
| مسافت سفر کا آغاز اور اس کے احکام | مولانا راشد حسین ندوی | ۱۲۷ |
| مسافت سفر کا مبدأ | مفتی محمد شعیب اللہ خاں مفتاحی | ۱۳۶ |
| مسافت سفر سے مربوط مسائل کی تحقیق | مولانا محمد حذیفہ | ۱۴۶ |
| سفر کے احکام ومسائل | مولانا نور الحق رحمانی | ۱۵۹ |
| سفر شرعی کی تحدید | مفتی محمد نعمت اللہ قاسمی کھگڑیا | ۱۶۸ |

| | | |
|---|---|---|
| سفر شرعی کی حدود | مفتی محمد ممتاز خاں ندوی | ۱۷۲ |
| مبدأ مسافت سفر اور اس کے احکام | مفتی تنظیم عالم قاسمی | ۱۸۰ |
| احکام سفر کا آغاز | مفتی عارف باللہ قاسمی | ۱۸۷ |
| سفر اور قصر کے احکام | ڈاکٹر اسرار الحق سبیلی | ۱۹۳ |
| مسافت سفر کی حدود شریعت کی نظر میں | مولانا خورشید احمد اعظمی | ۲۰۰ |
| مسافت سفر اور اس کا ابتدائی نقطہ | مولانا ارشاد احمد اعظمی ندوی | ۲۰۵ |
| مسافت سفر کی تحقیق شرعی | مولانا محمد مصطفی عبد القدوس ندوی | ۲۱۰ |
| مسافت سفر کا آغاز محلہ سے یا حدود شہر سے | مفتی جمیل احمد نذیری | ۲۱۵ |
| بڑے شہروں میں مسافت سفر کی ابتداء | مولانا ابرار خاں ندوی | ۲۲۰ |
| مسافت سفر اور شرعی نقطہ نظر | مفتی شاہد علی قاسمی | ۲۲۶ |
| سفر کی مسافت کے شرعی احکام | مولانا محمد فاروق دربھنگوی | ۲۲۹ |
| موجودہ دور میں سفر شرعی | مولانا شوکت ثنا قاسمی | ۲۳۵ |
| مسافت سفر | مولانا عبد الحی مفتاحی | ۲۴۰ |
| سفر کی ابتداء آبادی سے نکلنے کے بعد | مولانا شاہد قاسمی | ۲۴۵ |


## تیسرا باب: مختصر تحریریں


| | | |
|---|---|---|
| سفر شرعی | مفتی شبیر علی گجراتی | ۲۵۳ |
| جواز قصر کے لئے خروج بلد ضروری | مفتی حبیب اللہ قاسمی | ۲۵۴ |
| سفر شرعی اور اسلامی نقطہ نظر | مفتی محمد سلمان منصورپوری | ۲۵۶ |
| مسافت سفر اور اس کے شرعی احکام | مولانا عبد اللہ خالد | ۲۵۸ |
| مسافت سفر کے آغاز کا مسئلہ | مولانا سلطان احمد اصلاحی | ۲۶۲ |
| آغاز سفر کے احکام و مسائل | مفتی انور علی اعظمی | ۲۶۵ |
| مسافت سفر کی ابتداء | مفتی عزیز الرحمن فتحپوری | ۲۶۷ |
| مسافت سفر سے متعلق فقہی نقطہ نظر | مفتی عبد الرحیم قاسمی | ۲۷۰ |

| | | |
|---|---|---|
| مسافت سفر کی مقدار شرعی | مولانا صدر الحسن | ۲۷۳ |
| مسافت سفر کی شرعی تحدید | مولانا ابوسفیان مفتاحی | ۲۷۵ |
| شہری حدود سے خروج اور مسافرت کا آغاز | مولانا محمد جعفر ملی رحمانی | ۲۷۷ |
| مسافت سفر کا شمار حدود شہر سے یا باہر سے | مولانا ابوالبقا ندوی | ۲۸۰ |
| حدود شہر میں مسافت سفر پوری ہو جانے کا حکم | مولانا نعیم اختر قاسمی | ۲۸۲ |
| سفر کا مبدأ و منتہا | مفتی محمد فیاض قاسمی | ۲۸۶ |
| مسافت سفر کا شمار کہاں سے ہو | مولانا اشتیاق احمد اعظمی قاسمی | ۲۸۹ |
| مسافت سفر کا شمار شہر یا محلہ کی حدود سے | مولانا عبدالستار | ۲۹۲ |
| مسافت سفر کے احکام | مولانا محمد عثمان | ۲۹۵ |
| مسافت سفر کا شمار اپنے شہر کی حدود سے تجاوز...... | مولانا مصطفی قاسمی آواپوری | ۲۹۸ |
| احکام سفر-شرعی مسائل | مولانا ریاض احمد قاسمی | ۳۰۱ |
| مسافت سفر سے متعلق مسائل | مولانا غیاث الاسلام ندوی | ۳۰۵ |
| مسافت سفر کی ابتداء کہاں سے ہوگی | مولانا عبدالقیوم پالنپوری | ۳۰۹ |
| مسافت سفر کی شرعی حیثیت | مفتی جمال الدین قاسمی | ۳۱۱ |
| مسافت سفر کی فقہی تحقیق | مولانا محمد اقبال ٹنکاروی | ۳۱۳ |
| مسافت سفر کی حدود شرعی | مفتی ظہیر احمد | ۳۱۷ |
| مسافت سفر اور شرعی نقطہ نظر | مولانا عامر ظفر ایوبی مفتاحی | ۳۱۹ |
| مسافت سفر | مولانا عطاء اللہ قاسمی | ۳۲۲ |
| مسافت سفر کا آغاز کہاں سے؟ | مولانا ابوبکر قاسمی | ۳۲۴ |
| احکام سفر | مولانا محمد ارشد فاروقی | ۳۲۶ |
| سفر کا آغاز اور اس کا حکم | مولانا ابوعاصم اعظمی | ۳۲۸ |
| مسافت سفر کا شمار محلہ سے یا شہر کی حدود سے | مولانا افتخار احمد مفتاحی | ۳۳۲ |
| مسافت سفر کی ابتداء وانتہاء | مفتی محمد اکبر مظفر پوری | ۳۳۴ |

| | | |
|---|---|---|
| مسافت سفر کی ابتداء | مولانا عبدالتواب اناوی | ۳۳۶ |
| فنائے شہر سے خروج اور جواز قصر | مولانا ذکاء اللہ شبلی | ۳۳۸ |
| مسافت سفر کا آغاز | مفتی محمد مقصود رامپوری | ۳۳۹ |
| مسافت سفر کا شمار کہاں سے ہوگا | مولانا محمد اعظمی | ۳۴۱ |
| احکام سفر کی ابتداء وانتہاء | مولانا احتشام الحق قاسمی | ۳۴۳ |
| مسافرت اور مقدار مسافت | مولانا محفوظ الرحمن مفتاحی | ۳۴۵ |
| مسافت سفر شرعی حدود | مولانا منظور احمد قاسمی | ۳۴۷ |
| مسافت سفر کا شمار کہاں سے ہوگا | مولانا محمد قمر عالم قاسمی | ۳۴۹ |
| سفر شرعی کی تعیین | مولانا مظاہر حسین عماد قاسمی | ۳۵۱ |
| ابتداء سفر شہر کی انتہائی حدود سے | مفتی سید باقر ارشد قاسمی | ۳۵۳ |


## چوتھا باب: اختتامی امور


**مناقشہ:** ۳۵۷


☆☆☆

# ابتدائیہ

انسان ایسا ضرورت مند پیدا کیا گیا ہے کہ اس کی ساری ضرورتیں ایک جگہ سے یا اپنے وطن سے پوری نہیں ہوسکتیں، بہت سی ضرورتوں کے لئے اسے اپنے وطن سے باہر نکلنا پڑتا ہے اور وہ سفر کرنے پر مجبور ہوتا ہے، اس ضرورت ومجبوری سے بیماروں کی طرح صحت منداور رعایا کی طرح بادشاہان مملکت تک کوئی مستثنیٰ نہیں ہے، اسی لئے شریعت اسلامی میں جیسے وطن میں قیام (حضر) کے احکام بیان کئے گئے ہیں، سفر سے متعلق خصوصی مسائل کو بھی واضح کیا گیا ہے، نیز سفر میں چونکہ انسان بعض پہلوؤں سے مشکلات سے دوچار ہوتا اور قرار واطمینان سے محروم رہتا ہے، اس لئے احکام سفر میں خصوصی رعایت ملحوظ رکھی گئی ہے، نماز، روزہ، زکوۃ اور بعض دوسرے مسائل میں مسافر کے لئے خصوصی رعایتیں ہیں۔

یوں تو انسان کو شب وروز ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا پڑتا ہے، لیکن ہر آنے جانے کو وہ سفر تصور نہیں کرتا، اس لئے فقہاء نے فاصلہ کی تحدید کی ہے کہ کتنے فاصلہ پر کوئی شخص مسافر شمار کیا جائے گا؟ اس سلسلہ میں ان کی آراء میں اختلاف بھی پایا جاتا ہے، تاہم اس دور میں ایک نیا مسئلہ یہ پیدا ہوگیا ہے کہ اس مسافت کا نقطہ آغاز کس مقام کو بنایا جائے؟ یعنی پہلے زمانہ میں آبادیاں چھوٹی ہوتی تھیں، لہذا جب آدمی اپنی آبادی سے نکلتا تھا تو وہاں سے وہ مسافر سمجھا جاتا تھا، لیکن آج کل شہر اتنے پھیل گئے ہیں اور آبادیوں کا پھیلاؤ کچھ اس طرح ہوگیا ہے کہ بعض شہر ایک طرف سے دوسری طرف مسافت سفر یعنی ۴۸ میل سے بھی بڑھ گیا ہے، ایسی صورت میں مسافت سفر کی ابتداء کہاں سے شمار ہوگی؟ سفر کرنے والے کے گھر سے، اس کے محلّہ کی انتہاء

ہے، یا اس پھیلے ہوئے شہر کی آخری سرحد سے؟

یہ نہایت اہم سوال ہے اور بڑے شہروں جیسے دہلی، ممبئی، کولکاتا، چنئی، حیدرآباد اور بنگلور وغیرہ میں اکثر یہ پہلو لوگوں کے لئے تشویش کا باعث ہوتا ہے، نیز دیہی آبادیوں کے شہر کی طرف منتقل ہونے اور شہر کے تیز رفتاری کے ساتھ پھیلنے کی وجہ سے مستقبل قریب میں بہت سے اور مقامات پر بھی یہ مسئلہ قابل توجہ ہوجائے گا۔

اسی پس منظر میں اکیڈمی کے سترہویں فقہی سمینار منعقدہ دارالعلوم شیخ علی متقی برہان پور (ایم پی) بتاریخ ۵-۷/اپریل ۲۰۰۸ء مطابق ۲۸-۳۰/ربیع الاول ۱۴۲۹ھ کے موضوعات میں یہ مسئلہ بھی رکھا گیا تھا، بحمد للہ پچاس سے زائد مقالات اس موضوع پر اکیڈمی کو موصول ہوئے جو بڑی محنت سے لکھے گئے ہیں، پھر شرکاء کے درمیان موضوع پر خاصا مناقشہ بھی ہوا، اب یہ مقالات، مناقشات، موضوع سے متعلق عرض مسئلہ، جوابات و آراء کی تلخیص اور سمینار میں طے پانے والی تجاویز کا یہ مجموعہ اہل علم کی بارگاہ میں پیش ہے۔

اس مجموعہ کو محبّ عزیزی مولانا ہارون رشید ندوی رفیق شعبۂ علمی نے توجہ کے ساتھ مرتب کیا ہے، اکیڈمی کے سکریٹری حضرت مولانا عتیق احمد بستوی، حضرت مولانا محمد عبید اللہ اسعدی اور حضرت مولانا محمد امین عثمانی ندوی صاحب کی نگرانی اور خصوصی توجہ سے یہ اشاعت کی منزل تک پہنچا ہے، **فجزاهم الله خير الجزاء**۔

دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے، نیز علماء وارباب افتاء کو خصوصاً اور عام مسلمانوں کو عموماً اس سے نفع پہنچے، **ربنا تقبل منا إنك أنت السميع العليم**۔

خالد سیف اللہ رحمانی
(خادم اسلامک فقہ اکیڈمی، انڈیا)

۱۱/محرم ۱۴۳۰ھ
۹/جنوری ۲۰۰۹ء

## خطبہ استقبالیہ:

# بموقع سترہواں فقہی سمینار برہانپور

**نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم أما بعد!**

صدر عالی قدر، جنرل سکریٹری، معزز ارکان فقہ اکیڈمی انڈیا، ملک کے طول وعرض سے آئے ہوئے علماء کرام، مفتیان عظام اور مندوبین کرام! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

بڑی مسرت وشادمانی اورفرحت وانبساط کی بات ہے کہ آج ہم اہالیان برہانپور اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کے اولوالعزم کارواں کے سترہویں عظیم الشان فقہی سمینار میں میز بانی کا شرف حاصل کررہے ہیں، اس کاروان علم ودانش اور مجمع فقہ وافتاء کی سرپرستی وقیادت نہ صرف ملک بلکہ عالم اسلام کی ممتاز شخصیات بالخصوص ندوۃ العلماء کے سربراہ اورآل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے صدر حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب، بورڈ کے نائب صدر حضرت مولانا محمد سالم قاسمی صاحب اورامیر شریعت وجنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ حضرت مولانا سید نظام الدین صاحب اورممتاز فقیہ حضرت مولانا مفتی محمد ظفیر الدین صاحب کوحاصل ہے، جن کی سرپرستی میں یہ کارواں شاہراہ عمل واقدام میں رواں دواں ہے۔

آج کی گھڑی نہایت مسرت کی گھڑی ہے کہ برہانپور(ایم پی) کے یہ بوریانشیں خدام کی دعوت کوشرف قبولیت عطافرماتے ہوئے آپ تمام ہی حضرات یہاں تشریف لائے اوراپنی آمد کے فیض سے آپ نے اس علاقہ کوعلوم ومعارف کی روشنی سے بقعہ نوربنادیا۔

میں تمام ہی اہالیان برہانپور بالخصوص یہاں کے علماء، فضلاء، اور مفتیان وفقہاء نیز ہر عام وخاص کی طرف سے اپنے دل کی گہرائیوں سے خیر مقدم کرتا ہوں۔

وہ آئیں ہمارے گھر میں خدا کی قدرت ہے
کبھی ہم ان کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں

مہمانانِ گرامی!

اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا) کو فقیہ عصر حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمی صاحبؒ نے آج سے ربع صدی پیشتر قائم فرمایا تھا، بحمد اللہ اب تک اس کے سولہ سمینار منعقد ہو چکے ہیں، جن میں پچاس سے زیادہ موضوعات پر فیصلے کئے گئے ہیں۔ اللہ کا شکر ہے کہ اکیڈمی کے فیصلوں کو نہ صرف ہندوستان میں بلکہ عالم اسلام میں بھی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور یہ سترہواں سمینار سرزمین برہانپور پر منعقد ہو رہا ہے، ہم لوگ سوچتے تھے کہ اسلامک فقہ اکیڈمی کے ذمہ داروں سے کیوں یہ شہر چھوٹا جا رہا ہے، جب کہ اس شہر میں فقہ و افتاء کی وہ عظیم الشان خدمات انجام دی گئی ہیں، جن کی مثال پوری تاریخ اسلامی میں بھی بہت کم ہی ملتی ہے۔

محترم حضرات!

یہ شہر برہانپور ریاست مدھیہ پردیش کا ایک تاریخی شہر ہے، ہندوستان کے وسط میں ہونے کی وجہ سے اس کو قلب کی حیثیت اور مرکزیت حاصل ہے، یہاں ۹۷۵ھ میں مشہور علم دوست اور انصاف پرور بادشاہ عادل شاہ فاروقی کی حکومت تھی، اس عظیم بادشاہ کے دور کی یادگار وہ جامع مسجد ہے جو وسط شہر میں سنگ اسود کی بنی ہوئی ہے اور اسلامی عظمت کی علامت ہے۔ یہ مکمل مسجد کالے پتھر کی تعمیر شدہ ہے اور اس کو دیکھنے سے سنگ تراشی اور انجینئرنگ کے اعلیٰ نمونے کا مظاہرہ ہوتا ہے، پوری مسجد کو دیکھتے ہوئے کہیں جوڑ نظر نہیں آتا، جس کو دیکھ کر ایک سیاح انگشت بدنداں رہ جاتا ہے، برہانپور سے کچھ ہی فاصلے پر اسیر گڈھ ہے جہاں پہاڑ پر عادل شاہی حکمرانی کا پھریرہ ایک عظیم الشان قلعے کی شکل میں لہرا رہا ہے۔ قلعے کے ایک دم اوپر کے سرے پر ایک مسجد کالے پتھر کی بنی ہوئی ہے جو برہانپور کی بڑی مسجد کی ہو بہو نقل اور عکس ہے۔

اسی بادشاہ عادل شاہ فاروقی (۹۷۵ھ) کے شیخ مولانا عبد الرحیم کپڑونجی ہیں، جن کی

عظیم ووسیع سرائے میں اس وقت یہ ستر ہواں فقہی سمینار منعقد ہورہا ہے۔ اس میں تقریباً ایک سو کمانیں ہیں جن کو مختلف کمروں اور حجروں کا روپ دے دیا گیا ہے۔اس سرائے کے شمالی حصے میں ایک قبرستان ہے جس کے بارے میں تاریخی ثبوت پائے جاتے ہیں کہ یہاں تقریباً چالیس محدثین آسودہ خواب ہیں، جس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ یہ شہر ماضی میں علم وفن اور تفسیر وحدیث کا کتنا زبردست گہوارہ تھا۔

شیخ عبدالرحیم کپڑونجی کی اس سرائے کے علاوہ شہر برہانپور میں اور بھی متعدد سرائے عظمت پارینہ کی داستان سنارہی ہیں۔

نیز یہی وہ عظیم تاریخی شہر ہے جہاں کی خاک سے ہزاروں فقہاء، علماء، محدثین اور اولیاءکرام پیدا ہوئے ہیں، شہرۂ آفاق محدث، نازش ہندوستان حضرت مولانا شیخ علی متقی کا وطن ہونے کا شرف بھی اسی شہر کو حاصل ہے جن کی مشہور زمانہ کتاب ''کنز العمال'' ہے جو حدیث کی انسائیکلوپیڈیا سے کسی طرح کم نہیں ہے، یہ وہ کتاب ہے جس نے دنیائے علم وفن میں غلغلہ مچادیا ہے۔علماء کا اعتراف ہے کہ ساری دنیا کے علم پر امام جلال الدین سیوطی کا احسان ہے اور سیوطی پر علی متقی کا احسان ہے۔ یہ تو ایک حقیقت ہے کہ فقہ وفتاوی کی معروف کتاب ''الفتاوی الہندیہ'' (فتاوی عالمگیری) کی تصنیف وتالیف کا انقلابی کام اسی شہر میں انجام پایا، اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اسلامک فقہ اکیڈمی کا کام جو درحقیقت اجتماعی اجتہاد کی ایک کڑی ہے، وہ عظیم کام آج سے بہت پہلے سرزمین برہانپور میں انجام پایا ہے، یہ ہماری سعادت وخوش بختی ہے کہ وہی کام اب برہانپور میں ہونے جارہا ہے، گویا ایک طرح سے حال کے رشتے کو ماضی سے جوڑا جارہا ہے۔ الحمدللہ علی ذلک۔

**مہمانانِ گرامی!**

فقہ اور کتاب وسنت سے استنباط مسائل کا کام بہت ہی عظیم اور مقدس کام ہے، اس کام کے لئے ہمارے فقہاء نے اپنی زندگیاں قربان کردی ہیں، درحقیقت یہی وہ مقدس کام ہے جو اس دعوی کے لئے کہ دین اسلام کامل دین ہے، دلیل وحجت پیدا کرتا ہے۔حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالی کی

طرف سے کتاب وسنت کے ذریعہ جو احکام انسان کے لئے دیئے گئے ہیں اور پھر ان کی روشنی میں جو اجماع وقیاس سے اخذ کئے گئے ہیں وہ سبھی احکام شریعت ہیں جن کا دائرہ پوری انسانی زندگی کو محیط ہے، اور ان کا خلاصہ امام شاطبی نے اس طرح بیان کیا ہے: "اِتَّفَقَتِ الْأُمَّةُ عَلٰى أَنَّ الشَّرِيْعَةَ وُضِعَتْ لِلْمُحَافَظَةِ عَلَى الضَّرُوْرِيَّاتِ الْخَمْسَةِ: وَهِيَ الدِّيْنُ وَالنَّفْسُ وَالنَّسْلُ وَالْمَالُ وَالْعَقْلُ" (الموافقات للشاطبی ۱/ ۸۳) (پوری امت کا اس پر اتفاق ہے کہ شریعت کا اصل موضوع ان چیزوں کی حفاظت ہے: دین، جان، نسل، مال اور عقل)۔

محترم حضرات!

برہانپور کے ماضی کی تاریخ ایک روشن تاریخ ہے، مگر گردش ایام نے علمی بساط الٹ دی، درخشندہ روایات کو گمنامی کے اندھیرے میں ڈھکیل دیا، ایک عرصہ دراز تک علم وفن کے نوک پلک سنوارنے والوں کا قحط رہا، اس احساس محرومی نے پھر انگڑائی لی، مسلمانان شہر میں ایک حوصلہ پیدا ہوا اور ارباب فکر نظر نے نئی نسل کی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے شہر برہانپور کے لعل بدخشاں حضرت شیخ علی متقیؒ کے نام سے منسوب کرتے ہوئے پانچ اپریل ۱۹۹۶ء مطابق ۱۶/ ذی قعدہ ۱۴۱۶ھ کو بروز جمعہ مشاہیر علماء کرام کی موجودگی میں دار العلوم شیخ علی متقی کی بنیاد رکھی، یہ ادارہ پرانی خانقاہ میں قائم ہوا، جہاں ہم اور آپ جمع ہیں، اس عمارت کو برہانپور کے عدل پرور بادشاہ عادل شاہ فاروقی نے حضرت مولانا عبد الرحیم کپڑونجی کے لئے بنوایا تھا، اس خانقاہ میں تقریباً ۹۲ کمرے ہیں، اس خانقاہ پر بڑے نامساعد حالات گذرے مگر مدرسہ کے پہلے صدر مرحوم سید ریاض الدین صاحب اور ان کے رفقاء نے جہد مسلسل کے بعد اس جگہ کو حاصل کیا، اور راقم الحروف رحمت اللہ اور ان کے رفقاء خصوصاً حضرت مولانا بشیر الدین ندوی مرحوم، مولانا خلیل اللہ رحمانی مرحوم اور مولانا سلیم محمد گنوری کو قیام دار العلوم کے لئے سونپ دیا، دار العلوم شیخ علی متقیؒ اپنی ابتدائی دور میں ایک ننھا سا پودا تھا، مگر الحمد للہ اب ایک تناور درخت بننے کی طرف رواں دواں ہے، ادارہ کے فارغین کثیر تعداد میں ہیں جو شہر واطراف میں علمی ودینی خدمت کررہے

ہیں، فی الحال ۲۵۰ طلبہ زیر تعلیم ہیں، عالمیت میں عربی ششم تک تعلیم ہے، دینیات اور حفظ بروایت حفص کی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔

سامعین کرام!

آج کے اس مبارک موقع پر دارالعلوم شیخ علی متقیؒ کے پہلے صدر مرحوم سید ریاض الدین صاحب کی یاد آتی ہے، مرحوم نے ہر موڑ پر مدرسہ کی رہنمائی کی اور ہر ممکن تعاون پیش کیا، آج اگر وہ زندہ ہوتے تو یقیناً بہت خوش ہوتے، اللہ ان کی قبر کو نور سے بھر دے، ان کی مساعی جمیلہ کو قبول فرمائے اور جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین، اسی طرح حضرت مولانا بشیر الدین صاحب ندوی مرحوم اور حضرت مولانا خلیل اللہ رحمانی مرحوم بھی بہت یاد آرہے ہیں، یہ بہت جلد چلے گئے، قضا کی آہنی پنجوں نے انہیں ہمارے درمیان سے اس وقت اچک لیا جب اپنی دانست میں ہمیں ان کی شدید ضرورت تھی، اللہ ان کی مغفرت فرمائے۔ آمین۔

حضرات!

میں شکر گذار ہوں ان تمام مخیرّ حضرات کا جنہوں نے فقہی سمینار کے لئے رات دن محنت کی، دامے درمے سخنے اس میں حصہ لیا، اللہ ان سب کو جزائے خیر عطا فرمائے اور خوب ترقی سے نوازے، خاص طور سے میں اعجاز خاں عرف بھیا بھائی میکانک کا تہہ دل سے شکر گذار ہوں کہ انہوں نے خوب محنت اور لگن سے دارالعلوم کو سمینار کے لائق بنایا، اسی طرح جناب محمد سہیل ہاشمی اور حاجی محمد شاہد صاحب نیز صدر مدرسہ الحاج تحسین ضیاء صاحب کا مشکور رہوں کہ انہوں نے اپنا قیمتی وقت دارالعلوم کو دیا، اسی طرح دیگر اراکین دارالعلوم، طلبہ اور اساتذہ نے اپنے شایان شان خوب محنت کی، اللہ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے، اپنے اہالیان شہر کا بھی میں شکر گذار ہوں جنہوں نے ہر طریقے سے دارالعلوم کے ساتھ اپنائیت کا ثبوت دیا اور ہر طرح محنت کی اور تعاون کی پیشکش کی، اس کے علاوہ ممبئی، اندور، کھنڈوا، کھرگون کے اصحاب خیر بھی ہمارے خصوصی شکریہ کے مستحق ہیں، مفتی محمد جنید فلاحی اور مفتی سعید الرحمٰن فاروقی کا میں جس قدر شکریہ ادا کروں کم ہے،

نیز میں تمام محسنین، محبین ومعاونین کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں اور اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ سب کو بہترین بدلہ عطا فرمائے۔آمین۔

مہمانان گرامی!

استقبالیہ کے ارکان وذمہ داران نے تو اپنی بس بھر کوشش کی کہ تمام ہی آنے والے مہمانوں کی راحت رسانی کا ہر ممکن سامان کریں، پھر بھی ہم سے کوتاہیاں ہوئی ہیں اور آپ حضرات کے شایان شان مہمان نوازی کا فرض ادا نہیں ہو سکا، لیکن آپ حضرات کی بزرگانہ صفات سے توقع ہے کہ شفقت کریمانہ کے تحت عفو ودرگذر سے کام لیں گے۔"وَالْعَفْوُ عِنْدَ کِرَامِ النَّاسِ مَقْبُوْلٌ"۔اس موقع پر میڈیا اور اردو، ہندی اخبارات ومجلات نیز سرکاری انتظامیہ کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں جن کا پورا پورا تعاون اس سمینار کو حاصل رہا۔

آپ حضرات سے اپنے لئے، اور ان حضرات کے لئے دعاؤں کی درخواست کے ساتھ اپنی گذارشات ختم کرتا ہوں۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔

(مولانا مفتی) رحمت اللہ قاسمی

صدر مجلس استقبالیہ

۵/اپریل ۲۰۰۸ء

پیغام:

## حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم
سرپرست اکیڈمی وصدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على سيد المرسلين محمد وآله وأصحابه أجمعين، ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين، أما بعد!

اللہ تعالیٰ نے خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ انسانیت کی ہدایت وفلاح کے لئے جو شریعت بھیجی ہے، وہ شریعت قیامت تک کے لئے ہے، اس میں دنیا وآخرت کی فلاح ہے، وہ نہ اس بات کی اجازت دیتی ہے کہ انسان اپنے نفس کا بندہ ہوکر رہ جائے اور جو جی چاہے اس پر عمل کرے اور نہ اس کے احکام اتنے دشوار ہیں کہ انسان کو بوجھ محسوس ہونے لگے، یہی توازن واعتدال انسان کے بنائے ہوئے قوانین کے مقابلہ میں شریعت اسلامی کا امتیاز ہے، شریعت میں جہاں عبادات سے متعلق احکام کو جزوی تفصیلات کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے، وہیں معاملات اور زندگی کے دوسرے شعبوں میں اصول ومقاصد کی زیادہ رہنمائی کی گئی ہے، کیونکہ زندگی کے ان شعبوں میں وقت کے ساتھ ساتھ تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں، اگر شریعت کے مقاصد واصول کو سامنے رکھا جائے تو زمان ومکان، سماجی حالات اور معاشی وسیاسی نظام کی تبدیلی کے باوجود شریعت پر عمل کرنے اور احکام شریعت کی تطبیق کرنے میں کوئی دشواری نہیں ہوگی، چنانچہ امت مسلمہ تقریباً ڈیڑھ ہزار سال سے شریعت مبارکہ کے زیر سایہ زندگی گذار رہی ہے، نہ کبھی اس

نے اپنے لئے دینی رہنمائی میں تشنگی محسوس کی اور نہ کبھی شریعت اس کے لئے نا قابل برداشت بوجھ بن گئی، بلکہ ہر دور میں انسانیت نے محسوس کیا ہے کہ اس دین متین کی پیروی میں انسانیت کی مصلحت اور اس کا مفاد مضمر ہے۔

اب یہ علماء کی ذمہ داری ہے کہ ہر دور میں جو مسائل پیدا ہوں، وہ پوری گہرائی کے ساتھ ان کا حل تلاش کریں اور امت کی رہنمائی فرمائیں، بحمد اللہ سلف صالحین، محدثین وفقہاء اور ارباب قضاء وافتاء ہمیشہ سے اس فریضہ کو ادا کرتے رہے ہیں، اسی سلسلہ کی ایک مبارک، منضبط اور نتیجہ خیز کوشش ''اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا'' کا قیام ہے، جس کی بنیاد ممتاز فقیہ حضرت **مولانا** قاضی مجاہد **الاسلام** قاسمیؒ سابق صدر آل انڈیا مسلم پرسنل **لابورڈ** نے رکھی ہے، اپنے بانی اور ان کے تربیت یافتہ رفقاء کے ذریعہ اکیڈمی کے کاموں میں تسلسل قائم ہے اور اب تک اس دور میں پیدا ہونے والے درجنوں مسائل کا حل اکیڈمی نے پیش کیا ہے، یہاں تک کہ نہایت اہم موضوعات پر اکیڈمی کا سترہواں سمینار ہندوستان کے تاریخی شہر برہانپور میں منعقد ہو رہا ہے، جسے مشہور محدث شیخ علی متقیؒ مرتب ''کنز العمال'' اور شیخ نظام الدین رئیس المرتبین ''فتاوی عالمگیری'' سے نسبت حاصل ہے، اور دار العلوم شیخ علی متقیؒ کو اس کی میزبانی کا شرف حاصل ہوا ہے، میں اس مبارک ومسعود موقع سے اکیڈمی کے ذمہ داران اور مسلمانان برہانپور ومدھیہ پردیش کو مبارک باد پیش کرتا ہوں اور دعا گو ہوں کہ اللہ تعالی اس کوشش کو قبول فرمائے۔

مجھے نہایت افسوس ہے کہ اکیڈمی کے کاموں کی اہمیت اور اس کے ذمہ داروں سے تعلق خاطر کی وجہ سے ہم نے سمینار میں شرکت کا پختہ ارادہ کرلیا تھا؛ لیکن علالت کی وجہ سے اور ڈاکٹروں کی ہدایت کے مطابق میں ابھی کسی پروگرام میں شرکت کے لئے لائق نہیں ہوں، اس لئے مجھے متعدد پروگرام ملتوی کرنے پڑے، جن میں ایک اس سمینار میں شرکت کا پروگرام بھی تھا، جسے میں ایک سعادت سے محرومی سمجھتا ہوں، اس لئے آپ تمام شرکاء سمینار سے اپنی غیر حاضری

کے لئے معذرت خواہ ہوں اور دعا گو ہوں کہ اللہ تعالی اس سمینار کو ہر جہت سے کامیاب فرمائے اور ایسے فیصلوں کی توفیق عطا فرمائے جس میں اس کی رضا اور خوشنودی ہے۔

(حضرت مولانا) سید محمد رابع حسنی ندوی
(ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ)
۵/اپریل ۲۰۰۸ء

☆☆☆

## اکیڈمی کا فیصلہ:

# مسافت سفر کا آغاز

اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا (قائم شدہ ۱۹۸۹ء) کا سترہواں فقہی سمینار ہندوستان کی وسطی ریاست مدھیہ پردیش کے تاریخی شہر برہانپور کی ممتاز دینی درس گاہ دارالعلوم شیخ علی متقیؒ میں منعقد ہوا، اس سمینار میں تقریباً چار سو ارباب افتاء اور بعض ماہرین نے شرکت کی، جہاں کشمیر سے لے کر آسام اور کیرالا تک ہر علاقہ کی نمائندگی رہی، وہیں ہندوستان کی تمام اہم دینی درسگاہوں اور مکاتب فکر کے علماء نے بھی شرکت فرمائی، خلیجی ریاست قطر کے علاوہ ایران سے بھی فقہاء کے وفود نے شرکت کی، یہ سمینار ۵-۷ر اپریل ۲۰۰۸ء منعقد ہوا، جس میں مجموعی طور پر آٹھ نشستیں ہوئیں، اس سمینار میں ماحولیات کے تحفظ، تعلیم گاہوں میں جنسی تعلیم، روزہ میں بعض جدید طریقۂ علاج اور سفر سے متعلق بعض احکام پر بحث ہوئی، ایک مسئلہ میں اختلاف رائے کے ساتھ اور بقیہ مسائل میں متفقہ طور پر فیصلے ہوئے، جو حسب ذیل ہیں:

۱- جو آدمی اپنے گھر سے اپنے شہر کے اندر ہی کسی مقام پر جانے کے لئے نکلے تو خواہ وہ کتنی ہی لمبی مسافت طے کرے، اگر اس کا ارادہ شہر کے اندر ہی اندر رہنے کا ہے، تو وہ شرعاً مسافر شمار نہیں کیا جائے گا اور اس کے لئے سفر کی وہ رخصتیں نہیں

ہوں گی، جو مسافت شرعی کے سفر سے متعلق ہیں۔

۲- جو آدمی اپنی آبادی وشہر سے باہر سفر کے ارادہ سے نکلے، وہی شرعاً نماز میں قصر اور رمضان المبارک میں روزہ توڑنے کی اجازت کے مسئلہ میں مسافر ہوگا۔

۳- چھوٹے شہروں میں مسافت شرعی کا حساب اس جگہ سے ہوگا، جہاں شہر ختم ہوا ہے، یعنی شہر ختم ہونے کے بعد ۴۸ میل کا سفر کیا جائے تبھی وہ مسافر ہوگا۔

۴- بڑے شہروں میں --- جن کی آبادی میلوں تک پھیل گئی ہے --- مسافت شرعی کا شمار کس مقام سے ہوگا؟ اس میں دو نقاط نظر ہیں: زیادہ حضرات کی رائے ہے کہ جہاں شہر ختم ہوتا ہے، وہیں سے ۴۸ میل کی مسافت شمار کی جائے گی، دوسرا نقطۂ نظر یہ ہے کہ جس محلّہ سے سفر شروع ہوا ہے، وہیں سے مسافت کا شمار ہوگا، البتہ اس پر سبھوں کا اتفاق ہے کہ نماز میں قصر کا حکم شہر سے باہر نکلنے کے بعد ہی شروع ہوگا اور اس طرح واپس ہوتے وقت شہر میں داخل ہونے سے پہلے پہلے تک ہی قصر کرنا درست ہوگا۔

☆☆☆

سوالنامہ:

# مسافت سفر کا شمار کہاں سے ہوگا؟

آبادی میں اضافہ اور دیہی آبادیوں کی شہر کی طرف منتقلی کی وجہ سے شہر پھیلتے جارہے ہیں اور بعض شہر تو ایسے ہیں کہ اس کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک کا فاصلہ سو کیلومیٹر سے بھی تجاوز کرگیا ہے، شریعت میں سفر کی بنیاد پر بعض سہولتیں دی گئی ہیں، ان میں سے بعض سہولتیں مطلق سفر سے متعلق ہیں اور بعض کا تعلق ایک خاص مسافت کے سفر سے ہے، ان ہی سہولتوں میں نماز میں قصر اور روزہ نہ رکھنے کا حکم بھی شامل ہے، یہ مسافت علماء ہند کے مشہور نقطۂ نظر کے مطابق ۴۸ میل کی ہے، اس بات پر بھی تقریباً اتفاق ہے کہ ان سہولتوں کا فائدہ عملاً شہر کی آبادی اور شہر کے متعلقات سے باہر نکلنے کے بعد ہی اٹھایا جاسکتا ہے، اس پس منظر میں یہ بات اہمیت اختیار کرگئی ہے کہ:

الف- اگر ایک شخص اپنے گھر سے ۴۸ میل کا راستہ طے کرلے، لیکن ابھی وہ ہو شہر میں ہی، شہر کی حدود سے باہر نکلنے کی نوبت نہیں آئی ہو، اور اس سے آگے جانے کا ارادہ بھی نہ ہو، تو کیا اس پر مسافر کے احکام جاری ہوں گے اور وہ نماز میں قصر کرے گا؟

ب- اگر وہ ایسے مقام کا سفر کررہا ہو جو شہر کی انتہائی حدود سے تو ۴۸ میل کے فاصلہ پر نہیں ہو، لیکن اس کے گھر کے پاس سے ۴۸ میل یا اس سے زیادہ کا فاصلہ ہو تو وہ قصر کرے گا یا اتمام؟

یہ سوالات اس لئے خاص طور پر اہمیت کے حامل ہیں کہ حنفیہ اور بعض اور فقہاء کے نزدیک مسافر کے لئے قصر کا حکم بطور عزیمت کے ہے نہ کہ بطور رخصت کے، اور قصر واجب ہے نہ کہ محض جائز۔

## تلخیص مقالات:

# مسافت سفر کا شمار کہاں سے ہوگا؟

مولانا مفتی ہارون رشید ندوی☆

''مسافت سفر کا شمار کہاں سے ہوگا'' کے موضوع پر اکیڈمی کی جانب سے ایک جامع سوالنامہ تیار کر کے ملک کے مختلف علماء کرام کی خدمت میں پیش کیا گیا، جس کے جواب میں تادم تحریر تقریباً ۶۲ مقالات اکیڈمی کو موصول ہوئے، جن کے اسماء گرامی مندرجہ ذیل ہیں:

مولانا محمد صدر الحسن قاسمی، مولانا ابو البقاء ندوی، مفتی راشد حسین ندوی، مفتی ممتاز خاں ندوی، مفتی فیاض احمد قاسمی، مولانا ابوسفیان مفتاحی، مفتی سید باقر ارشد قاسمی، مولانا عبد القیوم قاسمی، مولانا ارشاد احمد اعظمی، مفتی شعیب اللہ خان، مفتی حبیب اللہ قاسمی، مولانا عبد الرشید قاسمی، مولانا محفوظ الرحمٰن مفتاحی، مولانا رحمت اللہ ندوی، مولانا عبد التواب اناوی، مولانا محمد جعفر ملی رحمانی، مولانا منظور احمد، مولانا مصطفیٰ عبد القدوس ندوی، مولانا شاہد علی قاسمی، مولانا غیاث الاسلام ندوی، مولانا محمد حذیفہ صاحب، مولانا عبد اللہ خالد، مولانا عارف باللہ قاسمی، مولانا نعیم اختر قاسمی، مولانا سلمان منصورپوری، مولانا ابرارخان ندوی، مولانا محمد جمال الدین قاسمی، مفتی محمد اکبر، مولانا محمد شاہد قاسمی، مفتی عبد الرحیم قاسمی، مولانا افتخار احمد مفتاحی، مولانا خورشید احمد اعظمی، مولانا ابو عاصم اعظمی، مفتی انور علی اعظمی، مولانا عطاء اللہ قاسمی، مولانا عقیل الرحمٰن قاسمی، مولانا اشتیاق احمد اعظمی، مولانا عامر ظفر ایوبی، مفتی ظہیر احمد، مولانا محمد مقصود، مولانا محمد فاروق، مفتی جمیل

☆ رفیق شعبۂ علمی، اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا)۔

احمد نذیری، مولانا شوکت ثناء قاسمی، مولانا محمد عثمان، مولانا سلطان احمد اصلاحی، مولانا عبد القادر عبد اللہ قادری، ڈاکٹر محمد فہیم اختر ندوی، مولانا مظاہر حسین عماد قاسمی، مولانا ذکاء اللہ شبلی، مفتی اقبال احمد قاسمی، مولانا ریاض احمد قاسمی، مولانا محمد مصطفی قاسمی، مولانا محمد اقبال ٹنکاروی، مولانا محمد اعظمی، مولانا سید اسرار الحق سبیلی، مولانا محفوظ الرحمٰن شاہین جمالی، مولانا نور الحق رحمانی، مولانا نعمت اللہ قاسمی، مولانا عبد الحئ مفتاحی، مولانا تنظیم عالم قاسمی، مولانا احتشام الحق قاسمی۔

سوالنامہ میں موضوع سے متعلق دو سوالات قائم کئے گئے، دونوں کے جوابات کی مختصر تلخیص بالترتیب پیش ہے:

سوال ۱: اگر ایک شخص اپنے گھر سے ۴۸ میل کا راستہ طے کر لے، لیکن ابھی وہ ہو شہر میں ہی، شہر کی حدود سے باہر نکلنے کی نوبت نہیں آئی ہو اور اس سے آگے جانے کا ارادہ بھی نہ ہو تو کیا اس پر مسافر کے احکام جاری ہوں گے اور وہ نماز میں قصر کرے گا؟

اس سوال کے جواب میں بیشتر مقالہ نگار حضرات نے حدود شہر سے نکل جانے کے بعد قصر کی اجازت دی ہے، سہولت قصر کو بستی سے نکل جانے کی شرط سے مشروط کیا ہے کہ کوئی شخص مذکورہ سہولت سے فائدہ اسی وقت اٹھا سکتا ہے جب بیک وقت دو چیزیں پائی جائیں: (۱) ۴۸ میل کی مسافت طے کرنے کا قصد ہو، (۲) اس قصد کے ساتھ بستی سے نکل جائے (راشد حسین ندوی) جبکہ مولانا مصطفی عبد القدوس ندوی، مولانا عبد الحئ مفتاحی اور مولانا محمد مصطفی قاسمی آواپوری حضرات نے تین شرطیں مسافر بننے کی ذکر کی ہیں، (۱) مسافت سفر، (۲) مسافت سفر کی نیت، (۳) شہر یا گاؤں کی آبادی سے خروج۔ "والثالث الخروج من عمران المصر فلا يصير مسافراً بمجرد النية" (بدائع ۱/۹۴)۔

سفر میں سہولت کی جو علت فقہاء نے ذکر فرمائی ہے، مشقت حقیقی یا حکمی، اندرون شہر اس طرح کی مشقت عموماً لاحق نہیں ہوتی، بلکہ بڑے شہروں کے اندر آمد و رفت کے لئے بہت

ساری وہ سہولیات حاصل ہوتی ہیں، جو دوسرے چھوٹے شہروں کو حاصل نہیں ہوتیں، جیسے نگر بس، لوکل ٹرین، ٹرام، میٹرو ٹرین وغیرہ کا نظم، ان سہولیات کے سبب شہر کے ایک کنارہ سے دوسرے کنارہ تک جانے میں خواہ اس کی دوری سو کلومیٹر سے متجاوز ہو، باشندوں کو مشقت کا سامنا نہیں کرنا پڑتا ہے، نہ عرف میں اسے سفر قرار دیا جاتا ہے اور نہ اس میں مسافرانہ کیفیت پیدا ہوتی ہے، لہذا اس طرح کی صورت میں مسافرت کے احکام جاری نہیں ہونے چاہئیں، (دیکھئے مقالہ: مولانا راشد حسین ندوی، مفتی اقبال احمد قاسمی)۔

چند حضرات نے اس سلسلہ میں میونسپلٹی اور نگر پالیکا کو بنیاد بنایا ہے، کہ اگر میونسپلٹی ایک ہو اور اپنے شہر کی میونسپلٹی ہی میں ۴۸ میل یا اس سے زیادہ سفر کر چکا ہو تب بھی وہ مقیم ہوگا اور قصر نہیں کرے گا (مولانا جمال الدین قاسمی) جبکہ مفتی عبد الرحیم قاسمی، مولانا شاہد علی قاسمی، مولانا افتخار احمد مفتاحی اور مولانا شوکت ثنا قاسمی کے الفاظ میں: اگر دو آبادی ہوں، دونوں کے نام الگ ہوں اور حکومت اور کارپوریشن نے دونوں آبادیوں کی حدود الگ الگ مقرر کئے ہوں تو وہ دونوں دو مستقل آبادیاں یعنی شہر شمار ہوں گے اور شرعی مسافر کا اطلاق اس وقت ہوگا جب کہ اپنی آبادی یعنی شہر کی حدود سے تجاوز کر جائے اور اگر متصل ہونے کی وجہ سے کارپوریشن نے دونوں کو ایک کر دیا ہو تو اب وہ آبادی شہر کا محلہ ہے اور وہ محلہ شہر کا جزء ہے، لہذا اب اس سے تجاوز ہونے پر مسافرت کے احکام جاری ہوں گے۔

مولانا محمد صدر الحسن قاسمی نے بھی مسافت کی ابتداء وانتہاء کے سلسلہ میں سرکاری قوانین کے وضع کردہ اصول وضوابط کو ماننے پر زور دیا ہے، کیونکہ اس مسئلہ میں کوئی نص موجود نہیں ہے اور نہ اجماع وقیاس کی بظاہر کوئی علت معلوم ہوتی ہے، لہذا عرف کی بنیاد پر میونسپلٹی اور کارپوریشن کے قانون کو مانا جائے اور اس میں لوگوں کے لئے سہولت بھی ہے۔

شرعی طور پر مسافر کہلانے کے لئے نیت سفر اور عمل سفر دونوں کا بیک وقت پایا جانا ضروری ہے اور جب تک آبادی کے اندر ہے نیت سفر تو ممکن ہے لیکن عمل سفر کا تحقق نہیں ہوسکتا،

اور یہ حقیقت ہے کہ جب اثر ظاہر ہوتا ہے تب ہی وہ حکم کہلاتا ہے۔ "**الحکم الأثر الثابت بالشیئ**" (حسامی نظامی ۵)، لہذا جب سفر شرعی کا اثر یعنی حکم گھر سے نکلنے پر ظاہر نہیں ہوا اور قصر کی اجازت نہیں ملی تو اس سے ثابت ہوا کہ گھر سے نکلنے پر سفر شرعی کا آغاز ہی نہیں ہوا اور جب جمیع بیوت بلد سے نکل گئے اور نکلتے ہی قصر کی اجازت مل گئی گویا اب سفر شرعی کا آغاز ہوگیا، اس لئے اس کا اثر اور حکم بھی ظاہر ہوگیا (دیکھئے مقالہ: **مولانا محمد حذیفہ**، مفتی جمیل احمد نذیری)۔

فقہاء کرام نے شہر کے بعد اس سے متصل ربضہ یا ویرانیوں کو بھی قصر صلاۃ کے لئے عبور کرنا ضروری قرار دیا ہے، تو وہ محلے جو آباد ہوں ان کا اعتبار بدرجہ اولی ہوگا، علماء دیوبند کا بھی یہی فتوی رہا ہے کہ وہ اسٹیشن جو شہر سے دور دراز تھے ان میں سفر کی صورت میں قصر کا فتوی رہا، لیکن یہی اسٹیشن جب آبادی کے اندر آ گئے تو قصر کا حکم ختم ہوگیا (دیکھئے مقالہ: **مولانا** عبدالرشید قاسمی)۔

**عدم قصر کی رائے کو ترجیح دینے والوں میں مندرجہ ذیل افراد بھی شامل ہیں:**

**مولانا** عبدالقادر عبداللہ قادری، **مولانا** محمد اعظمی، **مولانا** عبداللہ خالد، **مولانا** نعیم اختر قاسمی، **مولانا** شعیب اللہ خان، **مولانا** عارف باللہ قاسمی، مفتی محمد مقصود، **مولانا** محمد فاروق دربھنگوی، **مولانا** محمد اکبر مظفرپوری، **مولانا** ریاض احمد قاسمی، **مولانا** محمد شاہد قاسمی، **مولانا** محمد عثمان گورینی، **مولانا** ابو البقاء ندوی، **مولانا** منظور احمد قاسمی، **مولانا** جعفر ملی رحمانی، **مولانا** باقر ارشد قاسمی، **مولانا** ارشاد احمد اعظمی، **مولانا** حبیب اللہ قاسمی، **مولانا** عبدالتواب اناوی۔

اس رائے کے حاملین نے عموماً فقہاء کی مندرجہ ذیل عبارات سے استدلال کیا ہے:

۱- "**الصحیح ما ذکرنا أنه یعتبر مجاوزة عمران المصر لا غیر إلا إذا کانت ثمه قریة أو قری متصلة بربض المصر، فحینئذ تعتبر مجاوزة القری**" (ہندیہ ۱/۱۳۹)۔

۲- "**الخروج من عمران المصر فلا یصیر مسافراً بمجرد نیة السفر ما یخرج من عمران المصر وأصله ما روي عن علي أنه لما خرج من**

البصرة يريد الكوفة صلى الظهر أربعاً ثم نظر إلى خص أمامه وقال: لو جاوزنا هذا الخص صلينا ركعتين" (بدائع الصنائع ۱/ ۲۶۴)۔

(مقالہ: مولانا راشد حسین ندوی، مولانا افتخار احمد مفتاحی، مولانا سلمان منصور پوری، مفتی ظہیر احمد کانپور، مولانا اقبال احمد قاسمی، مولانا محفوظ الرحمن شاہین جمالی، مولانا خورشید احمد اعظمی)۔

اس سوال کے جواب میں قصر صلاۃ کے جواز میں بھی مقالہ نگار حضرات کی ایک معتد بہ تعداد ہے، کچھ حضرات تو وہ ہیں جو مطلقاً شہر کے اندر اگر شہر بڑا ہو اور ۴۸ میل کی مسافت پوری ہوجاتی ہے تو قصر کی اجازت دیتے ہیں اور شریعت کی جانب سے عطا کردہ سہولت سے فائدہ اٹھانے کو ضروری قرار دیتے ہیں، "صدقة تصدق الله بها عليكم فاقبلوا صدقته" (یہ ایک صدقہ ہے جس سے اللہ نے تم کو نوازا ہے تو اللہ کے صدقہ کو قبول کرو)۔

مولانا سلطان احمد اصلاحی صاحب فرماتے ہیں: یہ حقیقت ہے کہ پرانے زمانہ میں جب کہ دنیا کی آبادی کم تھی اور شہر چھوٹے ہوا کرتے تھے، لیکن آج صورت حال مختلف ہے، لہذا حکم میں بھی تبدیلی آنی چاہئے، سہولت اور آسانی اس دین کی خصوصیت اور اس کے امتیازات میں سے ہے، اس کا تقاضا یہ ہے کہ اس معاملہ میں بجائے سختی کے نرمی کے پہلو کو ترجیح دی جائے، اس رائے کو اس سے بھی تقویت ملتی ہے کہ بہت سے فقہاء کے نزدیک کسی مقدار کی تعیین کے بغیر سفر مطلق موجب رخصت ہے، الغرض سفر خواہ چھوٹا ہو یا بڑا رخصتوں اور رعایتوں کا استحقاق ہونا چاہئے۔

بعض حضرات نے یہ بھی کہا کہ شہروں کی وسعت کے سبب ایک شہر میں کئی اسٹیشن، بس اسٹاپ اور دیگر چیزیں ہوتی ہیں تو جب وہ اپنے حلقہ یا اسٹیشن سے باہر نکل جائے تو اسے سفر کی رخصت ملنی چاہئے، کیونکہ ایسا نہ کرنا منشا شریعت کے منافی معلوم ہوتا ہے، بطور حوالہ مفتی نظام الدین صاحب کا فتوی نقل کیا ہے کہ "جن بڑے شہروں میں میلہا میل تک مسلسل محلے اور آبادیاں پھیلی ہوئی ہوں، جیسے ممبئی، کلکتہ وغیرہ، ان شہروں میں جب کوئی شخص موجودہ کیلومیٹر کے حساب سے سوا ۷۷ کیلومیٹر یا اس سے بھی زائد مسافت تک جانے کی نیت سے اپنے مقام سے

چلے تو اس شہر کے تمام محلوں اور آبادیوں کے باہر جانے کے بعد قصر شروع کرنے کا حکم دینا صحیح نہ ہوگا، یہ مزاج شرع وشارع کے خلاف ہوگا'' (دیکھئے مقالہ: مولانا خورشید احمد اعظمی، مولانا انور علی اعظمی، مفتی فیاض قاسمی، مولانا ابو عاصم اعظمی)۔

مولانا فہیم اختر ندوی صاحب نے مفتی نظام الدین صاحبؒ کی تحریر کو چشم کشا بتایا ہے اور انہوں نے مشقت ودشواری کو بطور علت پیش کیا ہے کہ شہروں کے اندر جو گہما گہمی، بھیڑ بھاڑ، بدامنی، مختلف علاقوں کے لوگوں کے آباد ہوجانے کی وجہ سے اجنبیت کی فضا پائی جاتی ہے، پھر ان بڑے شہروں کے اندر آمد ورفت دشوار ہوتی جارہی ہے، ایک مقام سے دوسرے مقام تک پہنچنا وقت اور دیر طلب ہی نہیں جوکھم بھرا بنتا جارہا ہے، ایک محلّہ سے نکل کر شہر کے ہی دوسرے محلّہ میں پہنچ کر وہ انسان بالکل اجنبی اور غیر ہوجاتا ہے، ایسی صورت میں ۴۸ میل کی مسافت قطع کرنے والا داخل شہر رہ کر بھی سفر کے احساس اور اس کے مزہ سے آشنا نہیں ہورہا ہے، یہ بات مزاج شرع وشارع سے ہم آہنگ نہیں معلوم ہوتی ہے۔

جبکہ بعض حضرات نے عرف کو بنیاد بنایا ہے کہ عرف عام میں جس کو سفر کہا جائے اسی جگہ سے احکام سفر کا نفاذ قرار دیا جائے، اگر عرف میں گھر سے نکلتے ہی سفر سمجھا جاتا ہو تو گھر سے نکلنے کے ساتھ ہی احکام سفر مرتب ہوں گے اور اگر عرف میں محلّہ سے نکلنے کے بعد یا اگر بس کا سفر ہے تو بس اسٹینڈ سے، یا ریلوے اسٹیشن سے یا ایئر پورٹ سے سفر خیال کیا جاتا ہے تو ان مقامات سے نکلتے ہی احکام سفر کا نفاذ ہوگا، اور وہیں سے نمازوں میں قصر لازم ہوگا، (دیکھئے مقالہ: مولانا ابرار خان ندوی، مولانا محمد اقبال ٹنکاروی)۔

جنہوں نے شہر کی حدود کے اندر ۴۸ میل کی مقدار کے بقدر سفر طے کرلیا ہو تو انہیں قصر کی اجازت ملنی چاہئے یعنی جواز قصر کی رائے کے حاملین میں مندرجہ ذیل افراد بھی شامل ہیں: مولانا رحمت اللہ ندوی، مولانا عطاء اللہ قاسمی، مولانا اشتیاق احمد اعظمی، مولانا محفوظ الرحمٰن مفتاحی، مولانا مظاہر حسین قاسمی، مولانا اسرار الحق سبیلی، مولانا نور الحق رحمانی، مولانا عامر ظفر ایوبی، مولانا

غیاث الاسلام ندوی، مولانا ابوسفیان مفتاحی، مولانا تنظیم عالم قاسمی وغیرہ)۔

اس رائے کے حاملین نے احادیث اور فقہاء کی مندرجہ ذیل عبارات سے استدلال کیا ہے:

۱- "عن يعلى بن أمية: قلت لعمر بن الخطاب: فليس عليكم جناح أن تقصروا من الصلاة وإن خفتم أن يفتنكم الذين كفروا فقد أمن الناس؟فقال: عجبت مما عجبت منه، فسألت رسول اللهﷺ عن ذلک، فقال: "صدقة تصدق الله بها عليكم فاقبلوا صدقته" (مسلم: ۱۵۴۷)۔

۲- "قال جعفر ابن جبير قال: كنت مع أبى بصرة الغفارى صاحب رسول اللهﷺ فى سفينة من الفسطاط فى رمضان فرفع ثم قرب غداؤه، قال جعفر فى حديثه: فلم يجاوز البيوت حتى دعا بالسفرة قال: اقترب، قلت: ألست ترى البيوت؟ قال أبوبصرة: أترغب عن سنة رسول اللهﷺ، قال جعفر فى حديثه فأكل" (ابوداؤد: ۲۴۱۲)۔

۳- "اتفق الفقهاء على أن أول السفر الذى يجوز به القصر ونحوه هو أن يخرج المسافر من بيوت البلد التى خرج منها ويجعلها وراء ظهره أو يجاوز العمران من الجانب الذى خرج منه وإن لم يجاوزها من جانب آخر" (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۲/ ۳۳۱)۔

سوال: ۲- اگر وہ ایسے مقام کا سفر کر رہا ہو جو شہر کی انتہائی حدود سے تو ۴۸ میل کے فاصلہ پر نہ ہو، لیکن اس کے گھر کے پاس سے ۴۸ میل یا اس سے زیادہ کا فاصلہ ہو تو وہ قصر کرے گا یا اتمام؟

اس سوال کے جواب میں بیشتر مقالہ نگار حضرات نے قصر کی اجازت دی ہے اور

مسافت سفر کی ابتداء گھر سے شمار کرنے کی بات کہی ہے، کیونکہ مسافت سفر کے آغاز کی تحدید سراسر عرفی چیز ہے، بڑے شہروں میں اسمبلی کے الیکشنوں کے لئے بھی ایسے ہی کسی بڑے محلّہ کی آبادی کو ایک حلقہ تسلیم کیا جاتا ہے، اس لئے محلّہ کی آبادی کو بنیاد بنانا عرف کے مطابق محسوس ہوتا ہے، ابن قدامہ کی عبارت سے اس کی تائید ہوتی ہے: ''وإن كان للبلد محال كل محلة منفردة عن الأخرى كبغداد فمتى خرج من محلته أبيح له القصر إذا فارق محلته'' (المغنی ۲؍۱۱۳) (دیکھئے مقالہ: ڈاکٹر مولانا فہیم اختر ندوی، مولانا ابرار خان ندوی، مفتی تنظیم عالم قاسمی)۔

کتب فقہ میں اس بات کی وضاحت نہیں ملتی کہ مسافت سفر کی ابتداء گھر سے ہو یا شہر سے، لیکن حدیث میں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ سفر کرتے اور اپنی سواری پر سوار ہوتے تو دعا پڑھتے تھے (ترمذی ۵؍۵۰۱)، آپ ﷺ نے اپنے اس وقت کو سفر سے تعبیر کیا اور عرف میں بھی جب آدمی اپنا سامان لے کر گھر سے نکلتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ وہ سفر پر جا رہا ہے، لہذا ابتداء مسافت گھر سے شمار ہوگی اور ۴۸ میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد قصر کی اجازت دی جائے گی (دیکھئے مقالہ: مولانا خورشید احمد اعظمی، مولانا ابو عاصم اعظمی، مولانا عامر ظفر ایوبی)۔

مسافت کا شمار گھر سے کیا جائے یعنی مسافر کے گھر اور جس شہر کو وہ جانا چاہ رہا ہے، اس کے درمیان اگر مسافت سفر موجود ہے تو وہ قصر کرے گا (مولانا عارف باللہ قاسمی، مولانا مظاہر حسین)۔

مولانا ابو البقاء ندوی صاحب نے قصر کی گنجائش رکھی ہے، لیکن اس شرط کے ساتھ کہ اس کے قریبی ریلوے اسٹیشن یا بس اسٹینڈ یا اس کے وارڈ کے آخر مرحلہ سے اس مقام کی مسافت ۴۸ میل ہو۔

مولانا مفتی فیاض قاسمی صاحب نے ذکر کیا ہے کہ اس کے فناء سے اس مقام سفر کی دوری ۴۸ میل یا اس سے زیادہ ہے تو وہ عرفاً مسافر سمجھا جائے گا اور اگر اس کے فناء سے مذکورہ مقام کی دوری ۴۸ میل پر نہیں ہے تو پھر وہ مقیم ہی کہلائے گا۔

مولانا راشد حسین ندوی صاحب کا رجحان یہ ہے کہ جس مقام سے جس مقام تک درحقیقت سفر کرنا ہے اس کے مابین پائی جانے والی کل مسافت کو شمار کیا جائے گا، چنانچہ اگر اپنی سواری سے سفر کر رہا ہو تو اس کے گھر سے منزل مقصود تک کی کل مسافت معتبر ہوگی اور اگر بس یا ٹرین سے سفر کرنا ہے تو اگر بس یا ریلوے اسٹیشن سے منزل مقصود تک مسافت مزید بڑھ جاتی ہے تو اس کا شمار بھی مسافت سفر میں کیا جائے گا، لہذا اسے قصر کی اجازت ہوگی۔

اس سوال کے ضمن میں قصر کی رائے کے حاملین میں مندرجہ ذیل افراد بھی شامل ہیں:

مولانا ممتاز خان ندوی، مولانا نعمت اللہ قاسمی، مولانا محمد اقبال ٹنکاروی، مولانا انور علی اعظمی، مولانا محفوظ الرحمن شاہین جمالی، مولانا اسرار الحق سبیلی، مولانا سلطان احمد اصلاحی، مفتی ثناء الہدی قاسمی، مولانا ریاض احمد قاسمی، مولانا محمد اکبر مظفر پوری، مولانا اشتیاق احمد اعظمی، مولانا نعیم اختر قاسمی، مولانا ابوسفیان مفتاحی، مولانا محفوظ الرحمن مفتاحی، مولانا رحمت اللہ ندوی، مولانا افتخار احمد مفتاحی۔

بعض حضرات نے مندرجہ ذیل عبارات سے استدلال کیا ہے:

۱- "عن أنس قال: خرجنا مع رسول اللهﷺ من المدينة إلى مكة فكان يصلي ركعتين ركعتين حتى رجعنا إلى المدينة (بخاري ومسلم) وفيه دليل على أن نفس الخروج من البلد بنية السفر يقتضي القصر ولو لم يجاوز من البلد ميلاً ولا أقل وأنه لا يزال يقصر حتى يدخل البلد وبيوتها بمرأى منه" (سبل السلام ۲/۸٦)۔

۲- "عن محمد بن كعب أنه قال: أتيت أنس بن مالك في رمضان وهو يريد سفراً وقد رحلت له راحلة ولبس ثياب السفر فدعا بطعام فأكل فقلت له: سنة فقال: سنة ثم ركب" (ترمذی ۷۹۹)۔

دوسری جانب بعض وہ حضرات بھی ہیں جنہوں نے عدم قصر کی بات کہی ہے اور خروج عن العمران کے بغیر ہر حال میں اتمام کو ہی جائز ٹھہرایا ہے۔

مولانا محمد فاروق صاحب نے اس مسئلہ کی وضاحت یوں کی ہے: مسافت سفر کا اعتبار خروج بلد سے ہے نہ کہ مسافر کے گھر سے، جب رخصت نفس سفر سے ثابت ہوجاتی ہے اور سفر کے ساتھ بالکل متصل ہوتی ہے تو یہ بھی ثابت ہوگیا کہ نفس سفر کا آغاز وہیں سے ہوتا ہے جہاں سے قصر صلاۃ کا آغاز ہوتا ہے اور یہ واضح ہے کہ رخصت سفر انتہاء شہر سے ہی ہوتا ہے مسافر کے گھر سے نہیں، ورنہ اگر سفر کا آغاز مسافر کے گھر سے ہو اور رخصت کا آغاز انتہاء شہر سے تو علت ومعلول کے مابین انفکاک اور ایک کا دوسرے سے مختلف ہونا لازم آئے گا اور یہ مذکورہ ضابطہ سے بالکل باطل ہے، لہذا ایسا شخص مسافر نہیں ہوگا، بلکہ مقیم ہونے کی حیثیت سے ذمہ داریاں ادا کرے گا۔

بعض حضرات نے شہر کی آبادی کے بڑھ جانے کے باوجود اس کو بلد واحد میں شمار کیا ہے اور حدود شہر کے ختم ہوئے بغیر مسافت سفر کو شمار نہیں کیا ہے، لہذا ان کے نزدیک بھی مذکورہ صورت میں وہ مسافر نہیں ہوگا اور وہ اتمام کرے گا، بطور حوالہ انہوں نے فتاوی محمودیہ کے اس فتوی کو نقل کیا ہے: ''وطن کے آخری مکان سے مسافت سفر شروع ہوگی اور جس بستی میں جانا ہے اس کی ابتدائی سرحد تک مجموعی مسافت کو دیکھا جائے گا (محمودیہ ۲/۴۷۶)'' (دیکھئے مقالہ: مولانا عبدالتواب اناوی، مولانا جعفر علی رحمانی)۔

اس سوال کے جواب میں مزید وہ حضرات جنہوں نے عدم قصر اور اتمام کو ہی ضروری قرار دیا ہے ان کے اسماء مندرجہ ذیل ہیں:

مولانا عبدالحئی مفتاحی، مولانا محمد اعظمی، مولانا شعیب اللہ خان، مفتی شاہد قاسمی، مولانا محمد حذیفہ، مولانا عبدالرشید قاسمی، مفتی محمد مقصود، مفتی عبدالرحیم قاسمی، مولانا سلمان منصورپوری، مفتی شاہد علی قاسمی، مفتی ظہیر احمد کانپور، مولانا عبدالقیوم قاسمی، مولانا منظور احمد قاسمی، مولانا حبیب اللہ قاسمی، مولانا احتشام الحق قاسمی، مولانا جمیل احمد نذیری، مولانا مصطفیٰ عبدالقدوس ندوی، مفتی اقبال احمد قاسمی، مولانا محمد عثمان، مولانا ارشاد اعظمی، مولانا محمد جمال الدین قاسمی، مولانا عارف باللہ قاسمی، مولانا صدر الحسن قاسمی، مولانا باقر ارشد قاسمی)۔

اس رائے کے حاملین مقالہ نگار حضرات نے مندرجہ ذیل عبارات سے استدلال کیا ہے:

۱-''ما دام في المصر فهو ناوى السفر لا مسافر فإذا جاوز عمران المصر صار مسافراً لاقتران النية بعمل السفر ''(مبسوط۱/۲۳۶)۔

۲-''لا يقصر الذى يريد السفر الصلاة حتى يخرج من بيوت القرية ولا يتم حتى يدخل أول بيوت القرية''(موطا مالک)۔

۳-''فابتداء السفر بمفارقة العمران حتى لا يبقى بيت متصل ولا منفصل''(مجموع ۴/۲۲۶)، ''فأول السفر مجاوزة آخر العمران'' (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۲/۱۳۵۲)۔

☆☆☆

عرض مسئلہ:

# مسافت کا شمار کہاں سے ہوگا؟

مفتی حبیب اللہ قاسمی ☆

سترہویں فقہی سمینار کے لئے جن موضوعات کا انتخاب کیا گیا ان میں ایک موضوع ''مسافت سفر کا شمار کہاں سے ہوگا'' بھی رکھا گیا۔ اس مسئلہ سے متعلق کل پچاس مقالات اکیڈمی کو موصول ہوئے جن کو عرض مسئلہ کی ترتیب اور تلخیص آراء کے وقت سامنے رکھا گیا۔ لیکن ان میں سے چار مقالات میں رائے غیر واضح تھی، اور باقی ۴۶/ مقالات سے استفادہ کیا گیا۔

اہل علم حضرات واصحاب افتاء کی آراء اس موضوع کے سلسلہ میں دو ہیں:

اول: ایسا شخص جو اپنے گھر سے ۴۸/میل کا راستہ طے کرنے کے باوجود شہر یا حدود شہر ہی میں ہو اور اس کا ارادہ اس سے آگے جانے کا نہ ہو تو وہ مسافر نہیں ہوگا، لہذا رباعی نمازوں میں وہ اتمام کرے گا قصر نہیں۔ یہ رائے درج ذیل حضرات کی ہے:

مفتی حبیب اللہ قاسمی دار العلوم مہذب پور اعظم گڈھ، مولانا ابو البقاء ندوی جامعۃ الفلاح بلریا گنج، مفتی راشد حسین ندوی ضیاء العلوم رائے بریلی، مفتی سید باقر ارشد قاسمی بنگلور، مولانا عبد القیوم قاسمی جامعہ نذیریہ کاکوسی، مولانا ارشاد احمد اعظمی بھوپال، مفتی شعیب اللہ خان بنگلور، مولانا صدر الحسن صاحب جامع العلوم مظفر پور، مولانا عبد الرشید قاسمی جامع العلوم کانپور، مولانا

---

☆ جامعہ اسلامیہ دار العلوم مہذب پور اعظم گڈھ یوپی۔

عبدالتواب جامعہ عربیہ ہتھورا باندہ، مفتی اقبال کانپور، مولانا منظور احمد اعظم گڈھ، مولانا مصطفی عبدالقدوس ندوی حیدرآباد، مولانا شاہد علی قاسمی المعہد العالی حیدرآباد، مولانا محمد حذیفہ گجرات، مولانا عارف باللہ قاسمی حیدرآباد، مولانا عبداللہ خالد گجرات، مولانا محمد سلمان منصورپوری، مفتی اکبر مظفرپور، مولانا جمال الدین قاسمی حیدرآباد، مولانا افتخار احمد مفتاحی مفتاح العلوم متو، مفتی عبدالرحیم قاسمی بھوپال، مفتی عطاء اللہ قاسمی کوپا گنج متو، مفتی ظہیر احمد کانپور، مولانا محمد مقصود رامپور، مولانا محمد فاروق سورت گجرات، مفتی جمیل احمد نذیری مبارک پور اعظم گڈھ، مولانا شوکت ثناء قاسمی حیدرآباد، مولانا محمد عثمان گورینی جونپور، مولانا عبدالقادر کیرالہ اور مولانا ذکاء اللہ شبلی اندور۔

جو حضرات اہل علم اتمام کے قائل ہیں ان کا استدلال درج ذیل عبارات سے ہے:

☆ "فعل السفر لا يتحقق إلا بعد الخروج عن المصر" (بدائع ۱/۷۷۴)۔

☆ "قال محمد: لا يقصر حتى يخرج من مصره ويخلف دور المصر، وفي موضع آخر يقول: ويقصر إذا جاوز عمرانات المصر قاصداً مسيرة ثلاثة أيام ولياليها، وهذا لأنه ما دام في عمرانات المصر لا يعد مسافرا" (محیط برہانی ۲/۳۸۷)۔

☆ "وعن الحسن في القرى إذا كانت متصلة بالربض إلى ثلاثة فراسخ قال: لا يقصر حتى يجاوز البيوت وإن كان ثلاثة فراسخ" (فتاوی تاتارخانیہ ۱/۵۰۳)۔

☆ "فالذى يصير به المقيم مسافراً بنية السفر والخروج من عمران المصر فلا بد من اعتبار ثلاثة أشياء: (۱) مدة السفر (۲) نية مدة السفر (۳) الخروج من عمران المصر" (بدائع ۱/۲۶۳-۲۶۴)۔

☆ "فأول السفر مجاوزة آخر العمران" (الفقہ الاسلامی وادلتہ لوہبۃ زحیلی ۲/۱۳۵۲)۔

☆ "من خرج مسافراً صلى ركعتين إذا فارق بيوت المصر" (الفقہ النافع ۱/۲۷۰، فتاوی محمودیہ ۷/۵۵۴)۔

☆ "فابتداء السفر بمفارقة العمران حتى لا يبقى بيت متصل ولا منفصل" (کتاب المجموع للنووی ۴/۲۲۶)۔

☆ "وصحة هذا الاسم يكون بالخروج من سور البلد أو حلة القرية أو بيوتها بقصدموضع هو على أربعة برد" (حجۃ اللہ مع رحمۃ اللہ ۳/۵۵۹)۔

☆ "إذا خرج مسافراً ثم أراد الرجوع إلى أهله، فإن كان بينه وبين مصره أقل من ثلاثة أيام أتم الصلوة" (فتاوی سراجیہ علی ہامش خانیہ ۱/۶۱)۔

☆ "ذهب الجمهور إلى أن قصر الصلوة بمفارقة الحضر والخروج من البلد، وإن ذلك شرط" (فقہ السنہ ۱/۲۱۳)۔

☆ "قال في الموطا: لا يقصر الصلوة الذي يريد السفر حتى يخرج من بيوت القرية ولا يتم حتى يدخل أول بيوتها، وقد روى عنه إلى أنه قال: وبالقول الأول قال الجمهور" (بدایۃ المجتہد ۱/۱۷۲)۔

☆ "وثانيهما الخروج من البلد" (البنایہ فی شرح الہدایہ باب صلوۃ المسافر)۔

☆ "من سافر من بلده فأول سفره مجاوزة سورها .. فإن كان ورائه عمارة اشترط مجاوزتها في الأصح" (تحفہ مع المنہاج ۲/۳۷۰-۳۷۱)۔

☆ "فإذا قصد مسيرة ثلاثة أيام قصر الصلاة حين تخلف عمران المصر، لأنه ما دام في المصر فهو ناوى السفر لا مسافر، فإذا جاوز عمران المصر صار مسافراً" (مبسوط ۱/۲۳۶)۔

لیکن ایسے شخص کے بارے میں درج ذیل حضرات کی رائے یہ ہے کہ وہ مسافر ہوگا اور رباعی نمازوں میں قصر کرے گا:

مفتی محمد فیاض قاسمی دارالعلوم مہذب پور اعظم گڈھ، مولانا ابوسفیان مفتاحی مفتاح العلوم مئو، مولانا محفوظ الرحمٰن مفتاحی مفتاح العلوم مئو، مولانا رحمت اللہ ندوی فلاح المسلمین رائے بریلی،

مولانا غیاث الاسلام ندوی دہلی، مولانا ابرار خان ندوی جے پور راجستھان، مولانا نعیم اختر قاسمی کوپا گنج مئو، مولانا محمد شاہد قاسمی احمد آباد، مولانا ابو عاصم اعظمی مئو، مولانا خورشید احمد اعظمی مئو، مولانا سلطان احمد اصلاحی علی گڈھ، مولانا مظاہر حسین عماد قاسمی کیرالہ، ڈاکٹر فہیم اختر ندوی حیدرآباد، مفتی انور علی اعظمی دار العلوم مئو، مولانا اشتیاق احمد دار العلوم مئو۔

اور جو حضرات اہل علم قصر کے قائل ہیں ان کا استدلال درج ذیل عبارات سے ہے:

☆ "ولا معنى للتقدير بالفراسخ، فإن ذلك يختلف باختلاف الطرق في السهول والجبال والبحر والنهر" (مبسوط ۱/ ۹۴)۔

☆ "ويرى بعض السلف أن من نوى السفر يقصر ولو في بيته" (فقہ السنہ ۱/ ۲۶۸)۔

☆ "وذهب بعض الكوفيين إلى أنه إذا أراد السفر يصلي ركعتين ولو كان في منزله" (فتح الباری ۲/ ۵۶۹)۔

☆ "وعن الحارث بن ربيعة أنه أراد سفراً فصلى بالجماعة في منزله ركعتين، وفيهم الأسود بن يزيد وغير واحد من أصحاب عبد الله، وعن عطاء أنه قال: إذا دخل عليه وقت صلاة بعد خروجه من منزله قبل أن يفارق بيوت المصر يباح له القصر" (بذل المجہود ۱/ ۲۷۷)۔

☆ وقال بعض التابعين: إنه يجوز أن يقصر في منزله" (عون المعبود ۴/ ۶۹)۔

☆ "وحكى عن عطاء وسليمان بن موسى أنهما أباح القصر في البلد لمن نوى السفر" (المغنی ۳/ ۱۱۱)۔

☆ "وإن كان للبلد محال كل محلة منفردة عن الآخر كبغداد، فمتى خرج من محلته أبيح له القصر إذا فارق محلته" (المغنی ۳/ ۱۱۳)۔

☆ قال جعفر بن جبير قال: كنت مع أبي بصرة الغفاري صاحب رسول

اللہ ﷺ فی سفینة من الفسطاط فی رمضان فرفع ثم قرب غذاؤہ، قال جعفر فی حدیثه فلم یجاوز البیوت حتی دعا بالسفرة، قال: اقترب قلت: الست تری البیوت، قال أبو بصرة: أترغب عن سنة رسول اللہ ﷺ ؟ قال جعفر فی حدیثه: فأكل'' (ابوداؤد حدیث:۲۴۱۲)۔

## تجزیہ

اس مسئلہ میں جن حضرات اہل علم نے قصر کی رائے اپنائی ہے ان کا استدلال جن عبارتوں سے ہے وہ عبارتیں جن حضرات سلف کی طرف منسوب ہیں اس کے دیکھنے سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ یہ ان حضرات سلف کے اپنے تفردات ہیں، جن کو مجمع علیہ مسئلے کی دلیل بنانے کے لئے سوچنا پڑے گا، چونکہ خود حافظ ابن حجر نے بھی ان حضرات سلف کے اقوال کو نقل کرنے کے بعد اس کی صراحت کی ہے کہ یہ حضرات جمہور کی رائے نہیں ہے، بلکہ حضرات جمہور کی رائے یہی ہے کہ شہر کی پوری آبادی سے نکلنے کے بعد ہی وہ مسافر ہوگا، ''فمذهب الجمهور إلى أنه لا بد من مفارقة جميع البيوت'' (فتح الباری۲/۵۶۹)۔

ب- ایسا شخص جو ایسے مقام کا سفر کر رہا ہو جو شہر کی انتہائی حدود سے تو ۴۸ رمیل کے فاصلے پر نہ ہو، لیکن اس کے گھر کے پاس سے ۴۸ رمیل یا اس سے زیادہ کا فاصلہ ہو تو وہ قصر کرے گا یا اتمام؟۔

اس سلسلہ میں بھی مقالہ نگار حضرات کی دو طرح کی آراء ہیں، ۲۳ رمقالہ نگار حضرات تو اس حق میں ہیں کہ ایسا شخص اتمام کرے گا ان حضرات کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

مفتی حبیب اللہ قاسمی دار العلوم مہذب پور اعظم گڈھ، مولانا عبد القیوم قاسمی جامعہ نذیریہ کاکوسی، مولانا ارشاد احمد اعظمی بھوپال، مفتی شعیب اللہ خان بنگلور، مفتی سید باقر ارشد قاسمی بنگلور، مولانا عبد الرشید قاسمی جامع العلوم کانپور، مولانا عبد التواب جامعہ عربیہ ہتھورا باندہ، مفتی

اقبال احمد قاسمی کانپور، مولانا منظور احمد اعظم گڈھ، مولانا شاہد علی قاسمی المعہد العالی حیدرآباد، مولانا محمد حذیفہ گجرات، مولانا عبداللہ خالد گجرات، مفتی محمد سلمان منصور پوری، مفتی جمال الدین قاسمی حیدرآباد، مفتی عبدالرحیم قاسمی بھوپال، مفتی ظہیر احمد کانپور، مولانا محمد مقصود رامپور، مولانا محمد فاروق سورت گجرات، مفتی جمیل احمد نذیری مبارک پور اعظم گڈھ، مولانا محمد عثمان گورینی جونپور، مولانا عبدالقادر کیرالہ، مولانا ذکاء اللہ شبلی اندور، مولانا نعیم اختر قاسمی کوپا گنج مئو۔

باقی ۱۲؍حضرات اس صورت میں قصر کے قائل ہیں، ان حضرات کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

مفتی محمد فیاض قاسمی دارالعلوم مہذب پور اعظم گڈھ، مولانا صدر الحسن جامع العلوم مظفر پور، مفتی راشد حسین ندوی ضیاء العلوم رائے بریلی، مولانا عارف باللہ قاسمی حیدرآباد، مفتی محمد اکبر مظفر پور، مولانا افتخار احمد مفتاحی مفتاح العلوم مئو، مفتی عطاء اللہ قاسمی کوپا گنج مئو، مولانا محفوظ الرحمٰن مفتاحی مفتاح العلوم مئو، مولانا غیاث الاسلام دہلی، مولانا رحمت اللہ ندوی فلاح المسلمین رائے بریلی، مولانا فہیم اختر ندوی حیدرآباد، مولانا ابرار خان ندوی جے پور راجستھان، مفتی انور علی اعظمی دارالعلوم مئو، مولانا ابو عاصم اعظمی مئو، مولانا خورشید احمد اعظمی مئو، مولانا سلطان احمد اصلاحی علی گڈھ، مولانا مظاہر حسین عماد قاسمی کیرالہ، مولانا اشتیاق احمد اعظمی دارالعلوم مئو۔

## تجزیہ

جو حضرات اتمام کے قائل ہیں ان حضرات کا استدلال انہیں عبارتوں سے ہے جن میں اس کی صراحت ہے کہ جب تک پوری آبادی اور اس کی حدود سے سفر کرنے والا باہر نہ نکل آئے اس وقت تک وہ مسافر نہیں ہوگا اور اس صورت میں چونکہ شہر کی انتہائی حدود سے وہ مقام جس کی نیت سے یہ نکلا ہے ۴۸؍میل کے فاصلہ پر نہیں ہے، اس لئے یہ مسافر نہیں ہوگا، لہذا رباعی نمازوں میں اتمام کرے گا۔

لیکن جو حضرات اہل علم اس صورت میں قصر کے قائل ہیں ان کے دلائل کا ماحصل اوپر گذر چکا ہے، ایسا شخص سفر کی نیت کرنے کے بعد اپنے گھر ہی سے قصر کرنا شروع کر دے گا۔

لیکن جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا کہ یہ بعض حضرات سلف کا تفرد محسوس ہوتا ہے، باقی عمومی طور پر حضرات فقہاء و اسلاف کا رجحان اسی طرف ہے کہ ایسا شخص اتمام کرے گا قصر نہیں۔

☆☆☆

# سفر کے احکام کی علمی وفقہی تحقیق

مولانا محفوظ الرحمٰن شاہین جمالی ☆

شریعت اسلامیہ میں سفر اور مسافت سفر اپنے مبدأ اور آغاز کے اعتبار سے بالکل علاحدہ حیثیت رکھتے ہیں، البتہ منتہا اور انجام کے اعتبار سے دونوں ایک ہی ہیں، اس کی تفصیل یہ ہے کہ سفر کا آغاز تو اسی مقام سے ہوجاتا ہے جہاں سفر کرنے والے کا مکان یا اس کا اپنا گھر ہوتا ہے، لیکن حکم سفر کا تعلق اپنی رہائش گاہ اور شہر کی آبادی اور اس کی حدود میں شامل فناء مصر ومحلہ اور ربضہ سے باہر ہوجانے کے بعد ہوتا ہے، اس سلسلہ میں احادیث رسول اللہ ﷺ، آثار صحابہ اور فقہاء کرام کی عبارتوں سے جو کچھ ظاہر ہوتا ہے وہ اس موقف کی شہادت کے لئے کافی ہے۔

## مبدأ سفر:

”عن سعید بن شُفی قال: جعل الناس یسألون ابن عباسؓ عن الصلوۃ فقال: کان رسول اللہ ﷺ إذا خرج من أھلہٖ لم یصل إلا رکعتین حتی یرجع إلیھم“ (الحدیث اخرجہ احمد وابوداؤد الطیالسی والبخاری فی تاریخہ، شرح معانی الآثار للطحاوی ۱/۲۷۷)۔

(لوگوں نے حضرت ابن عباسؓ سے سفر کی نماز کے بارے میں دریافت کیا، تو انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ جب اپنے گھر (اہل عیال) سے باہر نکل جاتے تھے تو واپسی تک صرف دو رکعتیں پڑھتے تھے)۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آغاز سفر گھر سے نکلتے ہی ہوجاتا تھا، ”إذا خرج من أھلہ“

☆ شیخ الحدیث مدرسہ امداد الاسلام میرٹھ۔

کے لفظ سے یہی ظاہر ہے۔

"وعن علي بن ربيعة الوالبي قال: سألت عبد الله بن عمر إلى كم تقصر الصلوة؟ فقال: أتعرف السويداء قال: قلت: لا، ولكني قد سمعت بها، قال: هي ثلاث ليالٍ قواصد فإذا خرجنا إليها قصرنا الصلوة" (رواہ محمد بن الحسن فی الآثار وإسنادہ صحیح، آثار السنن للنیموی ۱/ ۶۳)۔

(علی بن ربیعہ الوالبی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے پوچھا کہ کہاں تک کے سفر پر نماز قصر پڑھی جائے گی تو انہوں نے فرمایا کہ تم سویداء کو جانتے ہو، میں نے کہا نہیں، لیکن اس کے بارے میں سن رکھا ہے، حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ وہ تین راتوں کا سیدھا سفر ہے، جب ہم اس کی طرف نکلیں گے تو نماز قصر پڑھیں گے)۔

اس میں "إذا خرجنا إليها" سے پتہ چلتا ہے کہ گھر سے اتنی دوری تک ارادۂ سفر کر کے نکلنے پر حکم قصر متوجہ ہوتا ہے، گویا آغاز سفر گھر سے ہوتا ہے۔

مبدأ مسافت سفر یا آغاز سفر کا گھر اور اپنے مکان سے ہونا فقہاء کرام کی عبارتوں سے بھی واضح طور پر سمجھ میں آتا ہے۔

بحر العلوم مولانا عبد العلی محمد لکھنوی لکھتے ہیں:

"الحد الشرعي للسفر عندنا ثلاثة أيام فإذا أراد أن يسير من موضع إقامته إلى موضع بينه و بينه مسيرة ثلاثة أيام يصير مسافراً" (رسائل الارکان فصل فی صلوۃ المسافر/ ۱۴۳)۔

(سفر کی حد شرعی ہمارے یہاں تین دنوں کا سفر ہے، پس جب اپنی اقامت گاہ (گھر) سے ایسی جگہ جانے کے ارادہ سے چلے کہ اس جگہ اور اقامت گاہ کے درمیان تین دنوں کی مسافت ہو تو مسافر ہو جائے گا)۔

امام قدوری کی عبارت سے بھی یہی پتہ چلتا ہے کہ آغاز سفر گھر سے سفر کی نیت کر کے

نکلتے ہی ہو جاتا ہے، البتہ قصر بیوتِ مصر سے جدا ہونے کے بعد شروع ہوگا۔

"ومن خرج مسافراً صلی رکعتین إذا فارق بیوت المصر" (قدوری ر۳۵)۔

اسی طرح سفر کے احکام میں سے دو حکم:

۱- "حرمة خروج المرأة بغیر محرم"

۲- "مدة مسح الخفین للمسافر ثلاثة أیام ولیالیهن"۔ عورت کا محرم کے بغیر سفر میں نکلنے کی حرمت اور مسافر کے لئے تین شب و روز تک مسحِ خفین کی اجازت حسب احادیث نبویہ گھر سے نکلتے ہی شروع ہوجاتی ہے، یہ واضح دلیل ہے کہ سفر کا مبدأ و آغاز خروج من البیت ہی ہے نہ کہ خروج من بیوتِ مصر یا من عمران مصر یا عمران موضع اقامت۔

مفتی کفایت اللہ صاحب کے فتاویٰ میں بھی یہی بات کہی گئی ہے:

"ہیڈ کوارٹر جہاں قیام رہتا ہے وہاں سے مسافت سفر کا اعتبار ہوگا" (کفایت المفتی ۳۷۶/۳)۔

اسی کو اور واضح طور پر مفتی کفایت اللہ کے حوالہ سے نقل کیا گیا ہے:

"مسافت سفر سوا ستتر کیلومیٹر کا شمار اپنے اس مقام و مکان سے ہوگا جہاں سے وہ سفر کا آغاز کر رہا ہے، نہ کہ حدودِ شہر سے نکلنے کے بعد" (احکام مسافر ر۶۷)۔

"عمدۃ الفقہ" میں بھی صراحت کے ساتھ یہی بات کہی گئی ہے:

"شریعت میں مسافر اس کو کہتے ہیں جو اتنی دور جانے کا ارادہ کر کے گھر سے نکلے جہاں تین دن میں پہنچ سکے" (عمدۃ الفقہ ۲/ ۴۱۰)۔

میری معلومات کے مطابق اس بارے میں کسی فقیہ یا امام سے یہ منقول نہیں ہے کہ مبدأ مسافت حدودِ شہر یا آبادی سے نکل جانے کے بعد معتبر ہوتا ہے، جن لوگوں کو اس سلسلہ میں غلط فہمی ہوتی ہے، اس کی بنیاد غالباً یہ ہے کہ انہوں نے آغازِ سفر اور حکمِ سفر کے درمیان فرق کو ملحوظ نہیں رکھا۔

## مبدأ احکام سفر یا مبدأ قصر وافطار:

شریعت اسلامیہ میں سفر شروع کر دینے کے بعد جس مقام سے جواز قصر صلوٰۃ وافطار صوم شروع ہوتا ہے، وہ جائے قیام کی آبادی سے خروج یا بیوت مصر یا عمران موضع اقامت سے تجاوز ہے۔ اس سلسلے میں کسی امام مجتہد وفقیہ سے کوئی اختلاف منقول نہیں، گویا یہ اجماعی مسئلہ ہے کہ جواز قصر وافطار گھر سے سفر شروع کرتے ہی نہیں ہو جاتا بلکہ اس کے لئے اپنے شہر اور جائے رہائش کی آبادی اور اس کی حدود وفنا اور ربضہ سے گزر جانا ضروری ہے، احادیث نبویہ، آثار صحابہؓ، کلام ائمہ اربعہ اور تصریحات فقہاء سے یہی ثابت ہوتا ہے۔

امام بخاری نے باب قائم کیا ہے: ''**باب يقصر إذا خرج من موضعه و خرج عليؓ فقصر و هويرى البيوت فلمارجع قيل له هذه الكوفة قال لاحتى ندخلها**''۔

مشہور اہل حدیث عالم مولانا وحید الزماں صاحب نے اس عبارت کا ترجمہ یہ کیا ہے:

(جب آدمی سفر کی نیت سے اپنی بستی سے نکل جائے تو قصر کرلے اور حضرت علیؓ (کوفہ سے) نکلے قصر کرنے لگے، ابھی کوفہ کے گھر دکھائی دیتے تھے جب لوٹ کر آئے تو لوگوں نے کہا یہ کوفہ آ گیا، انہوں نے کہا نہیں ہم قصر کرتے رہیں گے جب تک کوفہ میں داخل نہ ہوں) (تیسیر الباری ترجمہ شرح بخاری ۲/ ۱۲۷)۔

اس باب کے تحت امام بخاری نے یہ حدیث نقل فرمائی ہے:

"**عن أنسؓ قال: صليت الظهر مع النبي ﷺ بالمدينة أربعاً والعصر بذي الحليفة ركعتين**" (بخاری ۱/ ۱۴۸، قال الترمذی هذا حدیث صحیح، الترمذی ۱/ ۱۲۳)۔

(حضرت انس بن مالکؓ نے کہا کہ میں نے حضور ﷺ کے ساتھ مدینہ میں ظہر کی چار رکعتیں پڑھیں اور ذوالحلیفہ میں جا کر عصر کی دو رکعتیں پڑھیں)۔

علامہ وحید الزماں صاحب نے لکھا ہے:

اس حدیث سے یہ نکلا کہ مسافر اپنے شہر سے نکل جائے تو قصر شروع کرے جو باب کا

مطلب ہے (تیسیر الباری ۲/ ۱۲۸)۔

اس مسئلہ میں محدث جلیل محمد بن علی النیموی نے سب سے زیادہ واضح باب قائم کیا ہے "باب القصر إذا فارق البیوت" (قصر اس وقت سے جائز ہے جب آبادی کے گھروں سے جدا ہو جائے)۔ پھر اس باب کے تحت انہوں نے تین حدیث وآثار نقل کیے ہیں:

"عن أبی هریرةؓ قال سافرت مع رسول الله ﷺ و أبی بکر و عمر کلهم صلی من حین یخرج من المدینة إلی أن یرجع إلیها رکعتین فی المسیر و القیام بمکة" (رواہ ابویعلی والطبرانی وقال الہیثمی رجال أبی یعلی رجال صحیح، آثار السنن ۲/ ۶۴)۔

(حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ کے ساتھ سفر کیا، ان سب حضرات نے نماز قصر اس وقت سے پڑھنی شروع کی جب وہ مدینہ سے باہر نکل گئے، مدینہ واپسی تک سفر میں اور مکہ میں قیام کے دوران دو رکعتیں پڑھتے رہے)۔

۲-"عن أبی حرب بن أبی الأسود الدیلی أن علیا خرج من البصرة فصلی الظهر أربعاً ثم قال إنا لو جاوزنا هذا الخص لصلینا رکعتین" (رواہ ابن أبی شیبۃ و رواتہ ثقات، آثار السنن ۲/ ۶۴)۔

(حضرت ابوحرب بن ابی الاسود دیلی کی روایت ہے کہ حضرت علی بصرہؓ سے نکلے تو انہوں نے ظہر کی چار رکعتیں پڑھیں، پھر فرمایا کہ اگر ان جھگی جھونپڑیوں سے گزر جائیں گے تب ہم دو رکعتیں پڑھیں گے)۔

۳-"عن أبی عمرؓ أنه کان یقصر الصلوة حین یخرج من شعب المدینة و یقصر إذا رجع حتی یدخلها" (رواہ عبدالرزاق وإسنادہ لا بأس بہ، آثار السنن ۲/ ۶۴)۔

(حضرت ابن عمرؓ جس وقت مدینہ کی پہاڑیوں سے نکل جاتے تو قصر کرتے تھے اور واپسی میں بھی مدینہ میں داخل ہونے تک قصر کرتے تھے)۔

کثیر التالیفات اور وسیع المطالعہ علامہ عبدالحئی لکھنوی نے حضرت علیؓ کے مذکورہ بالا اثر

"أن علیاً خرج من البصرۃ" پر اپنے حاشیہ میں لکھا ہے:

"ھذا وقت جواز القصر" (التعلیق الممجد علی موطا محمد/ص ۱۲۹)۔

بصرہ کی جگی جھونپڑی سے نکلنے کے بعد قصر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ یہاں سے قصر جائز ہوجاتا ہے۔

امام محمدؒ نے اپنی موطا کی روایتوں کو نقل کرنے کے بعد تحریر فرمایا ہے:

"قال محمد: إذا خرج المسافر أتم الصلوۃ إلا أن یرید مسیرۃ ثلاثۃ أیام کوامل بسیر الإبل ومشی الأقدام فإذا أراد ذلک قصر الصلوۃ حین یخرج من مصرہ ویجعل البیوت خلف ظھرہ وھو قول أبی حنیفۃ" (موطا محمد/ ۱۲۹)۔

(امام محمد فرماتے ہیں کہ مسافر جب (گھر سے) نکلے تو نماز پوری پڑھے، لیکن جب مکمل تین دنوں کے سفر کا ارادہ ہو پیدل اور اونٹ کی سواری کی رفتار سے تو قصر صلوٰۃ کرے جس وقت اپنے شہر سے نکل جائے اور شہر کے مکانات اپنے پس پشت کرلے، یہی امام ابوحنیفہ کا قول ہے)۔

امام مالکؒ سے بھی یہی مضمون منقول ہے:

"قال یحي: قال مالک: لا یقصر الذی یرید السفر الصلوۃ حتی یخرج من بیوت القریۃ ولا یتم حتی یدخل أول بیوت القری أو یقارب ذلک" (موطا مالک/ص ۵۲)۔

(امام مالک کے خصوصی شاگرد یحیٰ فرماتے ہیں کہ امام مالک نے ارشاد فرمایا جو شخص سفر کا ارادہ کرے تو نماز قصر نہ کرے جب تک اپنی آبادی (گاؤں یا شہر) کے گھروں سے باہر نہ نکل جائے اور اتمام نہ کرے جب تک آبادی کے پہلے مکان میں داخل نہ ہوجائے یا اس کے قریب نہ پہنچ جائے)۔

امام نووی شافعی شارح مسلم حدیث مسلم کی شرح کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں:

"و أما ابتداء القصر من حين نفارق بنيان بلده أو خيام قومه إن كان من أهل الخيام، هذا جملة القول فيه وتفصيله مشهور في كتب الفقه، هذا مذهبنا و مذهب العلماء كافة" (شرح صحیح مسلم ۱/ ۲۴۲)۔

(بہر حال قصر کی ابتداء اس وقت سے ہوگی جب اپنے شہر کی عمارتوں یا اپنی قوم کے خیموں سے باہر نکل نہ جائے، اگر وہ خیموں میں رہنے والے لوگ ہوں، اس سلسلہ میں تمام قول کا خلاصہ یہی ہے اور اس کی تفصیل کتب فقہ میں موجود ہے اور یہی ہمارے شوافع اور تمام علماء کا مذہب ہے)۔

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نقل فرماتے ہیں:

"وفي المغني لابن قدامه: ليس لمن نوى السفر حتى يخرج من بيوت مصره: أو قريته و يخلفها خلف ظهره قال وبه قال مالك و الأوزاعي و أحمد و الشافعي و أبو إسحاق و أبو ثور" (اوجز المسالک الی موطا مالک ۲/ ۷۵)۔

(ابن قدامہ حنبلی کی "المغنی" میں ہے کہ قصر اس شخص کے لئے نہیں ہے جو سفر کا ارادہ کرے جب تک وہ اپنے شہر یا گاؤں سے نکل نہ جائے اور اس کو اپنے پیچھے نہ چھوڑے، امام مالک، اوزاعی، احمد، شافعی، ابو اسحاق اور ابو ثور یہی کہتے ہیں)۔

شیخ الحدیث یہ بھی نقل فرماتے ہیں:

"قال الزرقاني و هذا مجمع عليه: وقال الشوكاني قال ابن المنذر: أجمعوا على أن مريد السفر يقصر إذا خرج عن جميع بيوت القريه التي يخرج منها واختلفوا قبل الخروج من البيوت، مذهب الجمهور إلى أنه لابد من مفارقة جميع البيوت" (اوجز المسالک الی موطا مالک ۲/ ۷۴)۔

(علامہ زرقانی نے فرمایا کہ یہ متفق علیہ مذہب ہے اور علامہ شوکانی نے ابن المنذر سے نقل فرمایا ہے کہ اس بات پر اجماع ہے کہ سفر کا ارادہ کرنے والا اس وقت تک قصر نہیں کرسکتا جب

تک وہ جس گاؤں سے نکل رہا ہے اس کے تمام مکانات سے جدا نہ ہو جائے، البتہ گاؤں سے نکلنے سے پہلے کچھ اختلاف ہے، لیکن جمہور کا مسلک یہ ہےکہ قصر کے لئے تمام مکانات سے نکل جانا ضروری ہے)۔

فقہ حنفی کے تمام ارباب فتاوی، اصحاب متون اور ان کے سارے شراح اس بات پر متفق ہیں کہ قصر کا جواز شہر اور اس کے متعلقات کی پوری آبادی سے باہر ہو جانے کے بعد ہی شروع ہوتا ہے، یہی حکم صوم رمضان کے افطار کے سلسلے میں بھی ہے۔

**"رجل نوی السفر في رمضان وهو صائم فقبل أن یخرج من العمران أکل، علیه الکفارہ"** (فتاوی سراجیہ علی ہامش فتاوی قاضی خان ۱/۱۷۷)۔

(ایک شخص نے روزے کی حالت میں رمضان میں سفر کا ارادہ کیا تو آبادی سے باہر نکلنے سے پہلے اگر اس نے افطار کرلیا تو اس پر کفارہ بھی لازم ہے)۔

مذکورہ بالا تمام تفصیلات کا حاصل یہ ہے کہ مسافت سفر کی ابتدا تو اپنی رہائش گاہ اور جائے قیام سے ہو جائے گی، لیکن جواز قصر وافطار کے لئے اپنے شہر اور گاؤں اور اس سے متعلق پوری آبادی سے باہر نکلنا لازمی ہوگا۔

علامہ ابن عابدین شامی کی عبارت ہے: **"من خرج من عمارۃ موضع إقامته"** (شامی ۲/۱۰)۔

مفتی محمود حسن صاحب کی ''فتاوی محمودیہ'' (۲۰/ص ۴۱۲) کی عبارت ''وطن کے آخری مکان سے سفر کی مسافت شروع ہوگی'' کا بھی یہی مطلب ہے کہ شرعی سفر میں جہاں سے احکام سفر کی ابتدا ہوگی وہ وطن کا آخری مکان ہے، یعنی باعتبار نفاذ احکام سفر یہاں سے مسافت سفر شروع ہوگی۔

اس کی بہترین وضاحت علامہ ابن نجیم کی عبارت سے ہو جاتی ہے، جو انہوں نے ''کنز الدقائق'' کے متن ''**من جاوز بیوت مصرہ مریداً وسطاً ثلاثة أیام في بر أو بحر**

أوجبل قصر الفرض الرباعی" کی شرح میں تحریر فرمائی ہے:

**بیان للموضع الذی یبتدأ فیه القصر وشرط القصر ومدته وحکمه**

(البحر الرائق ۲/۲۲۶)۔

(اپنے شہر کے مکانات سے گزرنا یہ بیان ہے اس مقام کا جہاں سے قصر کی ابتدا ہوگی اور یہی بیان ہے جوازِ قصر کے شرط ہونے کا اور اس کی مدت اور اس کے حکم کا)۔

یعنی مبدأ مسافت سفر تو اپنی رہائش گاہ اور موضع اقامت سے خروج ہے اور مبدأ احکام مسافت سفر اپنے شہر کے آخری مکانوں سے نکل جانا ہے، جن ارباب علم نے اس فرق کو ملحوظ نہیں رکھا وہ اس غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے کہ مبدأ مسافتِ سفر اور مبدأ احکام سفر لازم وملزوم ہیں اور دونوں ایک ہی مقام **مفارقة من بیوت مصر و قریة یامجاوزة عمران موضع الاقامة** سے تعلق رکھتے ہیں، حالانکہ دونوں کی الگ الگ حیثیتیں ہیں اور مذکورہ بالا حوالجات کی روشنی میں یہ حقیقت خوب واضح ہوجاتی ہے کہ مبدأ مسافت سفر اپنا گھر اور مکان ہے اور جس مسافت سفر پر قصرِ نماز کا جواز ہوتا ہے اس کا مبدأ وطن کے آخری مکان سے آگے نکل جانا ہے۔

فتاوی دار العلوم دیو بند مکمل ومدلل فتویٰ ۲۲۹۰ کی درج ذیل عبارت:

''اگر گھر سے نکلنے کے وقت اس نے ارادہ کیا تھا کہ اس دورہ میں منتہائے سفر فلاں مقام ہے کہ جو اڑتالیس میل یا زیادہ جائے رہائش سے ہے تو قصر لازم ہے ورنہ نہیں''۔

مذکورہ بالا حقیقت کے اظہار پر شاہد عدل ہے، اگر یہ واقعہ نہ ہوتو لازم آئے گا کہ یہ اکابر مفتیان کرام گھر سے نکلتے ہی قصر وافطار کو جائز قرار دیں، حالانکہ ائمہ اربعہ بالخصوص حنفی ارباب فتاویٰ اور صاحب ''کفایۃ المفتی''، ''عمدۃ الفقہ'' اور فتاویٰ دار العلوم دیو بند وغیرہم میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں، جیسا کہ ماقبل گزر چکا ہے۔

## منتہائے مسافت سفر:

جہاں تک منتہائے مسافت سفر کا تعلق ہے جس میں قصر وافطار جائز ہوتا ہے، اس

سلسلہ میں اگر چہ علماء وفقہا کے بیس قول ذکر کئے جاتے ہیں، جیسا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی اور علامہ ابن منذر نے بیان کیا ہے، لیکن یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ اس مسئلہ میں کوئی تعیین وتحدید منقول نہیں ہے۔

**"قال ابن عبد البر فی الاستذکار: فذهب مالک والشافعی وأصحابهما والأوزاعی واللیث إلی أن الصلاة لا یقصرها المسافر إلا فی المسیرة الیوم التام بالبغل الحسن السیر وهو قول أحمد و إسحاق وقدره مالک بأربعة برد وثمانیة و أربعین میلا، وقال الشافعی والطبری ستة وأربعون میلا والأمر متقارب، وقال الکوفیون: الثوری والحسن بن صالح و شریک و أبوحنیفة وأصحابه لا یقصر المسافر إلا فی المسافة البعیدة المحتاجة إلی الزاد من الأفق إلی الأفق، قال سفیان وأبوحنیفة: أقل ذلک ثلاثة أیام لا یقصر مسافر فی أقل من مسیرة ثلاثة أیام"** (اوجز المسالک الی موطا مالک ۳/ ۷۰)۔

(کتاب استذکار میں ابن عبد البر مالکی کہتے ہیں کہ مالک، شافعی اور ان کے ماننے والے اور اوزاعی، لیث کا مذہب یہ ہے کہ مسافر نماز قصر نہیں پڑھ سکتا مگر ایک مکمل دن کے سفر میں جسے اچھے تیز رفتار خچر سے طے کیا جائے، یہی قول" احمد، اسحاق اور امام مالک کا ہے، اور امام مالک نے اس کی تعیین وتحدید چار برید سے کی ہے، جس کے اڑتالیس میل ہوتے ہیں، امام شافعی اور طبری نے اس کی تعیین چھیالیس میل سے کی ہے اور ان حضرات کی یہ تحدید ایک دوسرے سے قریب ہے جبکہ کوفی حضرات ثوری، حسن بن صالح، شریک اور امام ابوحنیفہ اور ان کے متبعین کہتے ہیں کہ مسافر دور دراز کے سفر میں ہی قصر کرسکتا ہے جس میں سامان سفر ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک ساتھ لے جانے کی ضرورت پڑتی ہو، سفیان اور ابوحنیفہ نے کہا کہ اس کی تحدید کم سے کم تین دن ہے، تین دنوں سے کم کے سفر میں مسافر قصر نہیں کرسکتا)۔

امام ابوحنیفہ نے اس تحدید وتعیین کی دلیل صحیح مسلم کی حدیث سے دی ہے:

"عن شریح بن ھانی قال: أتیت عائشةؓ أسألھاعن المسح علی الخفین فقالت: علیک بابن أبی طالب فاسأله فإنه کان یسافر مع رسول الله ﷺفسألناه فقال جعل رسول الله ﷺثلاثة أیام ولیالیھن للمسافر ویوماً و لیلة للمقیم" (صحیح مسلم ۱/ ۱۳۵)۔

(شریح بن حانی کہتے ہیں کہ میں عائشہؓ کے پاس مسح علی الخفین کا مسئلہ پوچھنے کے لئے آیا تو انہوں نے فرمایا کہ تم علی ابن ابی طالبؓ کے پاس جاؤ اور ان سے دریافت کرو، کیوں کہ وہ جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر کیا کرتے تھے، پس میں نے ان سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے مسافر کے لئے تین شب وروز اور مقیم کے لئے ایک دن ورات مقرر فرمایا ہے)۔

حضرت ابوبکرؓ سے بھی یہی حدیث صحیح سند سے مروی ہے۔ علامہ نیموی نے فرمایا:

"رواہ ابن جارود وآخرون و إسنادہ صحیح" (آثار السنن ۲/ ۶۳)۔

علامہ نیموی نے علی بن ربیعہ الوالبی کی حدیث عبداللہ بن عمرؓ سے "باب ما استدل به علی أن مسافته القصر ثلاثه أیام" کے تحت نقل کی ہے جو اوپر گزر چکی ہے۔

علامہ نیموی مزید لکھتے ہیں:

"وممایوافقه ما أخرجه ابن جریر علی ماذکرہ علي المتقی فی کنزالعمال عن عمرؓ قال: تقصرالصلوة فی میسرة ثلاث لیال" (تعلیق الحسن علی آثار السنن ۲/ ۶۳)۔

(حضرت علی متقی کی کنز العمال میں ابن جریر کی تخریج کردہ روایت سے بھی تین دنوں کی مسافت سفر کی تائید ہوتی ہے، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تین شب وروز کے سفر میں قصر کیا جائے گا)۔

"وعن إبراھیم بن عبد الله قال: سمعت سوید بن غفلة الجعفی یقول: إذا سافرت ثلاثاً فاقصر" رواہ محمد بن الحسن فی الحج و إسنادہ صحیح، آثار السنن ۲/ ۶۳)۔

(ابراہیم بن عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے سوید بن غفلہ سے سنا وہ فرماتے تھے جب تو تین دنوں کا سفر کرے تو قصر کیا کر)۔

علامہ عینیؒ عمدۃ القاری شرح بخاری میں لکھتے ہیں:

**"و إلى ثلاثة أيام، ذهب عثمان بن عفان و ابن مسعود و سويد بن غفله و الشعبي و النخعي و الثوري وابن حي و أبوقلابه و شريک بن عبد الله و سعيد بن جبير ومحمد بن سيرين و هو روايته عن عبدالله بن عمر"**

یعنی تین دنوں کی مسافتِ سفر کی تعیین صحابہ وتابعین کی ایک معتدبہ تعداد کا مسلک ہے، لیکن تین شب وروز کا یہ سفر ۲۴ گھنٹوں کا مسلسل سفر نہیں، بلکہ صبح سے زوال کے پہلے تک آسانی پیدل طے کرنے کا نام ہے اور اونٹ کی سواری سے سفر کا مطلب تیز رفتار سانڈنی سے سفر کرنا نہیں ہے، بلکہ دورِ نبوی اور دورِ صحابہ میں قافلے کے اونٹ جس رفتار سے چلتے تھے، اسی اونٹ کی سواری سے سفر کرنا مراد ہے، تیز رفتار گھوڑے یا ڈاک لے کر چلنے والی سواری سے تین دنوں کا سفر مراد نہیں (البحرالرائق ۲/ ۲۲۹)۔

ادھر ائمہ ثلاثہ کے یہاں مکمل ایک شب وروز کے سفر کو مسافت قصر کہا، وہ پیدل سفر نہیں بلکہ تیز رفتار خچر سے قطعِ مسافت مراد ہے، جس کی تعیین وتحدید ان تینوں ائمہ کرام کے یہاں چار برید سے کی گئی ہے اور چار برید کی مسافت کو ۱۶ فرسخ اور ۱۶ فرسخ کو بقدر ۴۸ میل قرار دیا گیا ہے۔

ادھر متاخرین حنفیہ نے امت کی آسانی اور سہولت کے پیشِ نظر مسیرۃ ثلاثۃ ایام کی تحدید ۲۱/ ۱۸ اور ۱۵ فرسخ سے کی ہے اس ۱۵/فرسخ کے قول پر اکثر ائمہ خوارزم کا فتویٰ ہے (البحرالرائق ۲/ ۲۲۸)۔

شروع میں امام مالک مسیرۃ یوم ولیلۃ کو ہی مسافت سفر قصر مانتے تھے، لیکن بعد میں غالباً بعض حضرات صحابہ کی تعیین وتحدید کو دیکھ کر انہوں نے بھی تحدید وتعیین کو راجح قرار دیا، حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے سفر ریم کو امام مالک نے چار برید قرار دیا، پھر ان کے مدینہ سے ذات النصب

کے سفر کو امام مالک نے چار برید فرمایا، پھر حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے سفرِ قصر کو جو مثل مابین مکہ و طائف وفی مثل مابین مکہ و عسفان وفی مثل مابین مکہ وجدہ کو امام مالک نے چار برید قرار دیتے ہوئے فرمایا:

"و ذلک أحب مایقصر فیه الصلوة إلي" (موطا مالک، ص ۵۲)۔

(اور جس مسافت سفر میں قصر ہو میرے نزدیک یہی چار برید ہے)۔

امام بخاری نے شب وروز کے سفر کو غالباً بقدر چار برید فرمایا، اسی واسطے "باب فی کم تقصر الصلوۃ" (کتنی مسافت میں قصر کرنا چاہئے) قائم کرکے "وسمی النبی ﷺ یوماً و لیلةً سفراً" (ایک شب وروز چلنے کو رسول اللہ ﷺ نے سفر کا نام دیا)۔ پھر حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور عبداللہ بن عباسؓ کا معمول نقل فرمایا:

"وکان ابن عمر و ابن عباس یقصران ویفطران فی أربعة برد وھی ستة عشر فرسخاً" (صحیح بخاری ۱/۱۴۷)۔

پھر اس کے بعد "لاتسافر المرأۃ ثلاثة أیام إلا مع ذی محرم" (کوئی عورت تین دنوں کا سفر نہ کرے مگر رشتہ دار محرم کے ساتھ) نقل فرمایا کہ غالباً سب میں توافق پیدا ہو۔ اور سفر یوم وثلاثہ کو چار برید اور سولہ فرسخ کے معمول صحابہؓ سے متعین فرمادیا، امام بخاری کے تراجم ابواب میں نکتہ آفرینوں کے پیش نظر یہ بات کہی جاسکتی ہے۔

اب غور کیا جائے کہ خلیفہ کے اصل مذہب میں اگر چہ مسافت سفر تین شب وروز کی معتبر ہے، لیکن اس کی شرائط اور اوصاف کو دیکھتے ہوئے ایک شب وروز کے تیز رفتار خچر کی سواری کے سفر کا موازنہ کیا جائے تو الفاظ کے فرق کے باوجود ایک ہی مقدار و مصداق پر دونوں جمع ہوجائیں گے، پھر جب اسے چار برید اور سولہ فرسخ اور اڑتالیس میل کے پیمانے میں سمیٹ لیا جائے اور دورِ جدید کی پیمائش کے اعتبار سے اس مسافت قصر کی تحدید وتعیین سوا سترّ کلومیٹر سے کی جائے، جیسا کہ تمام حنفی مفتیان کے فتاوی میں ہے تو اس کو نص صریح کے خلاف یا اس کے معارض یا

مذہب امام اعظم کے خلاف کیسے قرار دیا جا سکتا ہے، علامہ ابن نجیم نے فراسخ سے ائمہ خوارزم کی تحدید وتعیین اور ان کے فتوے کو جو مذہب امام اور نص صریح کے خلاف قرار دے کر تعجب کا اظہار کیا ہے (البحر الرائق ۲/ ۲۲۸)، اس کا جواب تو خود علامہ ابن عابدین شامی نے شیخ اسماعیل کے حوالہ سے دے دیا ہے:

**"یوخذ جوابه من قول الفتح - و کل من قدر بقدر منها اعتقد أنه مسيرة ثلاثة أيام - الخ"** (منحۃ الخالق علی البحر الرائق ۲/ ۲۲۹)۔

(اس کا جواب فتح القدیر میں علامہ ابن الہمام کے اس قول سے حاصل کیا جا سکتا ہے، جن حضرات نے بھی ان فراسخ اور میلوں سے جو اندازہ قائم کیا ہے انہوں نے دراصل یہ اعتقاد رکھتے ہوئے قائم کیا ہے کہ یہ تین شب وروز کی مسافت ہی کا اندازہ ہے۔

پھر یہ مذہب امام اعظم یا نص صریح کے خلاف کیسے ہو جائے گا، بلکہ اس تعیین وتحدید کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ ائمہ اربعہ اور فقہاء امت کی اکثریت ایک مرکز اتحاد پر جمع ہو جاتی ہے، جو خود فقہائے امت کی نظر میں مطلوب ومحبوب شئی ہے۔

عہد نبوی اور دور صحابہ میں آمد ورفت اور دور دراز کے اسفار اونٹوں کے قافلوں کے ذریعہ اور پیدل طے کئے جاتے تھے، اس لئے مسافت سفر کی تحدید عوام الناس تک کو معلوم تھی، لوگ پیدل چلنے کے عام طور پر عادی تھے، سفر کے فاصلوں کا انہیں عمومی تجربہ تھا، اسی لئے لسان نبوت پر **مسيرة يوم أويومين** اور **ثلاثة أيام** جاری ہوا، دور صحابہ میں اس کی تحدید شروع ہوئی اور برید اور فرسخ اور میل کے لفظوں میں فاصلوں کو ناپا جانے لگا، پھر بعد کے زمانوں میں اس میں مزید ترقی ہوئی اور میل کی پیمائش کی جانے لگی اور اس کا اندازہ ذراع سے قائم کیا جانے لگا، وقت کچھ اور آگے بڑھا تو اس میں اندازے کی باریکیاں پیدا ہوئیں، یہاں تک کہ ذراع کو قدموں پھر انگلیوں سے ناپا گیا اس میں مزید ترقی ہوئی تو خچر کی دم کے بالوں سے پیمائش کی گئی۔

فقہ مالکی کی کتاب ''المدونۃ الکبریٰ'' میں علامہ ابن القاسم نے لکھا:

"و البريد أربعة فراسخ و الفرسخ ثلاثة أميال و الميل ثلثة آلاف و خمسمأته ذراع و الذراع ستة و ثلاثون إصبعاً و الإصبع ست شعيرات وكل شعيرة ست شعرات من شعرا لبرذون و هو البغل" (المدونۃ بحوالہ اوجز المسالک الی موطا مالک ۲/۷۴)۔

(برید چار فرسخ اور فرسخ تین میل اور میل ساڑھے تین ہزار ذراع اور ذراع چوڑائی میں چھتیس انگلیاں اور انگلی چھ جو اور ہر جو خچر (کی دُم) کے چھ بالوں کے برابر ہے)۔

پھر موجودہ دور میں میل کو کلومیٹر اور اس کو گز اور سنٹی میٹر کے حساب سے ناپا گیا اور بات آگے بڑھی تو ہوا، فضا، ارض وسماء تک کی پیائش کرلی گئی، پوری دنیا سمٹ کر ایک گاؤں جیسی بن گئی، لوگ پیدل اور اونٹ اور بیل گاڑیوں کے ذریعہ سفر کی عادت کو بھول گئے، راستوں کی پیائش کے لئے دن اور رات میں پیادہ اور قدرتی سواری کے تخمینوں کے عرف و عادت سے ناواقف ہوگئے۔

ایسے دور میں مسافتِ سفر جاننے کے لئے عرف وعادت کو معیار بنانا معدوم کو موجود ماننے کے ہم معنی ہے، اس دور میں امام سرخسی ہوتے تو حالاتِ زمانہ کے تغیر کی رعایت سے: "لا معنى للتقدير بالفراسخ ...... وإنما التقدير بالأيام و المراحل و ذالک معلوم عند الناس فيرجع إليهم عند الا شتباه" (المبسوط ۱/۲۳۶) کی جگہ "والمعتبر في ذلک الميل و كلوميتر لأنهما معلومان عند الناس فيرجع إليهما عندالاشتباه" لکھتے۔

عرف وعادت کو معیار مسافتِ سفر بنانے میں جو انتشار وافتراق پیدا ہوگا، وہ خود مستقل دردِ سر بن جائے گا، اسی لئے اکابر علماء ومفتیانِ دیوبند کے فتاویٰ بابت مسافت سفر کو باعتبار میل یا کلومیٹر ہی راجح اور مسئلہ کا صحیح حل قرار دیا جانا مناسب اور ضروری ہے۔

مذکورہ بالا تمام تفصیلات کو سامنے رکھتے ہوئے درج ذیل سوالات کے جوابات عرض کرتا ہوں:

۱ – اس پر مسافت کے احکام جاری نہیں ہوں گے اور وہ نماز میں قصر نہیں کر سکتا۔

مفتی نظام الدین صاحب لکھتے ہیں:

''......................جن بڑے شہروں میں میلہا میل تک مسلسل محلے اور آبادیاں پھیلی ہوئی ہوں، جیسے بمبئی کلکتہ وغیرہ ان شہروں میں جب کوئی شخص موجودہ کیلومیٹر کے حساب سے سوا ستہتر کلومیٹر یا اس سے بھی زیادہ مسافت تک جانے کی نیت سے اپنے مقام سے چلے تو اس شہر کے تمام محلوں اور آبادیوں کے باہر جانے کے بعد بھی قصر شروع کرنے کا حکم دینا صحیح نہ ہوگا، مزاج شرع وشارع علیہ السلام کے خلاف ہوگا، بلکہ ایسے شہروں میں حکم شرع ان عبارات فقہیہ کی رو سے یہ ہوگا کہ اگر یہ ایسے محلّہ اور آبادی سے متصل اس کا فناء یا ربضہ ہوں تو اس فناء یا ربضہ سے باہر نکلنے کے بعد مسافر شمار کیا جائے گا، اور اگر آبادی سے اس کا فناء یا ربضہ متصل نہ ہو تو اس محلّہ کی آبادی سے باہر نکلتے ہی مسافر شمار ہو کر اس پر قصر فی الصلوٰۃ کا حکم متوجہ ہو جائے گا۔ الخ'' (نظام الفتاویٰ ص ۱۶۸ جلد ششم جز ءا)۔

۲ – ایسی صورت میں وہ قصر کرے گا۔

مفتی کفایت اللہ صاحب ہی کے حوالہ ''احکام مسافر'' (ص ۶۷) میں ہے: مسافت سفر سوا ستہتر کیلومیٹر کا شمار اپنے اس مقام سے ہوگا جہاں سے وہ سفر آغاز کر رہا ہے نہ کہ حدود شہر سے نکلنے کے بعد۔

☆☆☆

# مسافت سفر کی ابتداء پر ایک تحقیقی نظر

مفتی محمد نعیم اختر ندوی☆

سفر ان اسباب میں سے ایک ہے جن کی بنیاد پر شریعت مطہرہ نے متعدد قسم کی رخصتیں عطا کی ہیں، دوران سفر نماز کے اندر قصر ان ہی رخصتوں میں سے ایک ہے، اس سے دو باتیں ظاہر ہوتی ہیں: ایک یہ کہ شریعت کے احکام میں انسان کی استطاعت اور علمی قوت ہی کو پیش نظر نہیں رکھا گیا ہے، بلکہ آسانی اور سہولت بھی مقصود ہے، مشیت خداوندی کے تحت احکام شرع کو آسانی اور مبنی بر سہولت رکھا گیا ہے، قرآن اور سنت کی متعدد نصوص میں یہ صراحت موجود ہے اور رسول اللہ ﷺ کی سیرت میں کئی واقعات کے اندر آسانی اور سہولت کی راہ اپنانے کی ترغیب دی گئی ہے، سفر کے دوران نماز میں قصر کرنے کا حکم دیا گیا تو اس سے یہی سمجھا گیا کہ سفر کی مشقتوں کی وجہ سے یہ تخفیف دی گئی ہے، پھر عہد نبوی میں ہی جب امن و امان عام ہوگیا اور لوگوں کو سفر میں مشقت کا احساس باقی نہیں رہا تو یہ خیال پیدا ہوا کہ اب یہ حکم شاید باقی نہ رہے، **یعلی بن امیہ** کی روایت سے **مسلم شریف** کی یہ حدیث ملاحظہ کیجئے:

**"عن يعلى بن أمية: قلت لعمر بن الخطاب: ''فليس عليكم جناح أن تقصروا من الصلاة إن خفتم أن يفتنكم الذين كفروا''، فقد أمن الناس؟ فقال: عجبت مما عجبت منه، فسألت رسول الله ﷺ عن ذلك فقال: صدقة تصدق الله بها عليكم فاقبلوا صدقته"** (مسلم شریف، کتاب صلاۃ المسافرین، حدیث نمبر ۱۵۷۳)۔

☆ شعبۂ اسلامیات، مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی، حیدرآباد۔

(یعلی بن امیہ کہتے ہیں کہ میں نے عمر بن خطابؓ سے کہا: (قرآن میں ہے) ''**فلیس علیکم جناح...... کفروا**'' تو اب تو لوگ مامون ہو گئے ہیں؟ انہوں نے کہا: مجھے بھی اس پر تعجب ہوا جس پر تم کو تعجب ہوا تو میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کے بارے میں پوچھا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ ایک صدقہ ہے جس سے اللہ نے تم کو نوازا ہے تو اللہ کے صدقہ کو قبول کرو)۔

خوف فتنہ جاتے رہے اور امن وامان ہو جانے کے بعد عمر بن خطابؓ جیسے مزاج شناس احکام شریعت کو تعجب ہوا کہ حکم قصر اب کیوں باقی ہے، اس پر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ یہ اللہ کی جانب سے صدقہ ہے اسے قبول کرو۔

دوسری بات یہ سامنے آتی ہے کہ یہ رخصت اور حکم قصر سفر سے متعلق ہے، اس سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ کے ارشادات اور آپ ﷺ کے عمل کی جو تفصیل کتب حدیث میں محفوظ ہے، اس سے سفر کی تعریف، سفر کی مسافت کی تعیین اور مسافت سفر کے آغاز کے مقام کی تحدید جیسی باتوں کے بارے میں کوئی واضح اور متعین صراحت نہیں ملتی ہے، اور حقیقت تو یہ ہے کہ ایسے جزوی امور کی تحدید وتعیین مزاج شرع میں ہی نہیں ہے، چنانچہ شریعت کے بے شمار احکام ومسائل میں تعریفات، شرائط کی تفصیل اور اصطلاحی درجہ بندی جیسی چیزیں قرآن وسنت کے نصوص میں نہیں کی گئی ہیں، جو خود اس شریعت کے ہر زمانہ میں قابل عمل ہونے کے رازوں میں سے ایک راز ہے، فقہاء کرام اور مجتہدین عظام نے عوام الناس کی آسانی کے لئے یہ قابل رشک خدمات انجام دی ہیں۔

سفر میں قصر کے موضوع کی بابت تین نقطے قابل غور ہیں:

۱- سفر کی مسافت کیا ہے؟

اس سلسلہ میں کوئی روایت بہت صاف وصریح نہیں ہے، البتہ مختلف روایات کی روشنی میں فقہاء حنفیہ نے ۴۸ میل کی مقدار کو سفر کی معتبر مسافت قرار دیا ہے، یہ تحدید صرف تقریبی ہے

اور اس میں معتدل رفتار سے تین دن کے سفر کو بنیاد بنایا گیا ہے، اس لئے خود فقہائے حنفیہ کے نزدیک مختلف جغرافیائی علاقوں میں ۴۸ میل کی مسافت کو فتوی کے لئے اختیار کیا گیا ہے، یہ پہلو گرچہ ہمارے موضوع سے متعلق نہیں ہے، لیکن اس سے یہ اشارہ ضرور ملتا ہے کہ خود مسافت سفر کا مسئلہ بھی اجتہادی اور تقریبی ہے، اور ۴۸ میل کی تحدید کسی صریح نص پر مبنی نہیں ہے، اور اس نقطہ سے ہمیں مسئلہ زیر بحث میں کسی رائے تک پہنچنے میں مدد ملے گی۔

## ۲- احکام سفر کا آغاز کس جگہ سے ہوگا؟

یہ دوسرا نقطہ موضوع زیر بحث سے ایک حد تک متعلق ہے، اس سلسلے میں بھی بالکل صریح نص موجود نہیں ہے، البتہ بعض روایات سے اس مقام کی تعیین ہوتی ہے۔ اور فقہاء کرام کے یہاں تقریباً متفقہ صراحت ملتی ہے کہ احکام سفر پر عمل کا آغاز اس وقت ہوگا جب سفر پر نکلنے والا شخص اپنے شہر کی آبادی سے باہر نکل جائے، گویا وہ مقام جہاں سے احکام سفر کا نفاذ شروع ہوتا ہے وہ شہر یا بستی کا وہ آخری مقام ہے جہاں اس شہر اور بستی کی آبادی ختم ہوجاتی ہے، نبی کریم ﷺ کا یہ معمول نقل کیا گیا ہے کہ آپ ﷺ قصر کا آغاز اس وقت کرتے تھے جب مدینہ سے باہر نکل جاتے، ابن ماجہ میں حضرت ابن عمرؓ کی روایت کے الفاظ ہیں:

"كان رسول الله ﷺ إذا خرج من هذه المدينة لم يزد على ركعتين حتى يرجع إليها" (ابن ماجہ، حدیث نمبر ۱۰۶۶)۔

(رسول اللہ ﷺ جب اس مدینہ سے نکل جاتے تو دو رکعت سے زیادہ نماز نہ پڑھتے، یہاں تک کہ مدینہ لوٹ آتے)

اور علامہ ابن قدامہ نے المغنی میں لکھا ہے:

"وقد روي على النبي ﷺ أنه كان يبتدئ القصر إذا خرج من المدينة" (المغنی ۳؍۱۱۲ دار عالم الکتب، ۱۹۹۷)۔

(نبی کریم ﷺ کی بابت مروی ہے کہ آپ ﷺ قصر اس وقت شروع کرتے تھے

جب مدینہ سے نکل جاتے)۔

ابن المنذر نے اہل علم کا اتفاق اس مسئلہ پر نقل کیا ہے کہ قصر کا آغاز اس وقت ہوگا جب سفر پر روانہ ہونے والا شخص بستی کے گھروں سے باہر نکل جائے، ابن قدامہ نے ابن المنذر کا یہ اقتباس یوں نقل کیا ہے:

"قال ابن المنذر: أجمع كل من نحفظ عنه من أهل العلم أن الذي يريد السفر أن يقصر الصلاة إذا خرج من بيوت القرية التي يخرج منها" (المغنی ۳/۱۱۲)۔

(ابن المنذر نے کہا: جن اہل علم کی بات ہم تک پہنچی، ان سب کا اتفاق ہے کہ جو شخص سفر کا ارادہ کرے وہ نماز میں قصر اس وقت کرے گا جب وہ اس گاؤں کے گھروں سے باہر نکل جائے جہاں سے وہ جارہا ہے۔

ابن المنذر نے اس مسئلہ پر جو اجماع نقل کیا ہے اس کی تفصیل اور اس کے اختلاف عمل کی مثال صاحب المغنی کے درج ذیل اقتباس میں دیکھئے:

"جملته أنه ليس لمن نوى السفر القصر حتى يخرج من بيوت قريته و يجعلها وراء ظهره، و هذا قال مالک و الشافعي و الأوزاعي وإسحاق و أبوثور وحكى ذلک عن جماعة من التابعين، و حكى عن عطاء و سليمان بن موسى أنهما أباحا القصر في البلد لمن نوى السفر، و عن الحارث بن أبي ربيعة أنه أراد سفراً فصلى بهم في منزله ركعتين و فيهم الأ سود بن يزيد و غير واحد من أصحاب عبد الله" (المغنی ۳/۱۱۱ حوالہ سابق)۔

(حاصل یہ ہے کہ جس کی سفر کی نیت ہو وہ قصر اسی وقت کرے گا جب وہ اپنے گاؤں کے گھروں سے نکل جائے اور انہیں اپنے پیچھے چھوڑ دے، یہی رائے مالک، شافعی، اوزاعی، اسحاق اور ابوثور کی ہے، تابعین کی ایک جماعت سے یہی مروی ہے، اور عطاء اور سلیمان بن موسی سے مروی ہے کہ ان دونوں نے سفر کی نیت کرنے والے کو شہر کے اندر قصر کی اجازت دی اور

حارث بن ابی ربیعہ کی بابت مروی ہے کہ جب انہوں نے سفر کا ارادہ کیا تو اپنے گھر میں نماز دو رکعت پڑھائی اور نماز پڑھنے والوں میں اسود بن یزید اور ایک سے زائد شاگردان عبد اللہ بن مسعود شامل تھے)۔

علامہ نووی نے بھی "المہذب" پر اپنی شرح "المجموع" میں یہی اختلاف خود ابن المنذر کے حوالہ سے نقل کیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

"ولا يقصر قبل مفارقتها إن فارق منزله، وبهذا قال مالک و أبو حنيفه و أحمد و جماهير العلماء، و حکی ابن المنذر عن الحارث بن أبی ربيعه أنه أراد سفراً فصلی بهم رکعتين فی منزله و فيهم الأسود بن يزيد و غير واحد من أصحاب ابن مسعود، قال و روينا معناه عن عطاء و سليمان بن موسى" (المجموع ۵۹۹/۴، دارالفکر)۔

(گاؤں کی جدائی سے قبل قصر نہیں کرے گا خواہ اپنے گھر سے جدا ہو چکا ہو، اسی کے قائل ابو حنیفہ، مالک، احمد اور جمہور علماء ہیں، ابن المنذر نے حارث بن ابی ربیعہ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ انہوں نے سفر کا ارادہ کیا تو لوگوں کو اپنے گھر میں دو رکعت نماز پڑھائی اور ان میں اسود بن یزید اور کئی تلامذۂ عبداللہ بن مسعود تھے، وہ کہتے ہیں: اور اسی مفہوم کو ہم نے عطاء اور سلیمان بن موسیٰ سے روایت کیا ہے)۔

ان اقتباسات کا خلاصہ یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد، امام اوزاعی، امام اسحاق، امام ابوثور اور تابعین کی ایک جماعت کی متفقہ رائے ہے کہ احکام سفر پر عمل کا آغاز اس وقت ہوگا جب سفر کرنے والا شخص بستی کی آبادی سے باہر نکل جائے، البتہ عطاء اور سلیمان بن موسیٰ نے شہر کے اندر سے ہی قصر کا آغاز کر دینے کی اجازت دی اور حارث بن ربیعہ نے سفر کا ارادہ کرنے کے بعد اپنے گھروں کے اندر ہی قصر نماز پڑھائی اور ان کے ساتھ عبد اللہ بن مسعود کے احباب و تلامذہ میں سے اسود بن یزید اور کئی دوسرے تلامذہ نے نماز پڑھی، بہر حال

فقہاء کا اتفاق اسی پر ہے کہ جس شہر یا بستی میں وہ رہ رہا ہے، سفر کا ارادہ کر کے جب وہ اپنے سفر کی سمت میں پوری آبادی سے باہر نکل جائے گا، جب ہی قصر کا آغاز کرنا درست ہوگا۔

معاصر فقیہ و عالم علامہ وہبہ زحیلی نے فقہاء کا یہ اتفاق ان الفاظ میں نقل کیا ہے:

"اتفق الفقهاء على أن أول السفر الذي يجوز به القصر و نحوه هو أن يخرج المسافر من بيوت البلد التي خرج منها و يجعلها وراء ظهره أويجاوز العمران من الجانب الذي خرج منه و إن لم يجاوزها من جانب آخر" (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۲/ ۳۳۱ دار الفکر دمشق)۔

(فقہاء کا اتفاق ہے کہ اول سفر جہاں سے قصر وغیرہ جائز ہوتا ہے، یہ ہے کہ مسافر اپنے شہر کے گھروں سے نکل جائے اور انہیں اپنے پیچھے چھوڑ دے، یا جس جانب شہر سے وہ نکل رہا ہے اس جانب کی آبادی سے باہر چلا جائے، خواہ دوسری جانب کی آبادی سے آگے نہ بڑھا ہو۔

## ۳- مسافت سفر کی ابتدا کس جگہ سے ہوگی؟

موضوع زیر بحث کا یہی نقطہ آج کا سوال بھی ہے، یعنی اگر شریعت کی نظر میں مسافر وہ شخص ہے جو کم از کم ۴۸ میل کی مسافت تک جانے کا ارادہ رکھتا ہو اور ایسے ہی شخص کو سفر کی شرعی سہولیات سے استفادہ کا استحقاق ہوگا تو ۴۸ میل کی مسافت کے شمار کی ابتدا کہاں سے ہوگی؟ کیا بستی یا شہر کے باہر سے مسافت ناپنے کی ابتداء ہوگی، یا بستی اور شہر کے اندر جس جگہ اس شخص کا گھر اور رہائش ہے اس رہائش سے ہی مسافت ناپی جائے گی؟ اس سوال کے جواب میں نصوص کے اندر تو صراحت ہے ہی نہیں، فقہاء کرام کی عبارت بھی اس سے تقریباً خاموش ہیں، اس خموشی کے پیچھے دو اسباب بظاہر سمجھ میں آتے ہیں: اول یہ کہ نصوص میں خود سفر کی مسافت کی میلوں اور گزوں میں جب تحدید نہیں ملتی اور اس کو ڈھیلا ڈھالا اور لوگوں کے عرف و رواج پر رکھا گیا تو مسافت سفر کے آغاز کا مسئلہ تو اس کے تابع کی حیثیت رکھتا ہے، اس کی تحدید کیونکر موجود ہوگی، دوم یہ کہ پہلے بستیوں اور شہروں کا مجموعی رقبہ بہت بڑا نہیں ہوا کرتا تھا، اس لئے شہر اور بستی کے اندر اس شخص کے

اپنے گھر اور شہر وبستی کی آخری آبادی کے درمیان کوئی قابل لحاظ دوری نہیں ہوتی تھی اور یہ بات قابل فہم تھی کہ جب سفر کے احکام پر عمل کی ابتداء شہر کی آبادی سے نکل کر ہوتی ہے تو مسافت سفر کی ابتداء بھی شہر اور بستی کی آبادی کے اختتام سے ہوگی، یعنی مسافت سفر کی ابتداء اور حکم سفر کی ابتداء دونوں ایک ہی مقام سے ہوگی اور وہ مقام شہر کی آبادی کی انتہاء ہے۔

لیکن جب سے بڑے شہروں کا مجموعی رقبہ بے انتہاء بڑا ہونے لگا اور یہ شہر مسلسل پھیلتے جارہے ہیں، یہاں تک کہ سفر کی پوری ایک مسافت سے بھی بڑے حجم اور رقبہ ایک شہر کی حدود کے اندر سمانے لگے ہیں، تب یہ سوال فطری طور پر اٹھتا ہے کہ سفر کی مسافت کا آغاز کہاں سے کیا جائے؟

فرض کیجئے! ایک شخص ایک بڑے شہر کے مشرقی حصہ میں رہتا ہے، اس کے گھر سے مشرقی سمت میں آبادی کی انتہا تو بہت زیادہ دور نہیں ہے، لیکن مخالف سمت یعنی مغربی سمت میں شہر اتنی دور تک آباد ہے کہ مغربی سمت میں آبادی کے اختتام تک اس کے گھر سے فاصلہ ۴۸ میل سے زیادہ ہوجاتا ہے، اب یہ شخص اپنے گھر سے اس ارادہ سے نکلتا ہے کہ اسے کسی کام سے شہر کے مغربی حصہ کی آخری آبادی کے پاس جانا ہے، یا مغربی سمت میں ہی شہر کی آبادی سے باہر تھوڑی ہی دور، اس صورت میں وہ شہر کی آبادی کے اختتام سے تو کچھ ہی فاصلہ پر جاتا ہے، لیکن اپنے گھر سے ۴۸ میل سے زائد کی مسافت طے کرتا ہے، ان دونوں مثالوں میں اگر مسافت سفر کی ابتدا اس کے گھر سے کی جائے تو وہ مسافر قرار پائے گا کیونکہ وہ ۴۸ میل کی شرعی مسافت کے ارادہ سے نکل رہا ہے، اور اگر شہر کی آخری آبادی سے مسافت کی ابتداء شمار کی جائے تو پہلی مثال میں وہ شہر کے اندر ہی ہے اور دوسری مثال میں وہ شہر سے باہر جارہا ہے، لیکن تھوڑے فاصلہ پر جو آبادی کے اختتام سے ۴۸ میل کا فاصلہ نہیں ہے، لہذا وہ شخص دونوں مثالوں میں مسافر قرار نہیں پائے گا۔

اس سوال پر غور کرتے وقت ہمارے سامنے اس موضوع کے ابتدائی دونوں نقطے آتے

ہیں: یعنی خود مسافت سفر کی تحدید کی کیا حیثیت ہے؟ اور کیا احکام سفر پر عمل کی ابتداء شہر سے باہر جا کر ہی ہوگی؟

پہلے نقطہ کے بارے میں یہ بات گذری کہ یہ تحدید صرف تقریبی ہے اور اس کے پیچھے بنیاد تین دن کے سفر کی مسافت ہے، اور یہ مسافت جغرافیائی فرق کے لحاظ سے علاحدہ علاحدہ ہو سکتی ہے، اس میں بھی اس علاقہ کا عرف فیصل قرار پائے گا، یہاں یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ شریعت نے قصر کی رخصت کا حکم سفر کے لیے دیا ہے، لہذا سفر کی کیفیت کی موجودگی ضروری ہے۔

جہاں تک احکام سفر کے آغاز کے مقام کا تعلق ہے تو گذشتہ سطور میں فقہاء کا یہ اتفاق نقل ہوا کہ یہ مقام شہر کی آبادی کا اختتام ہے، لیکن اس نقطہ میں دو پہلو توجہ طلب ہیں: ایک یہ کہ عطاء، سلیمان بن موسیٰ اور حارث بن ربیعہ کے علاوہ خود عبداللہ بن مسعود کے شاگردوں میں اسود بن یزید کے بشمول ایک سے زائد تلامذہ کی رائے یا عمل یہ موجود ہے کہ سفر کا ارادہ کرنے والا شہر کے اندر قصر کا آغاز کر سکتا ہے، اس کے حوالے پیچھے گذر چکے ہیں، روزہ نہ رکھنے کی سہولت بھی سفر میں دی گئی ہے، اور اس مسئلے میں بھی بظاہر یہی مفہوم ہوتا ہے کہ آبادی سے نکلنے کے بعد ہی اس اجازت پر عمل کی گنجائش ہوگی، لیکن دو صحابی رسولؐ، ابو بصرۃ الغفاریؓ اور انس بن مالکؓ کا عمل یہ منقول ہے کہ انہوں نے سفر کا ارادہ کرنے کے بعد آبادی یا گھر کے اندر اس رخصت پر عمل کیا اور فرمایا کہ یہی سنت رسول ﷺ ہے۔ دونوں روایات ملاحظہ کیجئے، ابوداؤد میں ہے:

"قال جعفر ابن جبر قال: كنت مع أبي بصرة الغفاري صاحب رسول الله ﷺ في سفينة من الفسطاط في رمضان فرفع ثم قرب غداؤه، قال جعفر في حديثه، فلم يجاوز البيوت حتى دعا بالسفرة قال اقترب، قلت: ألست ترى البيوت؟ قال أبو بصرة: أترغب عن سنة رسول الله ﷺ، قال جعفر في حديثه فأكل" (ابوداؤد، الصیام، حدیث نمبر ۲۴۱۲)۔

(جعفر ابن جبر کہتے ہیں: میں صحابی رسولؐ ابو بصرہ غفاری کے ساتھ ماہ رمضان میں

فسطاط کے سفینہ میں تھا، تو پڑاؤ اٹھایا گیا پھر دن کا کھانا لایا گیا، جعفر اپنی حدیث میں کہتے ہیں، ابھی گھروں سے باہر نہیں نکلے تھے کہ انہوں نے دستر خوان طلب کیا اور کہا قریب آؤ، میں نے کہا: کیا ابھی گھر نظر نہیں آرہے ہیں؟ ابو بصرۃ نے فرمایا: کیا تم رسول اللہ ﷺ کی سنت سے ہٹ رہے ہو، جعفر اپنی حدیث میں کہتے ہیں: پھر انہوں نے کھایا)۔

سنن ترمذی کی حدیث ہے:

**"عن محمد بن كعب أنه قال: أتيت أنس بن مالك في رمضان و هو يريد سفراً وقد رحلت له راحلة ولبس ثياب السفر فدعا بطعام فأكل فقلت له: سنة؟ فقال: سنة، ثم ركب"** (ترمذی، الصوم، حدیث نمبر ۷۹۹)۔

(محمد بن کعب سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں ماہ رمضان میں حضرت انس بن مالکؓ کے پاس آیا وہ سفر پر نکلنے والے تھے، سامان سفر لاچکے تھے اور سفر کے کپڑے پہن چکے تھے، انہوں نے کھانا منگوایا اور کھایا، میں نے پوچھا: کیا یہ سنت ہے؟ فرمایا: یہ سنت ہے، پھر سوار ہو گئے)۔

ان دونوں روایات میں روزہ نہ رکھنے کی رخصتِ سفر پر عمل جب آبادی سے باہر نکل جانے سے قبل اور گھر کے اندر کیا گیا تو دیکھنے والے کو اس عمل پر تعجب ہوا اور انہوں نے صحابی رسول سے استفسار کیا جس پر ہر دو اصحاب رسول ﷺ نے بتایا کہ یہی سنت رسول ﷺ ہے۔

دوسرا توجہ طلب پہلو یہ ہے کہ آج شہر کے پھیلاؤ اور وسعت کی وجہ سے جو مسئلہ پیدا ہوا ہے وہ نئی صورت حال ہے، ظاہر ہے کہ اس صورت حال پر آج کے حالات میں ہی غور کرنا ہوگا، پہلے جب شہر چھوٹے تھے تب شہر کے اختتام آبادی سے مسافت سفر ناپنے میں کوئی دشواری یا غور کے قابل کوئی امر نہیں تھا، باجود اس کے ایسی رائے موجود ہے کہ چھوٹے شہر میں ہی حکم سفر پر عمل کیا گیا، جس سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ آبادی کے اندر اپنے گھر سے نکلنے کو ہی آغاز سفر سمجھا گیا ہوگا، لیکن ایسا جبکہ شہروں کا رقبہ اس قدر بڑا ہو گیا ہے، ان بڑے شہروں کو چھوٹے شہروں کے مماثل

مانتے ہوئے پوری آبادی سے باہر نکل کر ہی حکم سفر پر عمل اور مسافت سفر کی ابتدا شمار کرنے کی صورت میں بہت سے ایسے لوگوں کے لئے سفر کا حکم ثابت نہیں ہوگا جو واضح طور پر مسافت سفر کی مفتی بہ مقدار یعنی ۴۸ میل سے زائد کا سفر کر رہے ہیں۔

یہاں دیکھنے اور غور کرنے کی ایک اہم بات یہ بھی ہے کہ سفر میں قصر کی رخصت آسانی کے لئے دی گئی ہے اور آسانی بھی اتنی کشائش والی کے سفر آرام دہ اور پر امن ہوجانے کے بعد بھی یہ رخصت باقی رکھی گئی ہے، بلکہ رسول اکرم علیہ السلام نے اسے اللہ کی جانب سے صدقہ بتا کر اسے قبول کرنے کا حکم مرحمت فرمایا، ان بڑے شہروں میں اگر ایک شخص ۴۸ میل یا اس سے زائد مسافت کا سفر کرتا ہے تو خواہ وہ اس مسافت کو قطع کرنے کے بعد بھی شہر کی حدود کے اندر رہو یا شہر کی آبادی سے باہر کچھ فاصلہ پر پہنچا ہو، کیا اس مسافت کو طے کرنے میں وہ سفر کی مشقتوں سے دوچار ہوتا ہے یا نہیں؟ غور کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ شہروں کے اندر جو گہما گہمی، بھیڑ بھاڑ، بدامنی، مختلف علاقوں کے لوگوں کے آباد ہوجانے کی وجہ سے اجنبیت کی فضاء پائی جاتی ہے، پھر ان بڑے شہروں کے اندر آمد و رفت دشوار ہوتی جارہی ہے، ایک مقام سے دوسرے مقام پر پہنچنا وقت اور دیر طلب ہی نہیں جوکھم بھرا بنتا جارہا ہے، ایک محلّہ سے نکل کر شہر کے ہی دوسرے محلّہ میں پہنچ کر وہ انسان بالکل اجنبی اور غیر ہوجاتا ہے، نہ اسے لوگ جانتے ہیں اور نہ وہ دوسرے محلّہ کے لوگوں کو بلکہ بسا اوقات جائے وقوع کی تفصیل سے بھی آگاہ نہیں ہوتا ہے، ایسی صورت حال میں کیا ۴۸ میل کی مسافت قطع کرنے والا داخل شہر رہ کر بھی سفر کے احساس اور اس کے مزہ سے آشنا نہیں ہورہا ہے؟ لگتا تو ایسا ہے کہ بستی و گاؤں اور چھوٹے شہر سے نکل کر دوسرے شہر جانے والے شخص کو آج کے حالات میں ان نفسیاتی، ذہنی اور واقعاتی مشکلات سے دوچار نہیں ہونا پڑتا ہے، جن سے بڑے شہروں کے لوگ دوچار ہورہے ہیں۔

پھر سوال یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ موجودہ رجحان میں شہروں کی حد مقرر نہیں ہے، بڑے شہر بڑھتے ہی جارہے ہیں، مثال کے طور پر دہلی شہر اپنے آپ میں بڑا شہر ہے، لیکن اب یہ اطراف

میں اس قدر پھیلنے کے منصوبہ پر گامزن ہے کہ قرب وجوار کے کئی اضلاع اس میں سماجائیں گے، اسی طرح حیدرآباد ایک بڑا شہر ہے، لیکن اب وہ حیدرآباد اعظم (Greater Hyderabad) بنایا جارہا ہے، میونسپلٹی اسی نام سے وجود میں آچکی ہے، اس بڑے شہر میں اطراف کے متعدد اضلاع سمارہے ہیں۔ اور اس منصوبہ کے مطابق چاروں طرف مسلسل اورمتواتر آبادی بڑھ رہی ہے، سوال یہ ہے کہ شہر کی آخری حد کسے قرار دیا جائے؟ اور اس قدر پھیلتے شہروں کے لوگوں کے لئے لمبی لمبی مسافتوں کو قطع کرنے میں شریعت کی رخصت سے استفادہ کی کیا صورت ہو؟ واضح رہے کہ اطراف کے اضلاع کے لوگ شہر آکر مسافر ہوئے تھے، اب شہر ان تک ضرور پہنچ گیا ہے، لیکن وہ اب بھی اسی دوری پر آباد ہیں اور پہلے کی بہ نسبت زیادہ مشقتوں بھرا سفر کرتے ہیں۔

اس پس منظر میں دور حاضر کے وسیع النظر مفتی مولانا نظام الدین صاحب اعظمیؒ کا وہ جواب بڑا چشم کشا ہے جو نظام الفتاوی جلد ششم جزء اول کے حوالہ سے اکیڈمی کی جانب سے بھیجی گئی مولانا مرغوب احمد لاجپوری کی تحریر میں درج ہے کہ: ''ان عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جن بڑے شہروں میں میلہا میل تک مسلسل محلے اور آبادیاں پھیلی ہوئی ہوں، جیسے بمبئی، کلکتہ، وغیرہ، ان شہروں میں جب کوئی شخص موجودہ کیلومیٹر کے حساب سے سو اسّی کلومیٹر یا اس سے بھی زیادہ مسافت تک جانے کی نیت سے اپنے مقام سے چلے تو اس شہر کے تمام محلوں اور آبادیوں کے باہر جانے کے بعد ہی قصر شروع کرنے کا حکم دینا صحیح نہ ہوگا مزاج شرع وشارع علیہ السلام کے خلاف ہوگا، بلکہ ایسے شہروں میں حکم شرع ان عبارات فقہیہ کی رو سے یہ ہوگا کہ اگر ایسے محلّہ اور آبادی سے متصل اس کا فناء یا ربضہ ہوں تو اس فنا یا ربضہ سے باہر نکلنے کے بعد مسافر شمار ہوجائے گا اور اگر کسی آبادی سے اس کا فناء یا ربضہ متصل نہ ہوتو اس محلّہ کی آبادی سے باہر نکلتے ہی مسافر شمار ہوکر اس پر قصر فی الصلوۃ کا حکم متوجہ ہوجائے گا''۔

مزاج شرع وشارع علیہ السلام کے مطابق مفتی نظام الدین صاحب اعظمیؒ کا یہ فتوی آج کے سوال کا جواب ہے، کیونکہ ۸۰ کیلومیٹر اور سو کیلومیٹر تک کی مسافت کا سفر کرنے والا اور

موجودہ دشواریوں ومشقتوں سے پرسفر کرنے والا شخص صرف اس بنیاد پر شریعت کی رخصت سے محروم رہے کہ شہر پہلے چھوٹا تھا اور اب پھیل گیا، یقیناً مزاج شرع وشارع علیہ السلام کے ہم آہنگ محسوس نہیں ہوتا، سوال یہ بھی ہے کہ آج کی دنیا میں انسانی آبادی بڑھتی جارہی ہے، شہر اور قصبے ہی نہیں چھوٹے گاؤں بھی پھیلتے جارہے ہیں، دو آبادیوں کے درمیان کے خالی علاقے آبادیوں سے بھرتے جارہے ہیں، کیا اگر کسی مقام پر یکے بعد دیگرے متعدد شہروں کی آبادیاں ایک دوسرے سے ملتی چلی جائیں، باغات وکھیت ختم ہوتے جائیں قبرستان اور پارک وغیرہ آبادیوں کے بیچوں بیچ آجائیں، عیدگاہیں شہر سے باہر نہیں بلکہ محلوں میں شمار ہونے لگیں، تو کس حد سے نکلنے والے شخص کے لئے مسافرت کے احکام جاری ہوں گے؟ واضح رہے کہ یہ باتیں تصوراتی نہیں بلکہ شہروں کی حقیقت بنتی جارہی ہیں، ایسی صورت میں مزاج شرع یقیناً یہی محسوس ہوتا ہے کہ محلے کو بنیاد بنایا جائے اور محلے کی آبادی سے باہر نکلنے پر حکم سفر متوجہ ہوجائے اور محلّہ کی آبادی سے ہی مسافت سفر ناپی جائے۔

یہی رائے جو اوپر نقل کی گئی راجح اور مزاج شرع کے قریب محسوس ہوتی ہے، لہذا اگر بڑے شہروں میں محلّہ سے متصل فناء یا ربضہ ہے تو اس سے باہر نکلنے پر اور فناء و ربضہ نہیں ہے تو محلّہ کی آبادی سے باہر نکلنے پر احکام سفر کا نفاذ ہوگا، اور محلّہ کی آبادی کے اختتام سے مسافت سفر ناپی جائے گی، اس رائے کے مطابق اکیڈمی کے دونوں سوالات کے جوابات یوں ہوں گے:

الف- جو شخص اپنے محلّہ کی آبادی کے اختتام سے ۴۸ میل کا فاصلہ طے کرنے کا ارادہ سے نکلے وہ مسافر کہلائے گا، خواہ وہ اس فاصلہ کو طے کرنے کے بعد بھی شہر کی حدود کے اندر ہی ہو اور وہ اپنے محلّہ کی آبادی سے باہر نکلنے کے بعد نماز میں قصر کرے گا۔

ب- اگر وہ شہر کی انتہائی حدود سے ۴۸ میل سے کم فاصلے کا سفر کررہا ہے، لیکن یہ مسافت اس کے محلّہ کے اختتام سے ۴۸ میل یا اس سے زائد ہو تو وہ شرعاً مسافر ہوگا اور محلّہ کی آبادی سے نکلنے کے بعد وہ نماز میں قصر کرے گا۔

اس رائے کی بنیاد درج ذیل امور ہیں:

(الف) شریعت نے احکام رخصت یسر وسہولت کے لئے دیئے ہیں، زیر بحث مسئلہ میں ۴۸ میل کی مسافت طے کرنے والا اگر احکام رخصت سے محروم ہے تو وہ شریعت کی عطا کردہ یسر وسہولت سے محروم ہوجاتا ہے۔

(ب) مسافر کے لئے قصر فی الصلوۃ اور افطار صوم کے احکام اس کو جس مشقت سے بچانے کے لئے دیئے گئے ہیں، بڑے شہروں میں اتنی مسافت قطع کرنے والا اس سے زائد مشقتوں سے دوچار ہوتا ہے، لہٰذا وہ مستحق یسر ہے۔

(ج) مسافت سفر کے آغاز کی تحدید سراسر عرفی چیز ہے، آج کے عرف میں شہر ایک دوسرے سے متصل ہوتے جارہے ہیں، ایسے میں ایک بڑا محلّہ ہی ایک ایسی آبادی قرار پاتا ہے جو قدیم دور کے ایک شہر یا ایک گاؤں کی مانند ہے اور اسی لئے بڑے شہروں میں اسمبلی کے الیکشنوں کے لئے بھی ایسے ہی کسی بڑے محلّہ کی آبادی کو ایک حلقہ تسلیم کیا جاتا ہے، اس لئے محلّہ کی آبادی کو بنیاد بنانا عرف کے مطابق محسوس ہوتا ہے۔

(د) اس رائے کی تائید بعض صحابہ وتابعین کے عمل اور ان کی آراء سے بھی ہوتی ہے جن کا تذکرہ پچھلے صفحات میں کیا گیا ہے۔

(ھ) اس رائے کی تائید علامہ ابن قدامہ کی اس عبارت سے بھی ہوتی ہے جس میں وہ لکھتے ہیں:

**"وإن كان للبلد محال كل محلة منفردة عن الأخرى كبغداد فمتى خرج من محلته أبيح له القصر إذا فارق محلته"** (المغنی ۳/۱۱۳ حوالہ سابق)۔

(اور اگر شہر کے اندر کئی محلے ہوں اور ہر محلّہ دوسرے محلّہ سے جدا ہو، جیسے بغداد ہے تو جب وہ اپنے محلے سے نکل جائے گا تو اس کے لئے اپنے محلے سے جدا ہوتے ہی قصر درست ہوجائے گا)۔

یہاں قابل غور ہے کہ بغداد کے پورے شہر سے باہر نکلنے کوضروری نہیں قرار دیا گیا، بلکہ محلے جو علاحدہ علاحدہ آباد ہیں، ان میں ایک محلّہ سے نکلنے کو کافی قرار دیا گیا، اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت بغداد شہر کے اندر محلے علاحدہ علاحدہ آباد تھے اور ایک دوسرے سے متصل نہ تھے، لیکن پھر بھی وہ ایک شہر ہی کا حصہ تھے، آج بغداد میں بھی اور اسی طرح دوسرے بڑے شہروں میں بھی آبادی گھنی ہوجانے کی وجہ سے یہ علاحدہ محلے متصل ہوگئے ہیں، اور محلے کیا اب تو شہر ایک دوسرے سے متصل ہوگئے ہیں، اس میں بھی محلّہ ہی کو بنیاد بنانا مناسب ہے۔

(و) امام نووی نے المجموع کے اندر ایک آبادی کو دوسری آبادی سے علاحدہ قرار دینے کی جو بنیاد علامہ صیدلانی کے حوالہ سے نقل کی ہے اس سے بھی ہماری رائے کی تائید ہوتی ہے، امام نووی لکھتے ہیں:

"الحلتان كبلدتين متقاربتين، وضبط الصيدلاني التفرق الذي لايؤثر بأن يكونوا بحيث يجتمعون للسمر في ناد واحد، يستعير بعضهم من بعض، فإن كانوا هكذا فهي حلة واحدة" (المجموع ۴؍۳۴۹ حوالہ سابق)۔

(دو کالونیاں دو قریب شہروں کی طرح ہیں، اور صیدلانی نے اس علاحدگی کو جو مؤثر نہیں ہے اس طرح منضبط کیا ہے کہ وہاں کے لوگ اپنی گپ شپ کے لئے ایک چوپال میں اکٹھا ہوتے ہوں اور ایک دوسرے سے سامان عاریتاً لیتے ہوں، اگر اس طرح لوگ ہوں تو وہ ایک کالونی ہے)۔

آج بھی حقیقت یہی ہے کہ ایک بڑے شہر کے اندر ایک محلّہ کے لوگ تو ایک دوسرے سے قریبی واقفیت رکھتے ہیں، مشترکہ پروگراموں اور اجلاس میں یا محلّہ کی تقریبات میں ایک جگہ شریک ہوتے ہیں اور ایک دوسرے سے اشیاء مستعار بھی لیتے ہیں، لیکن ایک محلّہ سے باہر دور دراز کے دوسرے محلے والوں کے ساتھ ان کی ایسی شرکت اور میل جول نہیں پایا جاتا۔

پس ان بنیادوں کی وجہ سے بڑے شہروں میں بڑے محلّہ کو بنیاد بنانا مناسب ہے، محلّہ کی آبادی کے اختتام سے مسافت سفر شمار کی جائے اور اسی آبادی سے باہر نکلنے پر احکام سفر نافذ ہوں۔

# مبدأ مسافت سفر کی تحقیق

مفتی عبدالرشید قاسمی ☆

اس بارے میں نہ صرف حنفیہ **بلکہ** تقریباً تمام مذاہب کے فقہاء متفق ہیں کہ احکام سفر خروج عن عمران البلد سے **لا** گو ہوں گے، رہا یہ مسئلہ کہ مسافت سفر کی ابتدا کہاں سے کی جائے ،گھر سے ،محلہ سے ،یا کہ خروج عن عمران **الوطن** سے تو یہ چیز بھی تقریباً متفق علیہ ہے کہ مسافت سفر کی ابتدا بھی احکام سفر کی طرح خروج عن عمران **الوطن** سے ہوگی نہ کہ گھر یا محلہ سے، **بعض** اکابر کی رائے ضرور یہ ہے کہ مسافت سفر کی ابتدا گھر یا محلہ سے شروع ہو،لیکن اس کی کوئی صریح **دلیل** ہمیں تلاش کرنے سے نہیں ملی، جبکہ اگر غور کیا جائے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ائمہ مجتہدین اور فقہاء کرام کے نزدیک یہ دو اصطلاحیں مسافت سفر اور احکام سفر اس نوعیت سے الگ الگ تھی ہی نہیں، کہ مسافت سفر پہلے شروع ہوجائے اور احکام سفر بعد میں **لا** گو ہوں،متون اور غیر متون میں صرف اتنا ہی ہے کہ سفر شرعی شروع کرنے پر خروج عن عمران **الوطن** کے بعد سے احکام سفر **لا** گو ہوں گے۔

اس موقع پر پہلے ان دلائل کا جائزہ لیا جاتا ہے جن سے پوری وضاحت کے ساتھ یہ ثابت ہوجائے کہ مسافت سفر کی ابتدا کہاں سے ہو اور پھر ان زحمتوں اور مشقتوں پر غور کیا جائے جو مسافت سفر کی ابتدا گھر یا محلہ سے نکلنے پر ایک مبتلی بہ کو لاحق ہوں گی۔

## سفر شرعی کی تعریف لغت اور اصطلاح میں:

**"السفر لغة: قطع المسافة من تقدير والمراد سفر خاص وهو الذى**

☆ مدرسہ جامع العلوم پٹکاپور، کانپور۔

تتغير به الأحكام من قصر الصلاة'' (مجمع الانہر ۱/۱۶۰، حاشیہ طحطاوی علی الدرر ۳۲۹)۔

(سفر لغت میں مطلق مسافت کے طے کرنے کو کہتے ہیں اور (اصطلاح شرع میں) ایسا خاص سفر ہے جس سے احکام تبدیل ہو جائیں، قصر، مسح وغیرہ)۔

"فالجمهور على أن المسافر لايقصر حتى يخرج من بيوت القرية، و حينئذ هو ضارب في السفر'' (التفسیر المنیر لوہبہ زحیلی ۵/۲۴۴)۔

(جمہور اس بات پر متفق ہیں کہ مسافر جب تک شہر کی آبادی سے نہ نکلے قصر نہیں کرے گا، بلکہ آبادی سے نکلنے کے بعد ہی اس کو سفر کرنے والا کہیں گے)۔

"المسافر من خرج من عمارة إقامته'' (درمختار مع الشامی ۲/۵۹۹)۔

(مسافر وہ ہے جو اپنی سکونت کی آبادی سے نکل جائے)۔

"السفر في اللغة قطع المسافة و شرعاً خروج من عمران الوطن مع قصد مسير مسافة مخصوصة'' (طحطاوی علی المراقی:۲۱۹)۔

(سفر لغت میں مطلق قطع مسافت کو کہتے ہیں اور شرعاً مخصوص مسافت کے ارادہ سے وطن کی آبادی سے نکلنا ہے)۔

اگر غور کیا جائے تو سفر کی شرعی و اصطلاحی تعریف سے ہی یہ چیز بخوبی سمجھ میں آجاتی ہے کہ سفر شرعی کا اطلاق اسی وقت ہوگا جب کہ خروج عن عمران البلدان پایا جائے، اس سے پہلے سفر کو سفر شرعی کہنا ان تعریفات کے مغائر ہے، اور عند الفقہاء ایسی کوئی تقسیم نہیں ہے کہ مسافت سفر تو پہلے شروع ہو جائے، لیکن احکام سفر خروج عن العمران کے بعد ہوں۔

## مسافت سفر کی ابتدا خروج عن عمران البلد سے ہوگی:

"قال في شرح المنية : فلا يصير مسافرا قبل أن يفارق عمران ما خرج منه، حتى لو كان ثمة محلة منفصلة عن المصر و قد كانت متصلة به لايصير مسافرا ما لم يجاوزها'' (شامی ۱/۵۲۵)۔

(یعنی مسافر پر مسافر ہونے کا شرعاً اطلاق اسی وقت ہوگا جب کہ وہ اس علاقہ کی آبادی سے باہر نکل جائے جہاں سے وہ سفر شروع کررہا ہے (اور یہ رعایت اس حد تک ضروری ہے) کہ اگر وہاں کوئی محلّہ الگ ہو حالانکہ ماضی میں وہ شہر سے متصل تھا تو جب تک اس سے بھی باہر نہ نکل آئے وہ مسافر نہ بنے گا)۔

"لایصیر مسافرا بالنیة حتی یخرج" (عالمگیری ۱؍۱۳۹)۔

(جب تک وہ عمران بلد سے نہ نکلے گا اس پر مسافر کا اطلاق ہی درست نہ ہوگا، خواہ وہ نیت کرکے گھر سے کیوں نہ نکل جائے)۔

اس عبارت میں یہ صراحت نہیں ہے کہ کہاں سے نکلے، گھر سے یا عمران بلد سے لیکن سیاق وسباق سے یہ بالکل صاف ہے کہ خروج عن عمران البلد مراد ہے۔

"أما شرط مجاوزة العمران لأن السفر فعل فلا یوجد بمجرد النیة فیشترط قران النیة بأدنی فعل" (فتاویٰ خانیہ مع عالمگیری ۱؍۱۶۴)۔

(مسافر بننے میں خروج عن عمران البلد کی قید اس لئے ہے کہ سفر ایک فعل ہے جس کے لئے محض نیت کافی نہیں، لہٰذا صرف نیت کرنا اس وقت تک معتبر نہیں سمجھا جائے گا جب تک کہ وہ اس نیت کو عمل سے نہ ملادے)۔

اور وہ عمل ہے خروج عن عمران البلد نہ کہ صرف گھر سے یا محلّہ سے نکلنا۔

"فالذی یصیر المقیم به مسافرا الخروج عن عمران المصر" (بدائع ۱؍۱۶۱)۔

(وہ چیز جس کے ذریعہ مقیم مسافر بنتا ہے وہ خروج عن عمران المصر ہے)۔

ان جملہ فقہی عبارتوں سے معلوم ہوا کہ جب تک عمران مصر سے نہیں نکلے گا، اسے مقیم ہی کہیں گے اور جب وہ مقیم ہے تو کیسے کہیں گے کہ اس کا سفر شروع ہو چکا، جیسا کہ بعض حضرات کا دعویٰ ہے۔

حیرت ہوتی ہے ان حضرات پر جنہوں نے دعوی کیا ہے کہ مسافت سفر کے سلسلہ میں کوئی روایت، یا نصوص فقہاء میں سے کوئی نص، باوجود تلاش کرنے کے ہمیں نہیں ملی جیسا کہ ایک فتوے کے جواب میں ارشاد ہے:

''لیکن اس سلسلہ میں باوجود تلاش کے بھی احادیث وآثار میں سے کوئی روایت، یا نصوص فقہاء میں سے کوئی نص نہیں ملی، نہ تو عبارۃ النص کے طور پر اور نہ ہی ایسی اطمینان بخش کوئی بات جس سے دوسرے کسی احتمال کے بغیر دلالت النص کے طور پر بھی اس کی تائید ہو کہ احکام سفر کی طرح مسافت سفر کا نقطہ ابتدا وانتہا بھی بستی وآبادی کی آخری عمارت سے ہے، بلکہ کسی روایت حدیث یا کلام فقہاء میں بھی کوئی ایسی عبارت ہمیں نہیں ملی جس کو مسافت سفر کے مبدأ ومنتہاء متعین کرنے کے لئے بیان کیا گیا ہو'' (منسلکہ جواب از شاہ محمد تفضل علی)۔

حالانکہ مسافت سفر کی ابتدا خروج عن عمران البلد سے ہوتی ہے اس سلسلہ میں بے شمار آثار وروایات فقہاء کی کتابوں میں موجود ہیں جن کا تذکرہ ہم نے اپنی بحث کے شروع میں کیا ہے مزید استدلال کے لئے مندرجہ ذیل عبارتیں ملاحظہ ہوں:

"فأول السفر مجاوزة آخر العمران" (الفقہ الاسلامی لوہبہ زحیلی ۲/ ۱۳۵۲)۔

(سفر کی ابتدا شہر کی آخری آبادی سے نکلنے کے بعد ہی ہوگی)۔

**"ولو نوى مسافة السفر ثم نوى إن وجد الغريم رجع فإن عرضت له هذه النية قبل مفارقة عمران البلد لم يترخص، وإن عرضت بعد مفارقة العمران فوجهان حكاهما البغوي والرافعي (اصحهما) يترخص مالم يجده"** (کتاب المجموع للنووی ۴/ ۲۱۶)۔

(اگر مسافت سفر کی نیت کی اور پھر یہ نیت کی کہ اگر میرا مقروض مل جائے گا تو واپس آجاؤں گا تو اگر یہ نیت خروج عن عمران البلد سے پہلے ہے تو قصر نہیں کرے گا (کیونکہ وہ ابھی آبادی کے اندر اپنے مقام پر ہے گویا اس کا سفر ابھی شروع ہی نہیں ہوا) اور اگر یہ نیت مفارقۃ

العمران کے بعد کی تو اس کی دو صورتیں ہیں جن کو بغوی اور رافعی نے بیان کیا ہے، لیکن صحیح یہ ہے کہ جب تک وہ غریم کو نہ پالے قصر کرے گا)۔

کیونکہ آبادی سے نکلنے کے بعد وہ مسافر ہو چکا تو جب تک مقروض کو نہ پا جائے قصر کرتا رہے گا۔

**"فابتداء السفر بمفارقة العمران حتی لایبقی بیت متصل ولامنفصل"** (کتاب المجموع للنووی ۴/۲۲۶)۔

(سفر کی ابتدا مفارقۃ العمران سے ہوگی حتی کہ کوئی گھر شہر سے متصل یا منفصل باقی نہ رہے)۔

اب دیکھتے ہیں کہ دوسرے ائمہ کے یہاں مسافت سفر کہاں سے مانی گئی ہے:

**"وقال الشافعية: إن كان للبلد أو القرية سور فأول السفر مجاوزة السور و إن كان وراء عمارة فی الأصح و إن لم یكن للبلد أو القریة سور فأول السفر مجاوزة آخر العمران"** (الفقہ الاسلامی لوہبہ زحیلی ۲/۱۳۵۲)۔

(شافعیہ کہتے ہیں کہ اگر شہر یا گاؤں کی کوئی فصیل (شہر پناہ) ہے تو اس سے نکلنے کے بعد سفر کی ابتداء مانی جائے گی، اور اگر شہر پناہ نہیں ہے تو بھی شہر کی آخری آبادی سے نکلنا ابتداء سفر کے لئے شرط ہے)۔

**"إن سافر من بلد له سور مختص به اشتراط مجاوزة السور سواء كان داخله بساتین و مزارع أم لم یكن لأنه لایعد مسافرا قبل مجاوزته"** (کتاب المجموع للنووی ۴/۲۲۵)۔

(اگر کسی شہر کے لئے کوئی خاص سور (شہر پناہ) ہے تو اس سے خروج شرط ہے، چاہے اس کے اندر باغ اور کھیتیاں ہوں یا نہ ہوں، کیوں کہ تجاوز اور خروج عن السور سے پہلے اسے مسافر سمجھا ہی نہیں جائے گا)۔

یہاں بھی صاف صراحت موجود ہے کہ مجاوزۃ عن المصر سے پہلے اسے مسافر شمار نہیں کیا جائے گا۔

"ویعد مسافرا إذا خرج من الموضع الذی یقیم فیه و یجاوز عمرانه قاصدا الی موضع یبعد عنه مسافة السفر" (الفقہ الحنفی فی ثوبہ الجدید ۱/۳۱۱)۔

(مسافر اسی وقت ہوگا جب کہ سفر شرعی کے ارادے سے اس مقام کی آبادی سے باہر نکل جائے جہاں وہ مقیم تھا)۔

"و ابتداء السفر لساکن الأبنیة یحصل بمجاوزة سور مختص بالمکان الذی سافر منه" (کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ ۱/۳۱۶)۔

(مقامی باشندہ کے لئے مسافت سفر کی ابتدا اس شہر کی فصیل اور شہر پناہ کو تجاوز کرنے کے بعد ہوگی جہاں سے اس نے سفر شروع کیا ہے)۔

مسافت سفر کی ابتدا "خروج عن عمران المصر" سے ہونے کی یہ اتنی صریح اور واضح دلیلیں ہیں کہ اس سے زیادہ وضاحت شاید ممکن نہ ہو، کیونکہ تمام فقہی عبارتوں میں ابتداء السفر یا اول السفر کے الفاظ موجود ہیں۔

مبدأ سفر کی ابتدا خروج عن العمران سے ہونے کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ مبدأ سفر کی طرح منتہاء سفر میں بھی معیار اسی وصول الی العمران کو قرار دیا گیا ہے، جبکہ بعض حضرات نے دعوی کیا ہے کہ مبدأ و منتہاء سفر کی صراحت کتب فقہ میں موجود نہیں ہے۔ علامہ وہبہ زحیلی فرماتے ہیں:

"وینتهی السفر بوصوله سور وطنه أو عمرانه إن کان" (الفقہ الاسلامی لوہبہ زحیلی ۲/۱۳۵۳)۔

(سفر کا اختتام بھی اپنے شہر کی فصیل یا آبادی تک پہنچنے پر ہو جائے گا)۔

## شہر کے جملہ محلوں سے نکلنا شرط ہے نہ کہ صرف اپنے محلہ یا گھر سے:

"ولو کان للبلد محال بعضها متصلا ببعض کاتصال أحیاء المدن

**المعاصرة لم يقصر حتى يفارق جميعها**" (الفقہ الاسلامی لوہبہ زحیلی ۲/ ۱۳۵۳)۔

(اگر شہر میں بہت سے محلے ہوں اور وہ سب آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ متصل ہوں، جیسے کہ آج کل کے بڑے بڑے موجودہ شہر، تو مسافر قصر اس وقت تک نہیں کرے گا جب تک کہ وہ تمام محلوں سے باہر نہ نکل جائے)۔

"**فإن لم يكن للبلد سور أو كان له سور في بعضه و لم يكن في صوب مقصده، فابتداء السفر بمفارقة العمران حتى لا يبقى بيت متصل و لا منفصل والخراب المتخلل للعمران معدودة من البلد يشترط مجاوزة الجانب الآخر**" (کتاب المجموع للنووی ۴/ ۲۲۶)۔

(اگر کسی شہر میں شہر پناہ (شہر کے باہر شہر کی حفاظت کرنے والی دیوار) نہ ہو یا بعض سمت میں ہو لیکن جس جانب سے اسے نکلنا ہے ادھر نہ ہو، بہر صورت مسافت سفر کی ابتدا شہر کی آبادی چھوڑنے کے بعد ہی ہوگی یہاں تک کہ کوئی گھر شہر سے متصل یا منفصل باقی نہ رہے، بلکہ وہ ویران علاقہ جو شہر میں واقع ہو اس کا شمار بھی شہر ہی میں ہوگا اور اس سے تجاوز بھی شرط ہے)۔

اس عبارت سے جہاں ایک طرف یہ معلوم ہوا کہ سفر کی ابتدا مفارقۃ عمران سے ہوگی وہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ شہر کے جملہ علاقوں سے نکلنا بھی شرط ہے۔

"**فقال الحنفية: أن يجاوز كل البيوت و لو كانت متفرقة حتى كان أصلها من البلد، و أن يجاوز ما حول البلد من مساكن والقرى المتصلة من البلد و يشترط أن يجاوز الساحة (الفناء) المتصلة بموضع إقامته و هو المكان المعد لصالح السكان كركض الدواب**" (الفقہ الاسلامی لوہبہ زحیلی ۲/ ۱۳۵۰)۔

(تمام گھروں سے نکلنا شرط ہے، اگر چہ وہ سب الگ الگ ہوں جبکہ ان گھروں کا شمار اسی شہر سے ہوتا ہو، اور یہ کہ تجاوز کر جائے شہر کے اردگرد والے علاقوں سے اور ان گاؤں سے جو شہر سے متصل ہوں، اسی طرح فناء شہر جو شہر کی مصلحتوں کے لئے تیار کئے جاتے ہیں، جیسے گھڑ

سواری کے میدان، ان سے نکلنا بھی شرط ہے)۔

علامہ وہبہ زحیلی نے حنفیہ کا مذہب بیان کرتے ہوئے مذکورہ عبارت شامی کے حوالے سے تحریر کی ہے، اس میں بھی صاف وضاحت ہے کہ شہر کے جملہ گھروں اور جملہ علاقوں سے نکلنا شرط ہے، اس مسئلہ میں علامہ عبد الرحمٰن الجزری نے بھی بڑا تفصیلی کلام کیا ہے، فرماتے ہیں:

"و ابتداء السفر لساكن الأبنية يحصل بمجاوزة سور مختص بالمكان الذى سافر منه إذا كان ذلک السور صوب الجهة التى يقصدها المسافر، وإن كان داخله أماكن خربة ومزارع و دور، لأن كل هذا يعد من ضمن المكان الذى سافر منه ....... فإن لم يوجد السور المذكور ..... فالعبرة بمجاوزة العمران و إن تخلله الخراب ...... و لابد من مجاوزة المقابر المتصلة ...... و إذا اتصل بالبلد عرفا قرية أو قريتان مثلا فيشترط مجاوزهما إن لم يكن بينهما سور".

"الحنفية قالوا: من قصد سفر مسافة القصر المتقدم بيانه قصر الصلاة متى جاوز العمران من موضع إقامته سواء كان مقيما فى المصر أو فى غيره، فإذا خرج من المصر و لا يقصر إلا إذا جاوز بيوته من الجهة التى خرج منها ..... و يلزم أن يجاوز كل البيوت، ولو كانت متفرقة متى كان أصلها من المصر، فلو انفصلت من المصر محلة كانت متصلة بها قبل ذلک الانفصال لا يقصر إلا إذا جاوزها يشترط أن تكون عامرة و يشترط أيضا أن يجاوز ما حول المصر من المساكن وأن يجاوز القرى المتصلة بذلک ....... و يشترط أيضا أن يجاوز الفناء المتصل بموضع إقامته و هو المكان المعد لمصالح السكان، كركض الدواب، و من الموتى و إلقاء التراب" (کتاب الفقہ علی المذاہب الأربعۃ ۴۱۶/۱-۴۱۷)۔

(شہر میں رہنے والے کے لئے مسافت سفر کی ابتدا اس شہر کی فصیل سے نکلنے کے بعد شروع ہوگی جہاں سے اس نے سفر کیا، جبکہ وہ فصیل اسی جہت میں واقع ہو جس سمت سے وہ نکل رہا ہے اور اگر اس میں کچھ ویران علاقے، کھیت اور غیر آباد مکانات ہوں تو ان سے بھی خروج شرط ہے، کیوں کہ ان سب کا شمار اسی شہر میں ہوتا ہے، ہاں اگر شہر کی سور (شہر پناہ) نہ ہو تو آبادی سے نکلنا شرط ہے، اگر چہ کچھ غیر آباد علاقے درمیان میں آجائیں۔ اسی طرح جو قبرستان گاؤں سے متصل ہوں اور ان گاؤں میں سور نہ ہو تو ان سے بھی تجاوز ضروری ہے، اسی طرح اگر ایسا شہر ہے جس کی کوئی فصیل (شہر پناہ) نہیں ہے، جیسے آج کل شہر اسی طرح ہوتے ہیں کہ ان کی فصیل نہیں ہوتی اور اس سے ایک دو گاؤں متصل ہوں تو ان گاؤں سے تجاوز بھی ضروری ہوگا۔

حنفیہ کہتے ہیں کہ جو سفر شرعی (جس کا ابھی ذکر ہوا) کے ارادہ سے سفر شروع کرے تو قصر اس وقت کرے گا جب اس علاقہ کی آبادی سے نکل جائے، خواہ وہ شہر کا باشندہ ہو یا دیہات کا اور جب وہ شہر سے نکلے تو جب تک سمت سفر میں جملہ بیوت سے وہ نکل نہ جائے قصر نہ کرے، کیونکہ جملہ آبادی سے نکلنا لازم ہے، اگر چہ وہ آبادی متفرق ہو، مگر جب کہ اس کا شمار اسی شہر سے ہوتا ہو اور یہ رعایت اس حد تک ضروری ہے کہ اگر کوئی محلّہ شہر سے الگ ہو، حالانکہ ماضی میں وہ متصل تھا پھر اگر وہ آباد ہے تو اس سے بھی خروج شرط ہے، نیز یہ بھی شرط کہ شہر کے مسکونہ علاقے جو شہر کے اردگرد آباد ہوں ان سے بھی نکلے اور ان دیہات سے بھی خروج شرط ہے جو اس شہر سے متصل ہوں، اسی طرح موضع اقامت کے فناء متصل سے بھی تجاوز شرط ہے، یعنی وہ میدانی علاقے جو اس شہر یا دیہات کی مصلحت کی غرض سے ہوتے ہیں، جیسے گھڑ سواری کے میدان، قبرستان اور مٹی ڈالنے کی جگہیں وغیرہ)۔

علامہ عبد الرحمٰن الجزری حنفیہ وغیر حنفیہ کا مذہب بیان کرتے ہوئے پر زور الفاظ میں فرماتے ہیں کہ شہر یا دیہات کے جملہ محلوں سے نکلنا بہر حال شرط ہے۔

علامہ نووی اس مقام پر بعض چیزوں کا اضافہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"إن سافر من بلد له سور مختص به اشتراط مجاوزة السور سواء كان داخله بساتين أو مزارع أم لم يكن، لايعد مسافرا قبل مجاوزته" (کتاب المجموع للنووی ۴/۲۲۵)۔

(اگر کسی شہر میں کوئی خاص سور (شہر پناہ) ہے تو اس سے خروج شرط ہے خواہ اس کے اندر باغ اور کھیتیاں ہوں یا نہ ہوں، اس لئے کہ تجاوز من السور سے قبل اسے مسافر سمجھا ہی نہیں جائے گا)۔

"كان للبلد جانبان بينهما نهر كبغداد فعبر المنشئ للسفر من أحدهما لم يجز القصر حتى يفارق البنيان في الجانب الثاني لأنها بلد واحد ..... لو كان بين الجانبين ميدان لم يقصر حتى يجاوز جميع بنيان الجانب الآخر ...... هذا حكم البلدة الكبيرة" (کتاب المجموع للنووی ۴/۲۲۶)۔

(اگر کسی شہر کی دو جانبیں ہوں اور ان دونوں کے بیچ نہر ہو، جیسے بغداد، اور سفر کی ابتدا کرنے والے نے ان دونوں جانبوں میں سے ایک جانب طے کر لی تو جب تک دوسری جانب کی آبادی سے تجاوز نہ کر جائے قصر نہ کرے گا، اس لئے کہ وہ دونوں مل کر ایک ہی شہر ہیں، اسی طرح اگر شہر کے دونوں جانبوں کے بیچ میدان ہو تو جب دوسری جانب کی جملہ آبادی سے تجاوز نہ کرے قصر نہ کرے گا، اور یہ بڑے شہر کا حکم ہے)۔

ہمارے بعض اکابر نے صرف اپنے محلّہ سے خروج کو کافی قرار دیا ہے اور یہ فرمایا ہے کہ چونکہ فقہاء کے یہاں اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی، اس لئے یہ نو پید احالات حوادث الفتاوی کے قبیل سے ہونگے، جن میں نئے اجتہاد کی گنجائش ہوگی جیسا کہ تحریر ہے:

''اس مذکورہ عبارت کے علاوہ اور کوئی فقہی عبارت قدیم کتب فقہ میں اس طرح نہیں ملتی اور کوئی جامع مانع عبارت بھی ایسی نہیں ملتی کہ اس پر بنا کر کے تعیین کے ساتھ عمل کیا جا سکے ...... پس یہ نو پید احالات حوادث الفتاوی کے قبیل سے ہو گئے، اس لئے ان کا حکم حسب قواعد

شرعیہ مثلاً ''إن الحادثة إذا وقعت و لم يجد المؤول فيه جوابا و نظيرا فی كتب أصحابنا فإنه ينبغي (أن يجب) له أن يستنبط جوابها و حكمها الشرعی''(نظام الفتاوی ۶/ ۱۶۶-۱۶۷)۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس مسئلہ میں نہ صرف کئی نظیریں ہیں بلکہ صریح عبارتیں اور جزئیات کی ایک معتد بہ تعداد خود فقہاء کے یہاں ملتی ہیں اور انہوں نے بڑے شہروں کے مستقل احکام بیان کئے ہیں تو پھر نئے اجتہاد کی کیا ضرورت ہے؟ اور یہ مسائل حوادث الفتاوی کے قبیل سے کیسے ہوجائیں گے؟ زیادہ سے زیادہ یہ کہ آج کے زمانے میں شہر بمقابلہ سابق ذرا بڑے ہیں، ورنہ بغداد وغیرہ خلافت اسلامیہ کا پایہ تخت ہونے کی وجہ سے بہت بڑے شہر تھے اور ایک ایک شہر میں درجنوں محلے تھے، تاریخ کی کتابوں سے اس کا اندازہ بآسانی لگایا جاسکتا ہے، خلاصہ یہ کہ اگر اس کی وضاحت حنفیہ کے یہاں نہ بھی ملتی تب بھی جمہور فقہاء کی تشریحات وتصریحات اس مسئلہ میں (یعنی خروج عن عمران المصر) قابل تقلید ہونا چاہئے، چہ جائے کہ حنفیہ کے یہاں بھی اس کا ثبوت بڑی وضاحت سے ملتا ہے، جیسا کہ بعض فقہی عبارتیں اوپر ذکر کی گئیں۔

علامہ نووی نے تو ایک اور مقام پر اس کی لفظاً صراحت کردی ہے کہ منزل سے یعنی اپنے گھر یا محلّہ سے نکلنا کافی نہیں ہے، بلکہ جملہ محلوں سے ہی نکلنا ضروری ہوگا، اور اس رائے کو حنفیہ اور جمہور علماء کی طرف منسوب فرمایا ہے، لکھتے ہیں:

"ذكرنا أن مذهبنا أنه إذا فارق بنيان البلد قصر و لا يقصر قبل مفارقتها و إن فارق منزله و بهذا قال أبو حنيفة و جماهير العلماء" (کتاب المجموع للنووی ۴/ ۲۲۸)۔

(ہم نے اپنے مذہب کو بیان کیا کہ شہر کی آبادی سے نکلنے کے بعد ہی قصر کرے گا، اس سے پہلے نہیں، اگر چہ اپنی منزل سے نکل چکا ہو (یہ منزل کی قید اس مسئلہ میں بالکل صریح ہے کہ مراد گھر یا محلّہ سے نکلنا نہیں) اور یہی رائے امام مالک وابوحنیفہ وجماہیر علماء کی ہے)۔

یہاں جو چیز قابل غور ہے وہ یہ کہ منزل کی قید لگائی جو اس سلسلہ میں گویا نص ہے کہ گھر یا

محلّہ سے نکلنا کافی نہ ہوگا، جب تک عمران الوطن سے نہ نکلے اور دوسرے یہ کہ یہی مذہب حنفیہ و جمہور علماء کا ہے، یہی بات علامہ احمد بن اسماعیل الطحطاوی الحنفی فرماتے ہیں:

"قوله إذا جاوز بيوت مقامه عبر بالجمع ليفيد اشتراط مجاوزة الكل، فيدخل فيه محلة منفصلة، و في القديم كانت متصلة لأنها تعد من المصر كما في الخانية" (حاشیہ طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۴۲۳)۔

(جب وہ اپنے مقام کے تمام گھروں سے تجاوز کر جائے، اور "بیوت" کو بطور جمع اس لئے لایا گیا تا کہ جملہ مکانات و آبادی سے نکلنے کی شرط آسانی سے سمجھ میں آ جائے، لہذا اس میں وہ محلے بھی داخل ہوں گے جو منفصل ہوں، لیکن کسی زمانہ میں وہ متصل تھے، کیونکہ ان کا شمار بھی شہر ہی میں ہوتا ہے)۔

ابن عابدین شامی فرماتے ہیں:

"حتى لو كانت محلة منفصلة من المصر و قد كانت متصلة به لايصير مسافرا مالم يجاوزها" (شامی ۱/۵۲۵)۔

(یہاں تک کہ اگر کوئی محلّہ شہر سے علاحدہ ہو چکا ہو، حالانکہ پہلے وہ متصل تھا تو جب تک اس سے بھی تجاوز نہ کر جائے مسافر نہ ہوگا)۔

"وإن كان في الجانب الذي خرج منه محلة منفصلة عن المصر و في القديم كانت متصلة بالمصر يقصر الصلاة حتى يجاوز تلك المحلة كذا في الخلاصة" (عالمگیری ۱/۱۳۹)۔

(جس جانب سے وہ نکل رہا ہے اگر اس طرف کوئی محلّہ شہر سے منفصل ہے، حالانکہ ماضی میں وہ متصل تھا تو قصر نہیں کرے گا، جب تک کہ اس محلّہ سے بھی نہ نکل جائے)۔

مذکورہ بالا فقہی عبارتوں سے جہاں ایک طرف یہ معلوم ہوا کہ سفر کی ابتدا خروج عن عمران البلد سے ہوگی، وہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ شہر کے جملہ مکانات، تمام آبادی اور جملہ محلوں سے

بھی نکلنا شرط ہے، اس کے بعد ہی سفر اور احکام سفر لاگو ہوں گے، یہاں یہ پہلو بھی قابل توجہ ہے کہ فقہاء کرام نے ان محلوں کا بھی اعتبار کیا ہے جو کسی زمانہ میں آباد تھے لیکن فی الوقت وہ ویران ہو چکے ہیں، یہ بات کسی پر مخفی نہیں رہنا چاہئے کہ جب فقہاء نے ان محلوں کی رعایت کی جو ویران ہو چکے ہیں تو وہ محلے جو آباد ہیں کیا ان کا اعتبار نہ کیا جائے گا۔

مذکورہ بالا دلائل سے جو چیزیں صاف سمجھ میں آتی ہیں وہ یہ ہیں:

۱- مسافت سفر کی ابتدا خروج عن عمران المصر سے ہوگی نہ کہ گھر یا محلے سے۔

۲- مسافت سفر اور احکام سفر، ان دونوں کا حکم ایک ساتھ لگے گا، الگ الگ نہیں۔

۳- جملہ آبادی اور محلوں سے نکلنا شرط ہے نہ کہ صرف اپنے محلّہ سے۔

## مسافت سفر گھر سے اور احکام سفر خروج عن العمران سے ایک عجیب تقسیم-

### اشکالات واعتراضات:

☆ اگر جملہ آبادی کے بجائے گھر یا محلّہ سے ہی نکلنے پر مسافت سفر شروع ہو جائے اور احکام سفر آبادی کے بعد سے لاگو ہوں تو سوال یہ ہے کہ جس وقت وہ سفر شرعی کے ارادہ سے گھر سے نکلا، لیکن خروج عن عمران البلد نہیں ہوا، ایسی صورت میں اس کو کیا کہیں گے، مقیم یا مسافر، کیوں کہ ان دونوں کے بیچ میں کوئی واسطہ نہیں ہے، اگر یہ کہا جائے کہ وہ مسافر ہو گیا تو پھر احکام سفر خروج عن العمران سے کیوں لاگو ہوں گے، احکام سفر کو بھی گھر سے نکلنے پر ہی شمار کیا جانا چاہئے، حالانکہ جو حضرات گھر یا محلّہ سے نکلتے ہی مسافت سفر کا رجحان رکھتے ہیں وہ بھی احکام سفر خروج عن العمران کے بعد ہی کہتے ہیں، اور اگر کہا جائے وہ شخص ابھی خروج عن العمران سے پہلے پہلے مقیم ہے تو مسافت سفر گھر یا محلّہ سے شمار کرنے کا کیا مطلب ہوا؟ یعنی اگر مسافت سفر کو گھر سے شمار کیا جائے اور احکام سفر کو خروج عن العمران سے تو ایسے شخص کو کیا کہیں گے جو گھر سے تو نکل چکا ہے لیکن ابھی تک خروج عن المصر نہیں ہوا۔

☆ مسافت سفر اور احکام سفر دونوں لازم ملزوم ہیں، ایسی کوئی مثال نہیں ملتی کہ مسافت

سفر شرعی پائی جائے اور احکام سفر مفقود ہوں، یا اس کے برعکس، حالانکہ بعض حضرات نے دونوں کے درمیان لازم ملزوم ہونے کی نفی کی ہے۔

☆ مبدأ سفر کی طرح منتہائے سفر کی بھی صراحت عند الفقہاء موجود ہے، ''و ینتھی السفر لو صولہ سور وطنہ و عمرانہ'' (الفقہ الاسلامی ۲/ ۵۳۱۴)، سفر ختم بھی آبادی تک پہنچنے پر ہوتا ہے نہ کہ گھر تک۔

☆ فقہاء نے اسی مسافت سفر کو اپنا موضوع بحث بنایا ہے جس پر احکام مرتب ہوتے ہیں، اور احکام بالاتفاق خروج عن العمران سے مرتب ہوتے ہیں، لہذا مسافت سفر کی ابتدا بھی خروج عن عمران المصر سے ہونا چاہئے۔

☆ بعض حضرات نے یہ دعوی کیا ہے کہ گھر سے روانہ ہونے والا قاصد سفر جب مدت مسافت معتبرہ طے کرنے کی نیت سے اپنے گھر سے روانہ ہوجاتا ہے، تو عرف میں یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس کا سفر شروع ہوگیا ہے اور وہ سفر کی دعائیں وغیرہ پڑھ لیتا ہے، لیکن اگر غور کیا جائے تو حقیقت میں عرف اس کے خلاف ہے، بنگلور، ممبئی، کولکاتا، اور دہلی جیسے بڑے بڑے شہروں میں روزانہ ایک طرف سے دوسری طرف سینکڑوں کلومیٹر ڈیوٹی یا ملازمت کی غرض سے سفر کرنے والے لوگ (Daily Passengers) اپنے آپ کو مسافر سمجھتے ہی نہیں، اور نہ ہی اپنے سفر کو سفر شرعی مانتے ہیں، رہی سفر کی دعائیں، تو یہ دعائیں تو سفر شرعی سے کم پر بھی پڑھی جاتی ہیں۔

☆ ابھی تک امت کا تعامل یہی رہا ہے کہ خروج عن العمران سے ہی مسافت سفر اور احکام سفر کو شمار کیا گیا ہے اور کوئی ایسی ضرورت اور مجبوری بھی نہیں کہ اس تعامل سے خروج کیا جائے۔

☆ احکام سفر، مسافت سفر شرعی کا ہی نتیجہ ہیں اور اسی پر منتج ہیں، دونوں الگ الگ قطعاً نہیں، تو ایسا کیسے ہوسکتا ہے کہ مسافت سفر شروع ہوجائے اور احکام سفر لاگو نہ ہوں۔

☆ اگر مسافت سفر کو احکام سفر سے علاحدہ کیا جاتا ہے اور تھوڑی دیر کے لئے یہ مان لیا

جائے کہ مسافت سفر کی ابتدا گھر سے ہوگی اور احکام سفر کی ابتدا خروج عن العمران سے ہوگی، تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ بسا اوقات ایک شخص ایسی شکل میں جبکہ مبدأ سفر اور منتہاء سفر میں ۴۸ میل ہے، آبادی متصل ہونے کے باوجود وہ مسافر ہوجائے گا، لیکن اس پر احکام سفر لاگو نہ ہوں گے، کیونکہ آبادی متصل ہونے کی وجہ سے خروج عن الوطن نہیں پایا گیا جو احکام لاگو ہونے کے لئے بالاتفاق شرط ہے، تو کیا ایسی بھی کوئی نظیر ہے کہ مسافر ہوجائے اور احکام سفر لاگو نہ ہوں۔

☆بعض علماء نے حد فاصل سرکاری معیار کو قرار دیا ہے، تو اگر سرکاری کاغذات کے اعتبار سے دونوں شہروں کے درمیان ۴۸ میل مسافت شرعی درج ہے اور آبادی دونوں شہروں کی متصل ہوچکی ہے، تو مبتلی بہ مسافر یہ کیسے فیصلہ کرے گا کہ مجھے کہاں سے اپنے اوپر احکام سفر لاگو کرنے ہیں، کیونکہ احکام سفر کے لئے تو خروج عن العمران ضروری قرار دیا گیا ہے بالاتفاق۔

لہذا جس طرح احکام سفر کے لئے خروج عن العمران معیار قرار دیا گیا، اسی طرح مسافت سفر کی ابتدا میں بھی خروج عن العمران کو معیار قرار دینا مناسب اور آسان ہوگا، جس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر فرض کرلیا جائے کہ آبادی سے سارے شہر اس طرح متصل ہوجائیں کہ درمیان میں کوئی جنگل اور کوئی خلا باقی نہ رہے تو ان کے درمیان سفر اور احکام کا مسئلہ ہی سرے سے ختم ہوجائے گا۔

## گھر یا محلّہ سے مسافت کو معیار قرار دینے میں زحمتیں اور مشقتیں:

اگر آبادی کے بجائے گھر یا محلّہ سے نکلنے پر مسافت شروع ہو تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ احکام سفر بھی اسی وقت سے لاگو ہوں، اور یہ بھی ماننا پڑے گا کہ مبدأ مسافت سفر کی طرح منتہاء مسافت سفر بھی گھر یا محلّہ پر ختم ہو نہ کہ آبادی پر، اور ایسی صورت میں جو زحمتیں ہوں گی وہ کسی پر مخفی نہیں، بعض اکابر نے شہر بڑے ہوجانے کے بعد جملہ محلوں سے خروج کے بجائے صرف اپنے محلّہ سے خروج کو کافی قرار دیا ہے، لیکن اگر غور کیا جائے تو اس میں بھی مبتلی بہ کو رحمت کے بجائے زحمت ہے، مثلاً:

☆ آج کل شہروں میں محلّہ در محلّہ ہوتے ہیں ، ایک بڑے محلّہ کے اندر بھی بہت سارے چھوٹے چھوٹے محلے ہوتے ہیں، اور پھر یہ بڑا محلّہ جس میں چھوٹے چھوٹے محلے داخل ہیں، اپنے سے بڑے محلّہ میں داخل ہوتا ہے، آخر مبتلی بہ کس محلّہ سے خروج کرے اور کس جگہ سے خروج کو اپنے اوپر احکام سفر لاگو کرنے کے لئے معیار قرار دے گا۔

☆ شہروں کی آبادی بتدریج بڑھتی ہے، ایسا نہیں کہ پانچ کلومیٹر پر پھیلا ہوا شہر یکا یک سو کلومیٹر کا ہو جائے ، جوں جوں محلے بڑھتے جائیں گے شہر وسیع ہوتا جائے گا، اب مبتلی بہ کون سے محلے کو اپنے لئے معیار قرار دے گا، مثلاً قصبہ میں اس کی رہائش تھی اور ابھی تک پورے قصبے سے نکلنے کے بعد ہی وہ شخص اپنے آپ کو مسافر سمجھتا تھا، اب یہ قصبہ شہر بن گیا پھر بڑا شہر ہو گیا تو کس محلّہ سے خروج کو اپنے لئے معیار قرار دے گا، نیز ابھی تک علماء امت کا تعامل یہی رہا ہے کہ جوں جوں محلے بڑھتے گئے اور آبادی بڑھتی گئی سب کو ضم کرتے گئے، اور سب سے نکلنے کو شرط قرار دیتے گئے کیوں کہ اسی میں مبتلی بہ کو آسانی ہے۔

☆ اگر بڑے شہروں میں گھر سے یا محلّہ سے نکلنا معیار قرار دیا جائے تو پھر چھوٹے شہروں کا کیا حکم ہوگا اور بڑے شہروں سے کتنے بڑے شہر مراد ہوں گے، ان کا معیار کیا ہوگا، پھر قصبات کا کیا حکم ہوگا، قصبات بھی کچھ چھوٹے ہوتے ہیں کچھ بڑے اور بڑے قصبات میں محلے در محلے ہوتے ہیں اور بسا اوقات قانوناً قصبات، ضلع اور شہر کی شکل، اختیار کر لیتے ہیں یا یہ کہ چھوٹا شہر بڑا ہو گیا تو ایسی صورت میں وہاں کے رہنے والے باشندے جو ابھی تک جملہ آبادی سے خروج کے ضابطہ پر عمل پیرا تھے، اب سفر اور احکام سفر کے لئے کس محلّہ سے نکلنے کو معیار قرار دیں گے۔

☆ آخر کوئی تو بات تھی کہ فقہاء کرام نے بڑی صراحت اور وضاحت سے خروج عن العمران اور جملہ محلوں سے نکلنے کی قید لگائی ہے، ماضی میں اگرچہ آج جیسے بڑے شہر نہ تھے، لیکن ایسا بھی نہیں کہ بڑے شہر تھے ہی نہیں، بغداد اور دمشق اپنے اپنے وقت میں یا خلافت ہونے کی وجہ سے ہر اعتبار سے عظیم الشان شہر تھے، لیکن کہیں اس کا اشارہ نہیں ملتا کہ صرف اپنے محلے سے

نکلنے کو کافی سمجھا گیا ہو۔

☆ رخصت سفر کے مقاصد میں اجنبیت کا احساس بھی ہے، لیکن آج بھی بڑے بڑے شہروں میں وہاں کے باشندے ایک سمت سے دوسری سمت مسافت سفر ۴۸ میل جانے کے بعد بھی اجنبیت کا احساس نہیں کرتے، وہ یہی سمجھتے ہیں کہ ہم اپنے شہر میں ہیں۔

☆ دہلی ایک شہر ہے اور صوبہ بھی، وہاں کے بڑے بڑے محلوں پر ضلع کا اطلاق ہوتا ہے، جبکہ اتنے ہی بڑے محلوں پر ممبئی، بنگلور میں ضلع کا اطلاق نہیں ہوتا، ساؤتھ خصوصاً کیرالہ میں ایک شہر کے جملہ محلوں کی نوعیت کچھ اور ہے، جبکہ یوپی جیسے گنجان صوبہ میں ایک شہر کے محلوں کی نوعیت الگ ہے اور ستم یہ کہ الکشن اور ووٹنگ کے مواقع پر ان محلوں کے حدود بدلتے رہتے ہیں حتی کہ اسمبلی اور لوک سبھا کے الکشنوں میں بھی محلوں کی تقسیم الگ الگ نوعیت سے کی جاتی ہے، مسلم ووٹرس کو بانٹنے کے لئے کبھی ایک محلّہ کو کاٹ کر دوسرے حلقہ میں جوڑ دیا جاتا ہے، ان سب کے علاوہ اکثر اوقات بڑے شہروں میں پوری زندگی گزارنے والا شخص اپنے محلّہ کی حدود اربعہ سے ناواقف ہوتا ہے، ایسی صورت حال میں آخر کس محلّہ سے نکلنے کو وہ اپنے لئے معیار قرار دے گا، غالباً ان ہی تمام زحمتوں کی وجہ سے فقہاء نے سفر شرعی سے متعلق اتنی آسان علامتیں بیان کی ہیں کہ ہر کس وناکس اسے سمجھ لے، اور وہ ہے خروج عن عمران الوطن۔

☆ شہروں کے درمیان مسافتوں کی تعیین میں اگر سرکاری تعیین کو معیار قرار دیا جائے ،جیسا کہ بعض علماء کی رائے ہے تو اس میں بھی دشواریاں ہیں، کیونکہ سرکاری مسافت عام طور پر دو شہروں کے درمیان اسٹیشن سے اسٹیشن تک یا بس اسٹاپ سے بس اسٹاپ تک شمار کی جاتی ہے، خواہ دونوں شہروں کے اطراف کتنے ہی قریب ہوتے چلے جائیں، اب مثلاً دہلی سے مرادنگر کے درمیان مسافت سفر ۴۸ میل سرکاری کاغذ میں لکھی ہے، اور مسافت اسٹیشن سے اسٹیشن تک یا بس اسٹاپ سے بس اسٹاپ تک ہے، اب ایک شخص مرادنگر سے دہلی سفر کرتا ہے اور دہلی میں داخل ہونے کے بعد اسٹیشن سے یا بس اسٹاپ سے دسیوں کلومیٹر پہلے اتر جاتا ہے تو وہ سرکاری معیار کے اعتبار سے

یہی سمجھے گا کہ میں دہلی میں داخل ہو چکا ہوں، اور مسافت سفر ۴۸ میل طے کر لی ہے، حالانکہ ابھی اس نے شرعی مقررہ مقدار طے نہیں کی، اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ مسافت شرعی سے پہلے ہی وہ اپنے اوپر احکام سفر لاگو کر لے گا، عموماً عرف میں یہ باریکی نہیں دیکھی جاتی کہ یہ سرکاری مقدار بس اسٹاپ سے بس اسٹاپ تک ہے، دو شہروں کے درمیان سرکاری تحدید کو معیار قرار دینے میں ایک پریشانی یہ بھی ہے کہ کبھی ایک شخص شہر میں داخل ہو چکا ہوتا ہے، لیکن سڑک کے کنارے پر نصب پتھر پر لکھا ہوتا ہے، میرٹھ دس کلومیٹر، حالانکہ وہ میرٹھ شہر میں داخل ہو چکا ہوتا ہے۔

☆ اگر سرکاری تعیین کا اعتبار کیا جائے تو دہلی سے غازی آباد کی طرف چلنے والے شخص کے لئے تسلسل آبادی کی وجہ سے یہ جاننا مشکل ہوگا کہ کہاں سے دہلی ختم ہوا اور کہاں سے غازی آباد کی آبادی شروع ہوئی ہے، حالانکہ نہ صرف دونوں کے ضلع الگ ہیں بلکہ صوبے بھی الگ ہے۔

☆ سفر میں اگر چہ مشقت حقیقی کا اعتبار نہیں کیا گیا، لیکن کسی نہ کسی درجہ میں مشقت ہی کا اعتبار ضرور کیا گیا ہے، ''**السفر المبیح للقصر: هذا السفر الطویل الذی تلحق به المشقة غالبا**'' (التفسیر المنیر لوہبہ زحیلی ۵/ ۲۴۴)۔

☆ عمران البلد کے بجائے خروج عن المحلہ کو معیار قرار دینے کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ دخول کے لئے بھی عمران البلد کے بجائے دخول الی المحلہ کو معیار قرار دیا جائے، اس میں دشواری یہ ہے کہ ایک شخص غازی آباد سے دہلی کا سفر کرتا ہے، غازی آباد سے دہلی جہاں اسے قیام کرنا ہے، مثلاً شاہدرہ ۴۸ میل ہے، شاہدرہ کی طرف جب چلا تھا تو اس کی نیت تھی کہ پندرہ دن قیام کروں گا، یہ شخص نووارد ہے، شاہدرہ کی حدود سے ناواقف ہے، یہ کس جگہ پر پہنچ کر اتمام صلوۃ کرے گا، اسی طرح جب شاہدرہ سے پندرہ دن قیام کر کے وطن واپس لوٹنا چاہتا ہے تو شاہدرہ جو دہلی کا ایک محلّہ ہے وہاں کس جگہ سے نکل کر قصر شروع کرے گا، کیوں کہ نیا مسافر یہ تو آسانی سے سمجھ لے گا کہ فلاں شہر کی آبادی اب ختم ہوگئی، لیکن یہ سمجھنا اس کے لئے دشوار ہے کہ فلاں محلّہ کی

حدود کہاں پر ختم ہیں، نو وارد کے لئے تو یہ مسئلہ دشوار ہے ہی، بہت سے مقامی افراد یہ نہیں بتا سکتے کہ اس محلّہ کی حدود کیا ہیں۔

اوپر ہم نے اشارہ کیا ہے کہ اگر دو شہر جن کے درمیان ۴۸ میل مسافت تھی، آپس میں متصل اور ضم ہو جائیں تو وہاں بھی قصر ختم کر دینا مناسب ہوگا، اور ایسے شہروں کے رہنے والے حضرات اپنے آپ کو مسافر اس وقت شمار کریں گے جب دونوں شہروں کی آبادی سے نکل جائیں، ابھی تک علماء امت کا تعامل یہ رہا ہے کہ انہوں نے شہر سے متصل گاؤں اور دیہاتوں پر بھی خروج کے سلسلے میں شہر کا حکم لگایا ہے اور مسافت سفر کی ابتدا میں وہاں سے خروج کو شرط قرار دیا ہے۔

علماء ہند و پاک کی ایک بڑی تعداد نے حدود شہر سے نکلنے کو شرط قرار دیا ہے نہ کہ صرف اپنے محلّہ سے، طوالت کے ڈر سے ہم اسے قلم انداز کر رہے ہیں، بس چند اقتباسات درج ذیل ہیں، جملہ اقتباسات احسن الفتاوی کے ہیں۔

ایک سوال کے جواب میں:

شہر کی جس سمت سے بنیت سفر نکل رہا ہو اس جانب کے مکانات سے باہر نکلنے پر حکم قصر شروع ہوگا...... اسی طرح بوقت واپسی مکانات کی حدود میں داخل ہونے پر حکم قصر ختم ہو جاتا ہے۔

اگر فناء مصر (شہر کی ضروریات مثلاً قبرستان، گھوڑ دوڑ وغیرہ کے میدان) کے درمیان زرعی زمین حائل نہ ہو اور عمارات سے قدر رغلوہ سے کم فاصلہ پر ہو تو فناء سے بھی تجاوز کے بعد قصر کا حکم ہوگا (احسن الفتاوی ۴/ ۷۲)۔

کراچی کی عمارت غالباً پیری اسٹیشن تک پہنچ چکی ہے، سٹی اسٹیشن اور لانڈھی اسٹیشن پر بہر صورت قصر جائز نہیں، پوری نماز پڑھے (احسن الفتاوی ۴/ ۷۲)۔

اگر (بستی) شہر سے متصل ہے خواہ شہر کی نواحی کچی آبادی یا جھونپڑیاں وغیرہ ہی سے متصل ہو تو یہ شہر میں داخل ہے، اس لئے حدود شہر سے باہر نکلنے پر مسافر ہوگا، عبارات فقہیہ میں اتصال آبادی کا کوئی معیار نظر سے نہیں گزرا، بظاہر اس کا مدار رؤیت ظاہرہ پر ہے، یعنی دیکھنے میں

اتصال نظر آئے (اس کے علاوہ کوئی اور معیار قرار دینے میں سخت زحمت ہے، جیسا سابقہ صفحات میں عرض کیا گیا) (احسن الفتاوی ۴؍ ۷۳)۔

البتہ فصل مذکور کے باوجود اگر عرف عام میں دو مقام ایک ہی شہر کے دو محلے سمجھے جاتے ہوں تو حکم اتحاد ہوگا (احسن الفتاوی ۴؍ ۷۳)۔

ریلوے اسٹیشن فناء مصر میں داخل ہے (احسن الفتاوی ۴؍ ۷۳)۔

اگر ریلوے اسٹیشن شہر سے متصل ہےتو تقریباً اکابر نے وہاں قصر جائز قرار نہیں دیا، اسی طرح اگر منفصل تھا پھر متصل ہوگیا، حالانکہ بڑے شہروں میں بعض لوگوں کے لئے ریلوے اسٹیشن ان کے محلوں سے کافی دور واقع ہوتا ہے اور کئی کئی محلے گزرنے کے بعد اسٹیشن آتا ہے، اس سے بھی معلوم ہوا کہ شہر کے جملہ محلے اور پورے حدود سے نکلنا شرط ہے صرف اپنے محلّہ سے خروج کافی نہیں۔

فقہاء کرام کی تصریحات اور جملہ معروضات کی روشنی میں مبتلی بہ کے لئے سب سے سہل طریقہ اور معیار قرار دینے کے لئے بے غبار صورت یہی ہے کہ خروج عن عمران البلد اور جملہ آبادی اور محلوں سے نکلنے کو معیار قرار دیا جائے، خواہ کہیں کا رہنے والا ہو، بڑے شہر کا یا چھوٹے شہر کا، قصبات کا ہو یا دیہات کا، اہل بادیہ ہو یا اہل خیمہ، اسے یہ فیصلہ لینے میں ذرا بھی دقت نہیں ہوگی کہ ہمارے لئے مسافت سفر کی ابتدا اپنے موضع کی آخری آبادی سے نکلنا ہے، اس کے علاوہ جو بھی شق اختیار کی جائے گی وہ زحمتوں سے خالی نہ ہوگی۔

خروج عن عمران المصر کو معیار قرار دینے میں زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ آج کل شہروں کے پھیلاؤ اور آبادی کے تسلسل کی وجہ سے احکام سفر، قصر، افطار، مسح علی الخف الی ثلاثۃ ایام وغیرہ کی سہولت لوگوں کو کم ملے گی تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں، کیوں کہ سفر میں مشقت حقیقی کا اعتبار نہیں کیا گیا، بلکہ صرف مشقت اعتباری کافی ہے، کون نہیں جانتا کہ ایک دیہاتی تمام اسباب و آرام سے محروم اپنے مقام پر عزیمت پر عمل کرتا ہے اور یہی مسافر جب شہروں کو سفر کرتا ہے تو تمام آرام و راحت کے باوجود احکام سفر سے فائدہ اٹھاتا ہے، نیز یہاں ایسی کوئی ضرورت بھی متحقق نہیں جس

کی وجہ سے آسانی کی راہ تلاش کی جائے۔

**خلاصہ بحث:**

لہذا احقر کی رائے یہ ہے کہ خروج عن عمران المصر بہر حال شرط ہے، اس لئے اب سوالات کے جوابات اس طرح ہیں:

(الف) اگر ایک شخص اپنے گھر سے ۴۸ میل کا راستہ طے کرلے، لیکن ابھی وہ ہو شہر ہی میں، شہر کی حدود سے باہر نکلنے کی نوبت نہیں آئی اور آگے جانے کا ارادہ بھی نہ ہو تو نہ وہ مسافر ہے اور نہ سفر کے احکام جاری ہوں گے۔

(ب) اسی طرح اگر وہ ایسے مقام سے سفر کر رہا ہو جو شہر کی انتہائی حدود سے تو ۴۸ میل کے فاصلہ پر نہ ہو، لیکن اس کے گھر پاس سے ۴۸ میل یا اس سے زیادہ ہے تو ایسی صورت میں وہ اتمام کرے گا، قصر نہیں۔

☆☆☆

# ابتدائے سفر اور قصر کے احکام

مولانا رحمت اللہ ندوی☆

## قصر کا ثبوت:

بحالت سفر نماز میں قصر کا ثبوت قرآن وسنت اور اجماع سے ہے۔

"الأصل فی قصر الصلاة الکتاب والسنة والإجماع" (کتاب المغنی ۲/۸۷)۔

قرآن کریم کی آیت کریمہ سے اس کا ثبوت: "وإذا ضربتم فی الأرض فلیس علیکم جناح أن تقصروا من الصلاة" ہے، اور متواتر احادیث سے رسول اللہ ﷺ کا اپنے حج وعمرہ اور غزوہ کے اسفار میں قصر کرنا ثابت ہے۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ میں سفر میں حضور ﷺ کی وفات تک آپ ﷺ کا ہم سفر رہا، آپ ﷺ دو رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے، یہی طریقہ وفات تک حضرت ابو بکرؓ کا رہا، اور حضرت عمر وعثمانؓ بھی اسی طرح کیا کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا بیان ہے کہ میں نے حضور ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھی، پھر بعد میں راستہ مختلف اور طریقہ جدا ہو گیا، میری خواہش ہے کہ چار رکعات کے بجائے دو مقبول رکعتیں ہوں (ایضا)۔

حضور ﷺ کے بعد صحابہ کرامؓ نے بھی قصر پر مواظبت و پابندی کی ہے، شیخ

☆ مدرسہ فلاح المسلمین، تیندوہ، رائے بریلی۔

عبدالرحمان الجزائری نے بھی اپنی کتاب میں اس کے اجماع ہونے اور ثبوت قصر پر سیر حاصل بحث کی ہے (ملاحظہ ہو: کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعۃ ۱/ ۴۷۲)۔

مؤلف منہاج المسلم تحریر فرماتے ہیں:

"ومواظبة رسول الله ﷺ تجعله سنة متأكدة، إذا ما سافر رسول الله ﷺ سفرا إلا قصر فيه، و قصر معه أصحابه رضي الله عنهم اجمعين" (منہاج المسلم)۔

مولانا مودودیؒ تحریر فرماتے ہیں:

حدیث سے ثابت ہے کہ نبی ﷺ نے ہمیشہ سفر میں قصر کیا ہے، اور کسی معتبر روایت میں یہ منقول نہیں ہے کہ آپ ﷺ نے کبھی سفر میں چار رکعتیں پڑھی ہوں (تفہیم القرآن ۱/ ۳۸۹)۔

## قصر کا حکم:

قصر کے ثبوت اور اس کے جواز میں کسی کا اختلاف نہیں ہے (الاسئلۃ والاجوبۃ الفقہیۃ ۱/ ۱۹۶)۔

البتہ اس کے حکم کے بارے میں اختلاف ہے۔

قصر پر بحث کرتے ہوئے مؤلف مظاہر حق تحریر فرماتے ہیں:

اس موقع پر اتنی بات بھی جانتے چلئے کہ مسافر کے لئے قصر کے جواز میں کسی بھی عالم اور کسی بھی امام کا اختلاف نہیں ہے، صرف اتنی بات ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک تو قصر واجب ہے، لیکن امام شافعی کے یہاں قصر اولی ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی مسافر قصر نہیں کرے گا تو وہ امام صاحب کے مسلک کی رو سے گنہگار ہوگا، مگر امام شافعیؒ کا مسلک اسے گنہگار نہیں قرار دے گا، بلکہ اولی و افضل چیز کا ترک کرنے والا کہے گا (مظاہر حق جدید ۲/ ۳۲)۔

مؤلف رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمۃ تحریر فرماتے ہیں:

"اتفقوا على جواز القصر فى السفر، و اختلفوا هل هو رخصة أو عزيمة؟ فقال أبو حنيفة: هو عزيمة و شدد فيه، و قال مالک والشافعي و

**أحمد: هو رخصة في السفر الجائز** "(رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمۃ/۲۶)۔

(سفر میں جواز قصر پر فقہاء کا اتفاق ہے، البتہ اس میں ان کا اختلاف ہے کہ آیا قصر رخصت ہے یا عزیمت؟ چنانچہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک عزیمت ہے اور اس پر ان کا اصرار ہے، ان کے علاوہ ائمہ ثلاثہ فرماتے ہیں کہ جائز سفر میں قصر رخصت ہے)۔

آگے مزید لکھتے ہیں:

**"و إذا كان السفر مسيرة ثلاثة أيام فالقصر أفضل بالاتفاق، فإن أتم جاز عند الثلاثة، و قال أبو حنيفة: لا يجوز و هو قول بعض أصحاب مالک"** (ایضا)۔

مؤلف **تنظیم الاشتات** تحریر کرتے ہیں:

چار رکعت والی نماز کے جواز قصر میں کسی کا اختلاف نہیں بلکہ بالاتفاق جائز ہے، ایسا ہی مغرب وفجر میں بالاتفاق قصر جائز نہیں۔

اب صلاۃ رباعیہ میں جو بالاتفاق قصر جائز ہے، اس کے متعلق اختلاف ہے کہ شافعی و احمد و عائشہؓ وعثمانؓ وابن عباسؓ کے نزدیک اور مالک کے ایک قول کے موافق قصر رخصت ہے، مصلی کو قصر واتمام میں اختیار دیا گیا ہے، بلکہ یہی افضل ہے۔

..........لیکن امام ابوحنیفہ وصاحبین اور قاضی اسماعیل من المالکیہ کے نزدیک کہ جو امام مالک کا بھی قول مشہور ہے..........کہ قصر واجب ہے (تنظیم الاشتات ۱/۳۳۸)۔

صاحب بذل المجہود تحریر فرماتے ہیں:

**"ثم قد اختلف أهل العلم، هل القصر واجب أم رخصة ؟ و الإتمام أفضل، فذهب إلى الأول الحنفية، و روى عن علي و عمر و نسبه النووي إلى كثير من أهل العلم"** (بذل المجہود ۶/۲۷۰-۲۷۱)۔

(اہل علم کا قصر کے رخصت وواجب ہونے میں اختلاف ہے، وجوب کا قول اختیار کرنے والے حنفیہ ہیں اور حضرت علیؓ وعمرؓ سے بھی یہی مروی ہے اور امام نووی نے بہت سے اہل

علم کی طرف اس کو منسوب کیا ہے)۔

معالم سے خطابی کا قول نقل کرتے ہوئے مزید لکھتے ہیں:

"قال الخطابی فی المعالم: کان مذهب أكثر علماء السلف و فقهاء الأمصار على أن القصر هو الواجب في السفر، و هو قول علي و عمر و ابن عباس و روي ذلک عن عمر بن عبد العزيز و قتادة والحسن" (عون المعبود ۶۵/۴)۔

اکثر علماء سلف اور فقہاء امت کا مذہب حالت سفر میں قصر کے وجوب کا ہے، اور یہی حضرت علیؓ وعمرؓ وابن عباسؓ کا قول ہے، حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ، قتادہ، اورحسن بصری سے بھی یہی روایت ہے، حماد بن ابی سلیمان کا کہنا ہے اگر کسی نے حالت سفر میں قصر نہ کیا تو نماز کا اعادہ کرے گا۔

امام مالک فرماتے ہیں:

"يعيد ما دام في الوقت" (جب تک وقت میں ہے اعادہ کرے گا)، قصر واجب ہے یا اتمام، اس پر تحفۃ الاحوذی میں بھی بحث موجود ہے (ملاحظہ ہو: تحفۃ الاحوذی ۸۲/۳-۸۳، ابواب السفر)۔

مولانا ابو الاعلیٰ مودودی صاحب تحریر فرماتے ہیں:

بعض ائمہ نے مضائقہ نہیں (فليس عليكم جناح) کا مفہوم یہ سمجھا ہے کہ سفر میں قصر کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ محض اس کی اجازت ہے، آدمی چاہے تو اس سے فائدہ اٹھائے ورنہ پوری نماز پڑھے، یہی رائے امام شافعی نے اختیار کی ہے، اگر چہ وہ قصر کرنے کو افضل اور ترک قصر کو ادنیٰ قرار دیتے ہیں، امام احمد کے نزدیک قصر کرنا تو واجب نہیں ہے مگر نہ کرنا مکروہ ہے، امام ابوحنیفہ کے نزدیک قصر کرنا واجب ہے، اور یہی رائے ایک روایت میں امام مالک سے بھی منقول ہے (تفہیم القرآن ۳۸۹/۱)۔

## کیا قصر ہر طرح کے سفر میں ہے؟

ایک اختلاف یہ بھی ہے کہ کس طرح کے سفر میں قصر کرے گا؟

حافظ ابن حجر عسقلانی امام نووی کا قول نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

**"قال النووی: ذهب الجمهور إلى أنه يجوز القصر فی كل سفر مباح، و ذهب بعض السلف إلى أنه يشترط فی القصر الخوف فی السفر، و بعضهم كونه سفر حج أو عمرة أو جهاد، و بعضهم كونه سفر طاعة، و عن أبی حنيفة و الثوری فی كل سفر سواء كان طاعة أو معصية"** (فتح الباری ۲/۵۶۱، عون المعبود ۴/۶۵)۔

(جمہور کی رائے ہے کہ ہر مباح اور جائز سفر میں قصر درست ہے، بعض سلف نے سفر میں قصر کو خوف کے ساتھ مشروط کیا ہے، جبکہ بعض نے سفر سے حج یا عمرہ یا جہاد کا سفر قرار دیا ہے، اور بعض نے سفر طاعت کے ساتھ خاص کیا ہے، جبکہ امام ابوحنیفہ اور سفیان ثوری نے ہر طرح کے سفر میں قصر جائز قرار دیا ہے، خواہ وہ سفر طاعت کا ہو یا معصیت کا)۔

علامہ ابن قیم نے زاد المعاد میں تحریر فرمایا ہے:

**"كانت أسفاره دائرة بين أربعة أسفار: سفره لهجرته و سفره للجهاد وهو أكثرها و سفره للعمرة و سفره للحج"** (زاد المعاد ۱/۱۲۷)۔

(حضور علیہ السلام کے اسفار چار طرح کے ہوتے تھے: سفر ہجرت، سفر جہاد، زیادہ تر اسفار یہی تھے، سفر عمرہ و سفر حج)۔

مؤلف عارضۃ الاحوذی قصر کو سفر مباح سے متعلق مانتے ہیں اور ذرا توسع سے کام لیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

**"وهو صلی اللہ علیہ وسلم لم يتفق له سفر إلا فی حج أو عمرة أو جهاد وما كان ليسافر فی طلب دنيا ولكن الله وسع علی عباده عن دينهم فی دنياهم كما أمرهم أن يصرفوامن دنيا هم فی دينهم، والحكم لله العلی الكبير"** (عارضۃ

لأ حوذی ۳/۱۷)۔

(حضور علیہ السلام کو صرف حج یا عمرہ یا جہاد کے سفر کا ہی اتفاق ہوا، طلب دنیا میں سفر نہیں فرماتے تھے، لیکن اللہ نے اپنے بندوں کو ان کے دین سے ان کی دنیا کے مقابلہ میں زیادہ وسعت دی ہے، جس طرح ان کو دنیا سے دین کی طرف موڑ دیا)۔

اس اقتباس سے قبل والے اقتباس میں مؤلف نے سفر قصر کے سلسلہ میں تین اقوال نقل کئے ہیں:

۱-ہر طرح کے سفر میں قصر ہے، بغیر اس تفصیل کے کہ وہ سفر طاعت ہو یا معصیت، مباح ہو یا قربت، مکروہ یا مندوب، اس کے قائل امام اوزاعی اور سفیان ثوری ہیں۔

۲-صرف سفر قربت ہی میں قصر جائز ہے، اس رائے کے حامل عطاء، اور ابن مسعودؓ ہیں اور امام احمد کے دو مشہور قول میں سے قول مختار بھی یہی ہے۔

۳-صرف سفر مباح میں ہی قصر جائز ہے، یہ امام مالک کا ایک مشہور قول ہے اور امام شافعی کا ایک مشہور قول ہے، امام مالک کے بعض اصحاب سفر وصیت میں بھی قصر جائز قرار دیتے ہیں۔

**مولانا عبدالماجد دریا آبادیؒ تحریر فرماتے ہیں:**

"**ضرب فی الارض**" سے مراد سفر ہوتا ہے اور یہ لفظ عام ہے، ہر نوع سفر کے لئے، خواہ وہ دینی ہو، **مثلاً** جہاد کے لئے، خواہ محض دنیوی ہو، تجارت یا سیاحت کے لئے، "**هذا أعم فهي رخصة لكل مسافر ، المنار**" (تفسیر ماجدی ۱/۲۸۷)۔

جمہور فقہاء کا قول ہے کہ سفر جس جائز غرض ومقصد سے بھی ہو، شرعی سفر کے حکم میں داخل ہے، "**الجمهور على جواز القصر في السفر المباح كالتجارة و نحوها ، قرطبي**" (بحوالہ تفسیر ماجدی ۱/۲۸۷)۔

**مولانا ابو الاعلی مودودی تحریر فرماتے ہیں:**

جس سفر میں قصر کیا جا سکتا ہے اس کے لئے بعض ائمہ نے یہ شرط لگائی ہے کہ وہ فی سبیل اللہ ہونا چاہئے، جیسے جہاد، حج، عمرہ، طلب علم وغیرہ، ابن عمرؓ، ابن مسعودؓ اور عطاء کا یہی فتوی ہے، امام شافعی اور امام احمد کہتے ہیں کہ سفر کسی ایسے مقصد کے لئے ہونا چاہئے جو شرعاً جائز ہو، حرام، ناجائز اغراض کے لئے جو سفر کیا جائے اس میں قصر کی اجازت سے فائدہ اٹھانے کا کسی کو حق نہیں ہے، حنفیہ کہتے ہیں کہ قصر ہر سفر میں کیا جا سکتا ہے، رہی سفر کی نوعیت، تو وہ بجائے خود ثواب یا عتاب کی مستحق ہوسکتی ہے، مگر قصر کی اجازت پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑتا (تفہیم القرآن ۱/۳۸۹)۔

## آیت قصر پر ایک اشکال اور اس کا جواب:

"وإذا ضربتم في الأرض فليس عليكم جناح أن تقصروا من الصلاة" پر ایک اشکال یہ وارد ہوتا ہے کہ آیت اس پر دلالت کر رہی ہے کہ قصر کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں، اس سے قصر کا وجوب معلوم نہیں ہوتا بلکہ قصر نہ کرنے کی افضلیت معلوم ہوتی ہے؟

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی نے اپنی تفسیر میں اس کا بڑا حکیمانہ جواب دیا ہے، وہ تحریر فرماتے ہیں:

قصر واجب ہے اور قرآن میں جو اس طرح سے فرمایا گیا کہ تم کو گناہ نہ ہوگا جس سے شبہ ہوتا ہے کہ نہ کرنا بھی جائز ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ پوری نماز کی جگہ نصف پڑھنے میں ظاہرا وسوسہ گناہ کا ہوتا تھا، اس لئے اس کی نفی فرمادی، سو یہ منافی وجوب کی نہیں جو کہ دوسری دلیل سے ثابت ہے (بیان القرآن ۱/۱۵۱)۔

اسی طرح کی بات مولانا مودودی نے بھی لکھی ہے:

رہے قرآن کے یہ الفاظ کہ "مضائقہ نہیں اگر قصر کرو" تو ان کی نظیر سورہ بقرہ رکوع ۱۹ میں گزر چکی ہے، جہاں صفا اور مروہ کے درمیان سعی کے متعلق بھی یہی الفاظ فرمائے گئے ہیں، حالانکہ یہ سعی مناسک حج میں سے ہے اور واجب ہے، دراصل دونوں جگہ یہ کہنے کا مقصود لوگوں کے اس اندیشہ کو دور کرنا ہے کہ ایسا کرنے سے کہیں کوئی گناہ تو لازم نہیں آئے گا، ثواب میں کمی تو نہ

ہوگی (تفہیم القرآن ۱/ ۳۸۹)۔

## مسافت قصر کیا ہے؟

کتنی مسافت پر قصر ہوگا؟ یہ بھی فقہاء کے درمیان ایک مختلف فیہ مسئلہ ہے، اس سلسلہ میں ان کے مختلف اندازے ہیں۔

ابن المنذر وغیرہ نے اس سلسلہ میں بیس اقوال بیان کئے ہیں، مؤلف عون المعبود تحریر فرماتے ہیں:

"و اعلم أنه قد وقع الخلاف الطويل بين علماء الإسلام في مقدار المسافة التي يقصر فيها الصلاة، قال في الفتح: فحكى ابن المنذر وغيره فيها نحوا من عشرين قولا، أقل ما قيل ذلك يوم و ليلة، و أكثره ما دام غائبا عن بلده" (عون المعبود ۴/ ۶۷ مولانا دریابادی نے بھی تفسیر منار کے حوالہ سے یہ قول نقل کیا ہے ملاحظہ ہو تفسیر ماجدی ۱/ ۷۸۷)۔

(معلوم ہونا چاہئے کہ جس مسافت پر نماز میں قصر ہے اس کی مقدار میں علماء اسلام کا خاصا اختلاف ہے، فتح الباری میں ہے کہ ابن منذر وغیرہ نے تقریباً بیس اقوال بیان کئے ہیں، سب سے کم مقدار ایک دن اور ایک رات ہے، جبکہ زیادہ سے زیادہ مقدار جب تک اپنے شہر سے غائب رہے)۔

مؤلف "رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمۃ" تحریر فرماتے ہیں:

"لايجوز القصر إلا في مسيرة مرحلتين بسير الأثقال و ذلك يومان أو يوم و ليلة، ستة عشر فرسخا، أربعة برد عند الشافعي و مالك و أحمد.

و قال ابو حنيفة: لاتقصر في أقل من ثلاث مراحل أربعة و عشرون فرسخا.

قال الأوزاعي: تقصر في مسيرة يوم، و قال داؤد: يجوز القصر في طويل السفر و قصيره" (رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمۃ/ ۶۶)۔

(قصر صرف اس وقت جائز ہے جبکہ بوجھ اور سامان کے ساتھ دو مرحلے کی مسافت طے کرلے، اور دو مرحلے دو دن یا ایک دن و رات یعنی سولہ فرسنگ، چار برد ہے ائمہ ثلاثہ کے نزدیک۔

امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں: تین مراحل یعنی ۲۴ فرسنگ سے کم میں قصر نہیں ہے۔

امام اوزاعی تحریر فرماتے ہیں: ایک یوم کی مسافت میں قصر ہے۔

ابوداؤد ظاہری فرماتے ہیں ہر لمبے اور مختصر سفر میں قصر جائز ہے)۔

فقہ السنہ کے مؤلف المغنی کے حوالہ سے فرماتے ہیں:

دو یا تین مراحل کی شرط جو فقہاء نے لگائی ہے، یہ ائمہ کے محض اندازے ہیں حجت نہیں، اس لئے کہ صحابہ کرام کے اقوال اس مسئلہ میں مختلف اور باہم متعارض ہیں اور اختلاف کے ساتھ اس میں حجت نہیں۔

حضرت ابن عمرؓ اور ابن عباسؓ سے اس کے خلاف مروی ہے جسے ہمارے اصحاب نے حجت بنایا ہے، پھر جب اس کا وجود نہیں ہے تو ان کا قول رسول اللہ ﷺ کے قول و فعل کے ساتھ حجت نہیں ہے (فقہ السنہ ۱/ ۲۶۷)۔

مفسر قرآن مولانا عبدالماجد دریابادی بھی اسی طرح کا خیال ظاہر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

رہا یہ کہ سفر کتنی دور کا ہو، جس پر سفر شرعی کا اطلاق ہو سکے گا تو قرآن مجید اور سنت صحیح اس کے جواب سے خاموش ہیں، فقہاء نے مختلف اندازے اور تخمینے قرار دیئے ہیں، حنفیہ کے یہاں مسافت تین منزل کی ہونی چاہئے اور شافعیہ و مالکیہ کے یہاں دو منزل کی اور منزل کا اندازہ بیس میل کا ہے۔

مسافت سے متعلق اور بھی بہت سے قول نقل ہوئے ہیں، چنانچہ بعض محدثین کے نزدیک ایسے اقوال بیس سے بھی زائد ہیں (تفسیر ماجدی ۱/ ۲۸۷)۔

**مسافت کا شمار کہاں سے؟ اور مسافر کب ہوگا:**

آدمی مسافر کب ہوگا؟ وہ قصر کب کرے گا؟ اور قصر کی ابتدا کہاں سے ہوگی؟ اس سلسلہ میں جمہور فقہاء اور علماء آبادی چھوڑنے اور شہر وبستی سے باہر نکلنے پر ہی قصر کو جائز سمجھتے ہیں:

"ذهب جمهور العلماء إلى أن قصر الصلوة يشرع بمفارقة الحضر و الخروج من البلد، و إن ذلک شرط و لايتم حتى يدخل أول بيوتها.

وقال ابن المنذر: ولا أعلم أن النبي ﷺ قصر في السفر من أسفاره إلا بعد خروجه من المدينة، و قال أنس: صليت الظهر مع النبي ﷺ بالمدينة أربعا و بذى الحليفة ركعتين، رواه الجماعة" (ملاحظہ ہو: فتح الباری ۲/۵۶۹)۔

(جمہور علماء کا نقطہ نظر یہ ہے کہ نماز میں قصر آبادی چھوڑ دینے اور شہر سے باہر نکلنے پر مشروع ہے، اور یہ شرط ہے، مسافر اتمام نہیں کرے گا جب تک کہ وہ آبادی کے پہلے گھر میں داخل نہ ہوجائے)۔

ابن منذر فرماتے ہیں:

مجھے نہیں معلوم کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنے کسی سفر میں قصر کیا ہو مگر مدینہ سے نکلنے کے بعد ہی۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں: میں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ مدینہ میں ظہر چار رکعت پڑھی اور ذوالحلیفہ میں دو رکعت پڑھی)۔

علامہ ابن حجر نے فتح الباری میں ابن منذر کا یہ قول نقل فرمایا اور لکھا ہے کہ ابن منذر نے اس کو ترجیح دی ہے کہ گھروں سے الگ ہوکر قصر کرنے پر اتفاق ہے، اور علامہ ابن قیم تحریر فرماتے ہیں کہ گھر چھوڑنے سے پہلے قصر کرنے میں اختلاف ہے (ملاحظہ ہو: فتح الباری ۲/۵۶۹)۔

علامہ ابن قدامہ نے بھی اپنی مشہور کتاب "المغنی" میں ابن منذر کا یہ قول نقل کیا ہے:

"و جملته أنه ليس لمن نوى السفر القصر حتى يخرج من بيوت قريته ويجعلها وراء ظهره، و بهذا قال مالک والشافعي و الأوزاعي و إسحق و

أبو ثور و حکی ذلک عن جماعة من التابعین" (ملاحظہ ہو: المغنی ۲/ ۹۷)۔

علامہ ابن قیم تحریر فرماتے ہیں:

"و کان یقصر الرباعیة فیصلیها رکعتین من حین یخرج مسافرا إلی أن یرجع إلی المدینة و لم یثبت عنه أنه أتم الرباعیة فی سفره البتة" (زادالمعاد ۱/ ۱۴۸)۔

(رسول اللہ ﷺ چار رکعت والی نمازوں میں قصر فرماتے اور انہیں دو رکعت پڑھتے، جس وقت مسافر ہوکر نکلتے تا آنکہ مدینہ واپس آجاتے، آپ سے یہ ثابت نہیں ہے کہ سفر میں اتمام کیا ہو)۔

مؤلف "رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمۃ" تحریر فرماتے ہیں:

"ولایجوز القصر إلا بعد مفارقة بنیان البلد عند أبی حنیفة والشافعی و أحمد، و عن مالک روایتان: إحداهما: أنه یفارق بنیان بلده ولا یحاذیه عن یمینه و لاعن یساره منه شیئ، والثانیة: أن یکون من المصر علی ثلاثة أمیال" (رحمۃ الامۃ/ ۶۷)۔

(ائمہ ثلاثہ کے نزدیک قصر صرف شہر کی عمارتیں چھوڑ دینے کے بعد ہی جائز ہے، اور امام مالک سے دو روایتیں ہیں: ایک یہ کہ وہ اپنے شہر کی عمارتیں چھوڑ دے اور اس کے دائیں بائیں محاذ میں کوئی چیز نہ ہو، دوسری یہ کہ شہر سے تین میل کے فاصلے پر چلا جائے)۔

مؤلف عون المعبود نے بھی مرقاۃ کے حوالہ سے بعینہ یہی بات نقل کی ہے (عون المعبود ۴/ ۶۹)۔

مؤلف "کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعۃ" حنفیہ کا مسلک نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"الحنفیة قالوا: من قصد سفر مسافة القصر المتقدم بیانه قصر الصلاة متی جاوز العمران من موضع إقامته، سواء کان مقیما فی المصر أو فی غیره

فإذا خرج من المصر و لا يقصر إلا إذا جاوز بيوته من الجهة التى خرج منها، و إن كان بإزائه بيوت من جهة أخرى، و يلزم أن يجاوز كل البيوت" (کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعۃ ۱/۴۷۶)۔

(جو ایسی مسافت قصر کا ارادہ کرے جس کا ذکر گزر چکا ہے، وہ اپنی جائے اقامت سے آبادی کو جب تجاوز کر جائے گا، قصر صلاۃ کرے گا، خواہ وہ شہر میں مقیم ہو یا غیر شہر میں، چنانچہ جب شہر سے نکلے گا تو قصر اسی صورت میں کرے گا جب اس طرف کے گھروں کو پار کر جائے جس طرف سے نکلا ہے، اگر چہ دوسری طرف اس کے بالمقابل کچھ گھر ہی کیوں نہ ہوں، اور تمام گھروں کو تجاوز کرنا لازم ہے)۔

مزید لکھتے ہیں: اگر کوئی محلہ شہر متصل ہو پھر منفصل ہو جائے تو اسے بھی پار کرنا قصر کرنے کے لئے لازم ہے، بشرطیکہ وہ محلہ آباد ہو، اگر آباد نہ ہو تو پار کرنا شرط نہیں ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی تحریر فرماتے ہیں:

"ثم إن الصحيح فى ذلك أنه لايتقيد بمسافة بل بمجاوزة البلد التى خرج منها" (فتح الباری ۲/۵۶۷)۔

(اس سلسلہ میں صحیح بات یہی ہے کہ مسافر ہونے کے لئے کسی مسافت کی قید نہیں بلکہ جس شہر سے نکل رہا ہے اس کو پار کر جائے)۔

اس سلسلہ میں اختلاف علماء کا ذکر کرتے ہوئے مؤلف بذل المجہود تحریر فرماتے ہیں کہ حنفیہ کے یہاں شہر کے گھروں کو چھوڑنا قصر کرنے اور مسافر بننے کے لئے لازم ہے، اور امام شافعی کے نزدیک شہر میں فصیل شہر کو تجاوز کرنا شرط ہے نہ کہ ان عمارتوں کو پار کرنا ضروری ہے جو فصیل خارج از فصیل متصل ہیں (بذل المجہود ۶/۲۷۷)۔

## کیا قصر گھر یا محلہ چھوڑنے پر ہوسکتا ہے؟

آبادی سے باہر نکلنے اور بستی کے تمام گھروں کو چھوڑ دینے کے بعد قصر پر جمہور کا اتفاق

ہے، لیکن گھر میں یا گھر سے نکلنے کے بعد قصر میں اختلاف ہے:

علامہ ابن حجر عسقلانی تحریر فرماتے ہیں:

"واختلفوا فیما قبل الخروج عن البیوت، فذهب الجمهور إلی أنه لابد من مفارقة جمیع البیوت، و ذهب بعض الکوفیین إلی أنه إذا أراد السفر یصلي رکعتین ولو کان في منزله، ومنهم من قال: إذا رکب قصر إن شاء" (فتح الباری ۲/۵۶۹)۔

(گھر سے نکلنے سے پہلے قصر میں اختلاف ہے، جمہور تمام گھروں کو چھوڑنا ضروری قرار دیتے ہیں اور بعض کوفی حضرات کا کہنا ہے کہ جب سفر کا ارادہ کرلے دو رکعت پڑھے گا، اگرچہ اپنے گھر میں ہو، اور ان میں سے بعض دیگر کہتے ہیں: جب سواری پر سوار ہو جائے اور قصر کرنا چاہے تو کرسکتا ہے)۔

فقہ السنہ کے مؤلف تحریر فرماتے ہیں:

"ویری بعض السلف أن من نوی السفر یقصر و لو فی بیته" (فقہ السنہ ۱/۲۶۸)۔

(بعض اسلاف کی رائے ہے کہ جو شخص سفر کا ارادہ کرلے وہ قصر کرسکتا ہے اگرچہ وہ اپنے گھر ہی میں ہو)۔

مؤلف عون المعبود تحریر فرماتے ہیں:

"وقال بعض التابعین: إنه یجوز أن یقصر فی منزله، و روی ابن أبی شیبة عن علي أنه خرج من البصرة فصلی الظهر أربعا ثم قال: إنا لو جاوزنا هذا الخص لصلینا رکعتین، قال المنذری: و أخرجه البخاری و مسلم والترمذی والنسائی" (عون المعبود ۴/۶۹)۔

(بعض تابعین فرماتے ہیں کہ گھر میں قصر کرنا جائز ہے، ابن ابی شیبہ حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ بصرہ سے نکلے اور ظہر چار رکعت پڑھی اور فرمایا کہ اگر ہم یہ پھوس (کچا

مکان) پار کر جاتے تو دو رکعت پڑھتے، منذری کا کہنا ہے کہ اس حدیث کی تخریج امام بخاری اور مسلم اور ترمذی اور نسائی نے کی ہے)۔

مؤلف بذل المجہود تحریر فرماتے ہیں:

"و حکی الرافعی وجها ان المعتبر مجاوزة الدور، و رجح الرافعی هذا الوجه و إن لم یکن فی جهة خروجه سور، و کان فی قریة یشترط مفارقة العمران" (بذل المجہود ۶/۲۷۷)۔

(رافعی نے بیان کیا ہے کہ گھروں کو پار کرنا معتبر ہے اور اس کو ترجیح دی ہے اگر اس طرف کو فصیل نہ ہو جدھر کا رخ ہے، اور گاؤں میں آبادی چھوڑنا شرط ہے)۔

آگے مزید تحریر فرماتے ہیں:

"و عن عطاء و سلیمان بن موسی أنهما کانا یبیحان القصر فی البلد لمن نوی السفر۔

و عن الحارث بن ربیعة أنه أراد سفرا فصلی بالجماعة فی منزله رکعتین، و فیهم الأسود بن یزید وغیر واحد من أصحاب عبد الله، و عن عطاء أنه قال: إذا دخل علیه وقت صلاة بعد خروجه من منزله قبل أن یفارق بیوت المصر یباح له القصر" (ایضا)۔

(حضرت عطاء اور سلیمان بن موسی سے روایت ہے کہ یہ دونوں شہر میں قصر کو مباح قرار دیتے تھے جو سفر کی نیت رکھتا ہو۔

حارث بن ربیعہ سے روایت ہے کہ انہوں نے سفر کا ارادہ کیا تو اپنے گھر میں جماعت کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھی، ان میں اسود بن یزید اور ایک سے زیادہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے تلامذہ تھے۔

عطاء سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جب مسافر کے گھر سے نکلنے کے بعد اور شہر کی

آبادی سے جدا ہونے سے پہلے کسی نماز کا وقت آجائے تو اس کے لئے قصر مباح اور جائز ہے)۔

مؤلف ''رحمۃ الأمۃ فی اختلاف الأئمۃ'' نے بھی حارث بن ربیعہ کا یہ واقعہ نقل کیا ہے (رحمۃ الأمۃ/۶۷)۔

علامہ ابن قدامہ مقدسی نے بھی حضرت عطاء اور حارث بن ربیعہ کا یہ واقعہ نقل کیا ہے (المغنی ۲/۸۷)۔

مزید تحریر فرماتے ہیں:

''وإن كان للبلد محال، كل محلة منفردة عن الأخرى كبغداد فمتى خرج من محلته أبيح له القصر، إذا فارق محلته وإن كان بعضها متصلاً ببعض لم يقصر حتى يفارق جميعها'' (ایضاً/ص۹۹)۔

(اگر شہر کے کئی محلے ہوں اور ہر محلّہ ایک دوسرے سے جدا ہو جیسے بغداد، تو جب اپنے محلّہ سے نکل جائے اس کے لئے قصر مباح ہوگا، جبکہ اپنا محلّہ چھوڑ دے اور اگر محلے ایک دوسرے سے ملے ہوں تو جب تک تمام محلوں کو نہ چھوڑ دے قصر نہیں کرے گا)۔

ناچیز کی رائے میں عام طور پر کسی بھی شہر کی آبادی اولاً محدود ہوتی ہے، پھر ایک ایک کر کے محلے آباد ہوتے جاتے ہیں اور آبادیاں آپس میں مل جاتی ہیں، یہاں تک کہ اس کا رقبہ طویل ہوجاتا ہے، مدینہ منورہ کی جو آبادی حضور ﷺ کے زمانہ میں تھی وہ بھی محدود تھی، اب آبادی پہلے سے کہیں زیادہ اور دوچند ہوگئی ہے۔

اگر بڑے شہروں میں قصر کے لئے پوری آبادی چھوڑنے کی شرط لگائی جائے گی تو شریعت کی سہولت جو مسافر کو حاصل ہے بے معنی ہوکر رہ جائے گی اور حدیث میں ہے: ''إن الله يحب أن تؤتى رخصه كما يكره ان تؤتى معصيته'' (رواہ احمد)۔

(اللہ پسند فرماتا ہے کہ اس کی رخصتیں اپنائی جائیں جس طرح وہ اس کو ناپسند فرماتا ہے کہ اس کی معصیت کا ارتکاب کیا جائے)۔

مؤلف سبل السلام تحریر فرماتے ہیں:

"و عند أهل الأصول أن الرخصة ما شرع من الأحكام لعذر و العزيمة مقابلها، والمراد بها هنا ما سهله لعباده و وسعه عند الشدة من ترك بعض الواجبات و إباحة بعض المحرمات" (سبل السلام ۱/ ۳۸-۳۹)۔

(اصولیین کے نزدیک رخصت وہ ہے جن احکام کی مشروعیت کسی عذر کی وجہ سے ہوئی ہو اور عزیمت اس کے مقابل میں ہے، یہاں پر اس سے مراد وہ آسانی اور وسعت ہے جو اللہ نے شدت کے وقت اپنے بندوں کو دی ہے، یعنی بعض واجبات کا ترک کر دینا اور بعض محرمات کا مباح کر لینا)۔

علامہ شامی کی عبارت "من خرج من عمارة موضع إقامته" سے بھی یہی مترشح ہوتا ہے (شامی ۲/ ۱۲۱)۔

مفتی کفایت اللہ صاحبؒ کی بھی یہی رائے ہے (کفایت المفتی جدید ۳/ ۳۷۶)۔

مفتی نظام الدین صاحب بھی اسی کے ہم خیال اور مؤید ہیں (نظام الفتاوی ۱/ ۱۶۸)۔

ان دلائل کی بنیاد پر ناچیز کی بھی یہی رائے ہے کہ اگر بڑا شہر ہو جس کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک مسافت سفر پائی جاتی ہو تو جب آدمی بنیت سفر اپنے گھر یا محلے سے نکلے گا مسافر ہو جائے گا، اور اس کے لئے قصر کرنا واجب ہوگا۔

مؤلف عارضۃ الاحوذی رقمطراز ہیں کہ مسافر دو چیزوں سے مسافر ہوتا ہے: نیت سفر، اور اس کا عمل (ملاحظہ ہو: عارضۃ الاحوذی ۳/ ۲۰)۔

لہذا جب مسافت سفر کا قصد کر کے عملاً گھر سے نکل جائے تو مسافر ہو جائے گا، اگر محض مسافت قصر کا ارادہ ہے اور عملاً سفر شروع نہیں کیا تو مسافر نہ ہوگا، اسی طرح اس کے برعکس اگر بغیر نیت کے دور تک چلا جائے یہاں تک کہ مسافت سفر طے کر لے، لیکن چونکہ نیت سفر نہیں ہے لہذا مسافر نہ ہوگا، اس سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ اگر شکاری شکار کھیلتے ہوئے بہت دور چلا جائے تو

مسافر نہ ہوگا اور نہ ہی اس کو قصر کی اجازت ہوگی۔

امام مالک کے نزدیک شکاری کے لئے قصر کرنا مکروہ ہے۔

**"و کرہ مالک القصر لمن خرج متصید اللھو"** (ایضا)۔

**خلاصہ بحث:**

(الف) اگر ایک شخص گاؤں سے سفر کر رہا ہو تو آبادی چھوڑنے پر ہی قصر کرے گا، لیکن اگر شہر سے سفر کر رہا ہو اور اس شہر کی حدود مختصر ہوں تو اس کا حکم بھی گاؤں جیسا ہوگا، البتہ اگر شہر اتنا بڑا ہو کہ ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک جانے میں ۴۸ میل یا اس سے زیادہ کی مسافت ہو تو گھر سے نکلنے اور اپنے محلّہ سے جدا ہونے کے بعد وہ مسافر ہو جائے گا، اور اس پر مسافر کے احکام جاری ہوں گے، لہذا وہ نماز میں قصر کرے گا اور روزہ میں افطار کی سہولت سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

(ب) اگر ایسے مقام سے سفر کر رہا ہو جو شہر کی انتہائی حدود سے تو ۴۸ میل کے فاصلہ پر نہ ہو، لیکن اس کے گھر سے ۴۸ میل یا اس سے زیادہ کا فاصلہ ہو تو قصر کرے گا۔

امام بخاری **"باب یقصر إذا خرج من موضعہ"** کے اندر اپنا یہی رجحان ظاہر فرما رہے ہیں۔

☆☆☆

# سفر شرعی میں مبدأ مسافت کی بحث وتحقیق

مفتی اقبال احمد قاسمی ☆

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ شریعت میں سفر کی بنیاد پر بعض سہولتیں دی گئی ہیں، ان ہی سہولتوں میں نماز میں قصر کا وجوب اور روزہ کو مؤخر کرنے کی اجازت کا حکم بھی ہے۔

قال اللہ تعالیٰ:

"فمن كان منكم مريضا أو على سفر فعدة من أيام اخر" (سورۂ بقرہ/ ۱۸۵)۔

(جو شخص (ایسا) بیمار ہو (جس میں روزہ رکھنا مشکل یا مضر ہو) یا شرعی سفر میں تو اس کو بجائے ایام رمضان کے دوسرے ایام میں ان روزوں کو پورا کرنا واجب ہے)۔

"وإذا ضربتم في الأرض فليس عليكم جناح أن تقصروا من الصلوة" (سورۂ نساء/ ۱۰۱)۔

(اور جب تم سفر کرو زمین میں (سفر شرعی جس کی مقدار تین منزل یعنی ۴۸ /اڑتالیس میل ہے) تو تم پر کوئی گناہ نہیں (بلکہ ضروری ہے) کہ تم چار رکعت والی نماز میں قصر کرو اگر تمہیں خوف ہو)۔

ابتدا میں قصر کا حکم خوف کے ساتھ مشروط تھا، بعد میں اللہ تعالیٰ نے یہ شرط ساقط کردی جیسا کہ صحیح مسلم وغیرہ میں حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ میں نے حضور ﷺ سے قصر نماز میں خوف کی قید کی بابت دریافت کیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ بغیر خوف کے بھی نماز میں قصر ہے

☆ مدرسہ مظہر العلوم ٹکسی گنج کانپور۔

اور یہ اللہ کی طرف سے صدقہ ہے اس کو قبول کرنا چاہئے، نیز حضور ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ وصحابہ کرامؓ نے سفر میں بحالت امن بھی قصر کیا ہے، معلوم ہوا کہ قصر کی مشروعیت خوف پر موقوف نہیں، اور سفر میں قصر ایک مستقل حکم ہے (معارف ادریسی ۲۹۶/۲)۔

## سفر شرعی کی تعریف:

اگرچہ لغت میں سفر مطلق قطع مسافت کو کہتے ہیں، لیکن شرعاً سفر کا مصداق ایک خاص مقدار کی مسافت طے کرنے کی نیت سے اپنے وطن سے باہر نکلنے کو کہتے ہیں، جس کی کم از کم تحدید مشہور قول کے مطابق ۴۸ میل ہے۔ مجمع الأنہر میں ہے:

"السفر لغة قطع المسافة من تقدير والمراد سفر خاص وهو الذى تتغير به الأحكام من قصر الصلوة" (ص ۱۶۰ و حاشیہ طحطاوی علی الدر ۳۲۹)۔

(سفر لغت میں مطلقاً کسی بھی مسافت قطع کرنے کو کہا جاتا ہے اور مراد (شرعاً) ایسا خاص سفر ہے جس سے احکام تبدیل ہو جائیں یعنی قصر، مسح وغیرہ)۔

فقہ حنفی کی مشہور کتاب "الفقہ الحنفی فی ثوبہ الجدید" میں ہے:

"أقل مدة السفر الذى تقصر فيه الصلاة ويباح فيه الفطر فى رمضان وتسقط فيه صلاة الجمعة والعيدين والأضحية عن المسافر و تمتد فيه مدة المسح على الخفين ثلاثة أيام، هو السفر الذى يبلغ ثمانية عشر فرسخاً والفرسخ ثلاثة أميال ويعادل ذلك ۸۹ كم تقريبا"

(سفر کی کم سے کم مدت (جس میں نماز قصر کی جاتی ہے اور رمضان میں روزہ افطار مباح ہو جاتا ہے، جملہ قربانی وعیدین کا وجوب ساقط ہو جاتا ہے اور مسح علی الخفین کی مدت تین یوم تک دراز ہو جاتی ہے) اٹھارہ فرسخ ہے اور فرسخ تین میل کا ہوتا ہے جو تقریباً نواسی کلومیٹر کے برابر ہوتا ہے)۔

## مسافت سفر کی تحقیق:

گذشتہ سطور میں سفر شرعی کی تعریف سے ہی یہ صراحت مل جاتی ہے کہ سفر کی ابتداء کا

اعتبار آبادی اور شہر کے متعلقات سے باہر نکلنے کے بعد ہی ہوگا، جیسا کہ سفر کے احکام بھی بالاتفاق آبادی سے باہر نکلنے کے بعد جاری ہوتے ہیں، یہ صورت کہ مسافت شروع ہوجائے اور قصر کا حکم نہ لگے اس کی کوئی صورت فقہا کے یہاں نہیں ہے، اس کے برعکس اس بات کی صراحت کہ ۴۸ میل مسافت کا اعتبار آبادی کے باہر سے ہوگا، گھر سے ہی ۴۸ میل کا شمار نہیں ہوگا، فقہاء کے یہاں دوٹوک انداز میں ملتی ہے، جن حضرات نے فقہاء کے یہاں نص نہ ملنے کا دعوی کیا ہے، انہیں اپنی اس بات پر نظر ثانی کرنی چاہئے، البتہ بڑے شہروں میں جو میلہا میل کے رقبہ میں پھیلے ہوئے ہیں ان میں خروج عن عمران البلد کا مصداق کسے کہیں گے، اس میں ضرور بعض اہل تحقیق نے بحثیں کی ہیں، ان کا سفر اپنے محلّہ سے متجاوز ہونے پر شروع کہلائے گا، یا تمام شہر کے محلوں کے خاتمہ کے بعد سے مسافت کی ابتداء مانیں گے، اس سلسلہ میں مفتی نظام الدین صاحب و مفتی سید عبدالرحیم صاحب وغیرہ نے اپنے فتاوی میں بحث کی ہے، ہم اولاً اپنا راجح مسلک مع دلائل پیش کرتے ہیں، پھر دوسرے نقطۂ نظر کا جائزہ لیں گے۔

مسافت سفر کی ابتداء ''خروج عن عمران البلد'' سے ہونے کے مزید دلائل اور تصریحات:

۱-''فلا يصير مسافراً بمجرد السفر مالم يخرج من عمران المصر'' (بدائع ۱/ ۱۹۴)۔

(محض نیت سے کوئی مسافر نہیں ہوجاتا جب تک کہ شہر کی آبادی سے نہ نکل جائے)۔

۲- ''فابتداء السفر بمفارقة العمران حتى لا يبقى بيت متصل ولا منفصل'' (کتاب المجموع للنووی ۴/ ۲۲۶)۔

(سفر کی ابتدا آبادی سے جدا ہونے سے شروع ہوتی ہے، حتی کہ کوئی متصل اور منفصل گھر باقی نہ رہ جائے)۔

۳-'' فأول السفر مجاوزة آخر العمران '' (الفقہ الإسلامی وادلتہ ۲/ ۱۳۵۲)۔

(پس سفر کا اول حصہ وہ ہے جو آبادی کا آخری حصہ ہے جس سے تجاوز پایا جائے)۔

۴- "وابتداء السفر لساكن الأبنية يحصل بمجاوزة سور مختص بالمكان الذي سافر منه" (کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ ۱/۴۱۶)۔

(عمارتوں میں رہنے والوں کے لئے مسافت سفر کی ابتدا اس شہر کی فصیل کو تجاوز کرنے کے بعد ہوگی جہاں سے اس نے سفر شروع کیا ہے)۔

۵-"أماشرط مجاوزة العمران، لأن السفر فعل لايوجد بمجردالنية فيشترط قران النية بأدنى فعل" (فتاویٰ خانیہ علی ہامش عالمگیریہ)۔

(آبادی سے باہر نکلنے کی شرط اس لئے ہے کہ سفر تو ایک فعل کا نام ہے جو محض نیت سے وجود پذیر نہیں ہوتا، لہٰذا نیت کے لئے کچھ نہ کچھ فعل سفر شرط ہے)۔

۶- "فالذی يصير المقيم به مسافراً الخروج عن عمران المصر" (بدائع ۱/۱۶۱)۔

(وہ چیز جس کے ذریعہ مقیم مسافر بنتا ہے وہ خروج عن عمران المصر ہے)۔

ان مذکورہ بالا عبارتوں سے وضاحت کے ساتھ یہ بات ثابت ہوجاتی ہے کہ فقہاء کے یہاں ابتداء مسافت کا اعتبار آبادی کے باہر سے ہی کیا جاتا ہے اور جہاں سے اعتبار ہوگا وہیں سے قصر کے احکام بھی شروع ہوں گے، مبدأ سفر کی ابتدا خروج عن فناء المصر ہونے کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ مبدأ سفر کی طرح منتہاء سفر میں بھی معیار اسی وصول الی فناء مصر یا عمران البلد کو قرار دیا گیا ہے، جیسا کہ مصرح ہے:

"وينتهي السفر بوصوله بسور وطنه أوعمرانه إن كان" (الفقہ الاسلامی ۲/۱۳۵۳)۔

(اور سفر اپنے وطن یا آبادی کی فصیل پر پہنچنے پر ختم ہوتا ہے (اگر فصیل ہو))۔

یہ قول کہ مسافت سفر پہلے شروع ہوجائے اور احکام سفر لاگو نہ ہوں صحیح نہیں ہے، جیسا

کہ اس کی تفصیل آگے بھی آرہی ہے۔

**بڑے شہروں کا مسئلہ:**

عصر حاضر میں گنجان شہری آبادی میں مسافرت کا مسئلہ اور وہاں اپنے گھر سے ۴۸ میل کا راستہ طے کرنے کے باوجود جب کہ وہ شہر میں ہی ہو تو بھی اس کا سفر شروع نہ کہلائے گا، یہ صورت حال بظاہر ایک نئی صورت حال ہے عموماً زمانہ قدیم میں ایسی طویل وعریض مسلسل آبادیوں والی بستیاں یا شہر نہیں ہوا کرتے تھے، اس لئے ایسے بڑے شہروں میں اس کے حدود کا متعین کرنا اور اس کے مبدأ مسافت کو طے کرنا ایک اختلافی مسئلہ بن گیا ہے، اس سلسلہ میں مفتی نظام الدین صاحب کی رائے یہ ہے کہ ''بڑے شہروں کے بڑے بڑے حصے اپنی وسعت وفاصلہ کی وجہ سے الگ الگ شہر اور قریہ کے حکم میں ہوتے ہیں، اس حکم پر مسائل سفر کا مدار ہوگا'' (نظام الفتاویٰ ۶/۱۵۷ جزء ۱)۔

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

''اگر کوئی بہت احتیاط برتے تو اتنا ہو سکتا ہے کہ اپنی آبادی یا محلّہ سے اتنی دور جانے پر اپنے کو بالیقین مسافر شمار کرے جتنی دور جانے پر اس کو اجنبیت لاحق ہو جائے، جامع مسجد اور بڑی مسجد جہاں نمازیوں کی کثرت ہوتی ہے تو چوں کہ ان کے مستقل نمازیوں کا قیام ذرا دور تک بھی ہوتا ہے بلکہ مختلف محلوں تک بھی ہو سکتا ہے، اس لئے اس طرح کی بڑی مسجدوں کا ربضہ و تابع اور فناء ان مصلیوں کی جائے قیام تک شمار ہوگا جہاں تک کے مستقل نمازی اس مسجد میں برابر آتے ہوں اور ان کی حدود سے باہر نکلنے پر حد مسافرت شروع ہو کر اس کے بعد سے قصر فی الصلوٰۃ کا حکم بالیقین متوجہ ہو جائے گا، اس لئے کہ ان مصلیوں کی برابر آمد و رفت سے اس حلقے تک مسافرت میں وحشت و اجنبیت نہیں پیدا ہوگی (نظام الفتاویٰ ۶/۱۶۹ جزء ۱)۔

اسی طرح ایک جگہ لکھتے ہیں:

''اگر شہر کے محلّہ اور آبادی سے متصل اس کا فنا یا ربضہ ہوں تو اس فنا یا ربضہ سے باہر نکلنے

کے بعد ورنہ محلّہ کی آبادی سے نکلتے ہی مسافر شمار ہو کر قصر فی الصلوٰۃ کا حکم متوجہ ہو جائے گا (۱/ ۱۶۸ اجزء ا)۔

مولانا مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری نے ایسے بڑے شہروں میں مبدأ مسافت کے بارے میں یہ رائے اختیار فرمائی ہے کہ ''شرعی مسافر کا اطلاق اس وقت ہوگا جب کہ اپنی آبادی (یعنی شہر) کی حدود سے تجاوز کر جائے اور اگر متصل ہونے کی وجہ سے کارپوریشن نے دونوں کو ایک کر دیا ہو تو اب وہ آبادی شہر کا محلّہ ہے اور وہ محلّہ شہر کا جزء ہے، لہذا اب اس سے تجاوز ہونے پر مسافرت کے احکام جاری ہوں گے، (اگر) حکومت اور کارپوریشن (یعنی میونسپلٹی نگر پالیکا) نے دونوں آبادیوں کی حدود الگ الگ مقرر کئے ہیں تو وہ دوسری آبادی اگر چہ متصل ہو مگر وہ دوسری آبادی ہے، دونوں کے نام الگ ہیں (فتاوی رحیمیہ ۶/ ۳۶۴)۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ شہر خواہ کتنا ہی بڑا ہو جب تک اس کے تمام محلوں سے باہر نہ آیا جائے وہ مقیم ہی کہلائے گا اور مسافت کی ابتداء کے لئے شہر سے خروج شرط ہے، وہیں سے مسافت کی ابتداء ہوگی اور احکام سفر لاگو ہوں گے، قدیم فقہاء کے یہاں اس کی تصریحات ملتی ہیں اور جدید فقہاء کا بھی یہی مسلک رہا ہے اور اسی میں عافیت ہے، چند حوالجات وعبارات درج ذیل ہیں:

شہر کے جملہ محلوں سے نکلنا ابتداء سفر کے لئے شرط ہے، صرف اپنے محلّہ یا گھر سے نکلنا مسافر بننے کے لئے کافی نہیں ہے۔

"**فالذی یصیرا لمقیم بھی مسافراً الخروج عن عمران المصر**" (بدائع ۱/ ۱۶۱)۔

(پس وہ چیز جس کے ذریعہ مقیم مسافر ہو جاتا ہے وہ شہر کی آبادی سے نکلنا ہے)۔

"**ولو کان للبلد محال بعضھا متصلا ببعض کاتصال أحیاء المدن المعاصرۃ لم یقصر حتی یفارق جمیعھا**" (الفقہ الاسلامی ۲/ ۱۳۵۳)۔

(اگر شہر میں بہت سے محلے ہوں اور وہ آپس میں ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہوں، جیسے کہ آج کل کے شہر کے محلے، تو مسافر قصر اس وقت تک نہیں کرے گا جبتک کہ وہ تمام محلوں سے

باہر نہ نکل جائے)۔

المجموع للنووی (۲۲۶/۴) میں ہے:

اگر کسی شہر کی کوئی فصیل نہ ہویا ہو تو بعض سمت میں، لیکن جس جانب سے اس کا مقصد ہے ادھر نہ ہو، بہر صورت مسافت سفر کی ابتداء شہر کی آبادی چھوڑنے کے بعد ہی ہوگی، یہاں تک کہ کوئی گھر شہر سے متصل یا منفصل باقی نہ رہے، بلکہ وہ ویران علاقہ جو شہر میں واقع ہو اس کا شمار بھی شہر ہی میں ہوگا اور اس سے تجاوز بھی شرط ہے۔

"یلزم أن یجاوز کل البیوت ولو کانت متفرقة متی کان أصلها من المصر فلو انفصلت عن المصر محلة کانت متصلة بها قبل ذلک الانفصال لا یقصر إلا إذا جاوزها بشرط أن تکون عامرة، ویشترط أیضاً أن یجاوز ماحول المصر من المساکن وأن یجاوز القری المتصلة بذلک" (کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعۃ ۱/۴۱۶-۴۱۷)۔

(مسافر کے لئے لازم ہے کہ جملہ بیوت سے نکل جائے، اگر چہ وہ آبادی متفرق ہو جب کہ اس کا شمار اسی شہر میں سے ہوتا ہو اگر کوئی محلہ شہر سے الگ ہو حالاں کہ ماضی میں وہ متصل تھا تو بھی قصر نہ ہوگا مگر جب ہی کہ وہ آبادی سے تجاوز کر جائے بشرطیکہ وہ آباد ہو، نیز یہ بھی شرط ہے کہ شہر کے مسکونہ علاقے جو شہر کے اردگرد آباد ہوں ان سے بھی نکلے اور ان بستیوں سے بھی خروج شرط ہے جو اس شہر سے متصل ہوں)۔

"ذکرنا أن مذهبنا أنه إذا فارق بنیان البلد قصرولا یقصر قبل مفارقتها وإن فارق منزله وبهذا قال أبوحنیفة وجماهیر العلماء" (کتاب المجموع للنووی ۴/۲۲۸)۔

(ہم اپنا مذہب ذکر کر چکے کہ شہر کی آبادی سے نکلنے کے بعد ہی قصر کرے گا، اس سے پہلے نہیں اگر چہ اپنی منزل سے نکل چکا ہو، یہی رائے حنفیہ اور جمہور علماء کی ہے)۔

"قوله إذا جاوز بیوت مقامه، عبربالجمع لیفید اشتراط مجاوزة الکل

**فيدخل فيه محلة منفصلة وفي القديم كان متصلة لأنها تعد من المصر كما في الخانية**" (حاشیہ طحطاوی علی مراقی الفلاح رص ۴۲۳)۔

(جب وہ اپنے مقام کے تمام گھروں سے تجاوز کر جائے، اور بیوت کی جمع اس لئے لائے تا کہ جملہ مکانات و آبادی سے نکلنے کی شرط کا فائدہ دے، لہذا اس میں وہ محلے بھی داخل ہوں گے جو منفصل ہوں اور قدیم زمانہ میں متصل تھے، کیوں کہ ان کا شمار بھی شہر میں ہوتا ہے)۔

"**حتى لو كانت محلة منفصلة عن المصر وقد كانت متصلة به لا يصير مسافراً مالم يجاوزها**" (شامی ۱/۵۲۵ و عالم گیری ۱/۱۳۹)۔

(یہاں تک کہ اگر کوئی محلّہ شہر سے علیحدہ ہو چکا ہو، حالانکہ پہلے وہ متصل تھا تو جب تک اس سے بھی تجاوز نہ کر جائے مسافر نہ ہوگا)۔

مذکورہ بالا فقہی عبارتوں سے جہاں ایک طرف یہ معلوم ہوا کہ سفر کی ابتداء خروج عن عمران البلد سے ہوگی، وہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ شہر کے جملہ مکانات، تمام آبادی اور جملہ محلوں سے بھی نکلنا شرط ہے، اس کے بعد ہی سفر اور احکام سفر لاگو ہوں گے، نیز یہ پہلو بھی یہاں قابل توجہ ہے کہ فقہاء کرام نے ان محلوں کا بھی اعتبار کیا ہے جو کسی زمانہ میں آباد تھے، لیکن فی الوقت وہ ویران ہو چکے تو یہ بات اب بے غبار ہو جاتی ہے کہ جب فقہاء نے ایسے محلوں کی بھی رعایت کی ہے اور ان کی حدود سے خروج کو بھی شامل کیا ہے تو وہ محلے جو آباد ہیں ان کا اعتبار بدرجۂ اولیٰ کیا جانا چاہئے۔

سفر میں سہولت کی جو علت فقہاء نے ذکر فرمائی ہے مشقت حقیقی، یا حکمی چوں کہ وہ اندرون شہر متحقق نہیں ہوتی، خواہ شہر سو کیلومیٹر سے زائد پر مشتمل ہو اس میں مسافرانہ کیفیت پیدا نہیں ہوتی، اس لئے مسافرت کے احکام بھی وہاں جاری نہیں ہونا چاہیے۔

ایسے بڑے شہر اگرچہ زمانہ قدیم میں نہیں ہوتے تھے، لیکن ایسا بھی نہیں ہے کہ اس کی نظیر بالکلیہ نہ ملے، بغداد، دمشق وغیرہ بڑے شہر کے مصداق تھے، جس کے متعلق فقہاء کی آراء

گذرچکی ہیں کہ جملہ محلوں سے خروج کے بعد ہی وہ مسافر کہلائے گا، اس لئے اس کو حوادث الفتاوی کی قبیل سے مان کر اس میں کوئی نئی راہ اختیار کرنا بھی محل نظر ہے، اب تک تقریباً اکابرین فقہاء کی تصریحات اور مفتی بہ قول یہی چلا آتا ہے ہے کہ حدودشہر سے باہر نکلنے پر مسافر ہوگا، علماء ہندوپاک کے اقتباسات ذیل میں نقل کئے جاتے ہیں۔

''احسن الفتاوی'' (۴؍۷۳) میں ہے: اگر بستی شہر سے متصل ہے، خواہ شہر کی نواحی کچی آبادی یا جھونپڑیوں وغیرہ سے متصل ہوتو یہ شہر میں داخل ہے، اس لئے حدودشہر سے باہر نکلنے پر مسافر ہوگا۔

کتاب'' آپ کے مسائل اوران کا حل''میں ہے:

''اگر آپ کراچی کی حدودختم ہونے کے بعد ۴۸ میل (۷۷ کیلومیٹر) یا اس سے زیادہ دور جاتے ہیں تو نماز میں قصر کریں گے'' (۴؍۳۸۰)۔

''مسائل سفر''میں ہے:

تحقق سفر کے لئے ضروری ہے کہ کسی شہر سے متصل جو رہائش گاہیں ہیں اور وہ بستی جو شہر سے ملی ہوئی ہے اس سے آگےنکل جائے تب ہی وہ مسافر ہوگا۔

مبدأ مسافت اور بڑے شہروں میں قصر کے مسئلہ سے متعلق آخر میں اپنی رائے کی تائید میں مولانا تقی عثمانی صاحب کے فتاوی عثمانی'' سے ایک سوال وجواب پر بحث مکمل کرتا ہوں، فتاویٰعثمانیہمیں ہے:

سوال: (۱) زید کراچی سے حیدرآباد سکھر جانے کے لئے سفرکونکلتا ہے، زید اپنے محلے اور بلاک کی حدود سے نکل کر قصر کرے یا کراچی شہر کی ساری حدود سے نکل کر قصر کرے۔

(۲) زید کسی ایسے بڑے شہر میں رہتا ہے جس شہر کی لمبائی تقریباً ۵۰؍۵۵ میل ہے، زید اس شہر کے کونے میں رہتا ہے، زید کو اس شہر کے دوسرے کونے میں جانا ہے، جوکہ تین دن کی مسافت پر ہے پیدل جانے کی صورت میں، لہٰذا زید قصر کرے یا پوری چاررکعت پڑھے۔

جواب: ۱-کراچی شہر کی حدود سے نکل کر قصر کرے گا۔

۲-صورت مسئولہ میں قصر جائز نہیں، اپنا شہر خواہ کتنا ہی طویل وعریض ہو اس میں قصر جائز نہیں (فتاوی عثمانی ۱/ ۵۵۴)۔

اب تک کی گفتگو سے تین نقاط واضح ہوجاتے ہیں:

۱-مبدأ مسافت میں اعتبار خروج آبادی کا ہے، مسافت کی ابتدا گھر سے ہی قرار دینا صحیح نہیں۔

۲-مسافت سفر اور احکام سفر ابتدا اور انتہا دونوں اعتبار سے ان دونوں میں تلازم ہے، لہذا دونوں کا حکم ایک ساتھ چلے گا الگ الگ نہیں۔

۳-شہری شخص کے مسافر بننے کے لئے جملہ آبادی اور تمام محلوں سے نکلنا شرط ہے، صرف اپنے محلہ یا گھر سے نکلتے ہی مسافر نہ کہلائے گا۔

## حدود شہر سے قبل مسافر کا حکم لگانے میں دشواریاں:

بڑے شہروں کے مسافت کی ابتداء کہاں سے ہو، اس کے متعلق بعض اکابرین کی تحریروں میں جو تمام محلوں سے خروج کے بجائے اپنے محلہ سے یا سرکاری تقسیم کے اعتبار سے اس کی حد سے نکلنے پر یا عرف پر رکھنے کی بات ضمناً آئی ہے، لیکن اگر غور کیا جائے تو یہ ساری چیزیں معیار قرار دینے میں دشواریاں بڑھیں گی اور مسافر کو قصر کی سہولت کیا ہوگی وہ اسی مشقت سے نہیں نکل سکے گا کہ ہم مسافر ہوئے یا نہیں کیونکہ آج کل شہروں میں جو محلے ہوتے ہیں وہ محلہ در محلہ ہوتے ہیں یعنی ایک بڑا محلہ کے اندر بھی بہت سارے چھوٹے چھوٹے محلے ہوتے ہیں اور یہ بڑا محلہ بھی اپنے سے بڑے محلہ کا جزء ہوتا ہے آخر کس محلہ کو معیار قرار دیا جائے گا، ابھی تک امت کا تعامل اور فقہاء کا اتفاق یہ رہا ہے کہ جوں جوں محلے اور آبادیاں بڑھتی گئیں سب کو شہر کا جزء مانتے ہوئے سب سے نکلنے کو شرط قرار دیتے گئے، یہ رائے اصولی بھی ہے اور اسی میں مسافر کو آسانی بھی۔

اگر شہر کے درمیان مسافتوں کی تعیین میں نیز محلہ یا آبادی کی حدود کی تعیین میں سرکاری

تعیین وتقسیم کو معیار قرار دیا جاتا ہے جیسا کہ یہ بھی ایک رائے ہے (دیکھئے: فتاوی رحیمیہ)، تو اس میں بھی یہ دشواریاں ہیں کہ سرکاری مسافت عام طور پر اسٹیشن سے اسٹیشن تک ہوتی ہے اور یہ اسٹیشن کبھی آبادی میں شامل ہوجاتے ہیں اور شہر کے وسط میں آجاتے ہیں جبکہ کاغذ میں اس شہر کی حد درج ہوتی ہے، اسی طرح یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ کانپور میں آدمی دیر سے چل رہا ہے لیکن سنگ میل پر یہ لکھا ہوتا ہے کہ کانپور ۱۰ کیلو میٹر، تو ایسی سرکاری تقسیم وتحدید کا کیا فائدہ اس سے زائد پریشانی محلوں کی حدود کی تعیین کی ہے، عام طور پر الیکشن کے موقع پر حکومتیں ان محلوں کی حدود پر نظر ثانی اور تبدیلی کرتی رہتی ہیں، کبھی ایک محلّہ کو کاٹ کر دوسرے محلّہ سے جوڑ دیا جاتا ہے، اس کی حدود گھٹا یا بڑھا دیئے جاتے ہیں، میونسپلٹی اور کارپوریشن الگ اپنے اختیارات استعمال کرتے ہیں، ایسی صورتحال میں سرکاری تحدید کو معیار بنا کر کسی محلّہ سے خروج پر حکم کا دارومدار رکھنا زحمت کا سبب ہوگا۔

عرف پر مدار رکھنا بھی ہر کس وناکس کے لئے ایک معمہ سے کم نہ ہوگا، اکثر اوقات بڑے شہروں میں زندگی گزارنے والا شخص اپنے محلے کی حدود اربعہ سے ناواقف ہوتا ہے، ایک علاقہ کا عرف دوسرے علاقہ سے مختلف بھی ہوتا ہے، اب مسافر شخص یہاں کا عرف دوسری جگہ نافذ کرنا چاہے گا جب کہ وہاں کا عرف اس سے مختلف ہوگا اور اس میں کافی اختلاف کا دروازہ کھلے گا۔

اس لئے فقہاء کرام کی درج بالا تصریحات اور اب تک کے تعامل کی روشنی میں سب سے آسان طریقہ یہی ہے کہ خروج عن عمران البلد اور جملہ آبادی اور محلوں سے نکلنے کو معیار قرار دیا جائے، خواہ کہیں کا رہنے والا ہو، بڑے شہر کا یا چھوٹے شہر کا، کسی قصبہ کا ہو یا دیہات کا، تجربہ کار مسافر ہو، یا ناواقف، عامی ہو یا عالم کسی کو یہ فیصلہ لینے میں ذرا بھی دقت نہیں ہوگی کہ ہمارے لئے مسافت سفر کی ابتداء اپنے موضع کی آخری آبادی سے نکلنا ہے، اس کے علاوہ دیگر صورتیں اشکالات سے خالی نہیں، اس مسئلہ میں زیادہ سے زیادہ خروج عن عمران المصر کو معیار قرار دینے میں بڑے شہروں کے باشندے احکام سفر اور اس کی سہولتوں کے مستحق بننے سے محروم

رہیں گے، یعنی قصر، افطار، مسح علی الخفین وغیرہ کی سہولتوں سے وہ دیگر مسافر کی طرح استفادہ کم کر سکیں گے، تو اس میں کون سی حرج کی بات ہے، بلکہ یہ تو عین شریعت کے مزاج کے مطابق ہے، بایں معنی کہ شہر کا وجود سفر کی مشقتوں کے منافی ہے، لہٰذا سفر کے احکام بھی شہر میں نافذ نہ ہونا چاہئے جیسا کہ شہر میں موجودگی تیمم سے مانع ہے، کیونکہ فقدان ماء شہر میں بظاہر ناممکن ہے، اس لئے اہل شہر کے لئے بظاہر ایسی کوئی ضروریات بھی متقاضی نہیں ہے جس کی وجہ سے آسانی کی راہ تلاش کی جائے۔

**خلاصہ جوابات یہ ہیں:**

(الف) شرعاً ۴۸ میل گھر سے نہیں جوڑے جائیں گے، بلکہ شہر کی حدود (محلوں اور آبادی) کے باہر سے شمار کئے جائیں گے، اس لئے شہر کے اندر رہتے ہوئے اگر اپنے گھر سے ۴۸ میل کا راستہ پورا ہوجاتا ہے تو وہ شخص بدستور مقیم ہی ہے، سفر کے احکام اس پر جاری نہ ہوں گے۔

(ب) اسی طرح اگر وہ ایسے مقام کا سفر کر رہا ہے جو شہر کی انتہائی آبادی سے اڑتالیس میل کے فاصلہ پر نہیں ہے، تو اگرچہ اس کے گھر کے پاس سے اڑتالیس میل بن جاتے ہیں یا اس سے زیادہ مسافت ہوجاتی ہے تاہم وہ مقیم ہی کہلائے گا جب تک آبادی کے باہر سے اڑتالیس میل کا سفر نہ ہو قصر کا حکم اس پر متوجہ نہ ہوگا۔

☆☆☆

# مسافت سفر کا آغاز اور اس کے احکام

مولانا راشد حسین ندوی☆

اسلام نے اپنے احکام میں انسانی فطرت کو ملحوظ رکھا ہے:

اسلام دین فطرت ہے، اس نے اپنے تمام احکام میں انسانی فطرت اور اس کے تقاضوں کا خیال رکھا ہے، کوئی بھی حکم ایسا نہیں دیا گیا جس پر عمل کرنا انسان کے لئے مشکل ہو، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

"لا یکلف اللہ نفسا إلا وسعها" (سورۂ بقرہ/۲۸۶)۔

(اللہ تکلیف نہیں دیتا کسی کو مگر جس قدر اس کی گنجائش ہے)۔

یہی وجہ ہے کہ نماز اگرچہ سفر وحضر، صحت ومرض ہر طرح کی حالت میں ہوش وحواس قائم رہنے تک فرض قرار دی گئی ہے، لیکن مرض وسفر کی حالت میں انسانی کمزوری کے پیش نظر اس میں کئی طرح کی رخصتیں بھی دی گئی ہیں، مثلاً سفر کی حالت میں قصر کی اجازت دی گئی، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

"و إذا ضربتم فی الأرض فلیس علیکم جناح أن تقصروا من الصلوۃ إن خفتم أن یفتنکم الذین کفروا ..." (سورۂ نساء/۱۰۱)۔

(اور جب تم سفر کرو ملک میں تو تم پر گناہ نہیں کہ کچھ کم کرو نماز میں سے اگر تم کو ڈر ہو کہ ستاویں گے تم کو کافر)۔

---

☆ مدرسہ ضیاء العلوم رائے بریلی۔

اس آیت کے تحت علامہ عثمانی فرماتے ہیں:

''اور کافروں کے ستانے کا ڈر اس وقت موجود تھا جب یہ حکم نازل ہوا، جب یہ ڈر جاتا رہا تو اس کے بعد بھی آپ سفر میں دو رکعت ہی پڑھتے رہے اور صحابہ کو بھی اس کی تاکید فرمائی، اب ہمیشہ سفر میں قصر کرنے کا حکم ہے، خوف مذکور ہو یا نہ ہو، اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے شکریہ کے ساتھ قبول کرنا لازم ہے جیسا کہ حدیث میں ارشاد ہے''۔

**علت قصر:**

مسافر کو یہ سہولت ظاہر ہے کہ مشقت سے بچانے کے لئے دی گئی ہے، لیکن یہ بات بھی فقہاء کے یہاں متفقہ ہے کہ شریعت نے اس کی علت سفر کو قرار دیا ہے، چنانچہ سفر پایا جائے تو یہ سہولت حاصل ہوگی خواہ مشقت بالکل نہ ہو اور سفر نہ پایا جائے تو سہولت حاصل نہ ہوگی خواہ مشقت پائی جارہی ہو۔

**مسافت قصر:**

لیکن اس اتفاق کے باوجود فقہاء کے درمیان اس مسافت سفر کے بارے میں اختلاف ہوگیا ہے، جس پر نکلنے سے یہ سہولت حاصل ہوتی ہے، اور حنفیہ کے یہاں مفتی بہ قول یہ ہے کہ جب ایسی جگہ جانے کا ارادہ ہو جس کی مسافت درمیانی رفتار (یعنی اونٹ یا پیدل) سے جانے پر تین دن ہو تو وہ شرعاً مسافر ہوگا، اور سفر کے احکام قصر واجازت افطار وغیرہ جاری ہوجائیں گے اور چونکہ پہاڑی اور میدانی نیز بری اور بحری راستوں کا نظام مختلف ہوتا ہے، لہٰذا اسی اعتبار سے فقہاء نے ان کے لئے الگ الگ بحثیں کی ہیں، البتہ علماء ہند نے عوام کی سہولت نیز عام طور سے ہندوستان میں پہاڑی اور میدانی راستوں میں یکساں طور پر سڑکوں کی سہولت کے پیش نظر اس حکم کو ۴۸ میل کا سفر کرنے والے کے ساتھ خاص کردیا ہے، جیسا کہ سوالنامہ میں ذکر کیا گیا ہے، ساتھ ہی فقہاء نے اس سہولت کو بستی سے نکل جانے کی شرط سے بھی مشروط کیا ہے، لہٰذا کوئی شخص مذکورہ سہولیات سے فائدہ اسی وقت اٹھاسکتا ہے جب بیک وقت دو چیزیں پائی جائیں:

۱- ۴۸ میل کی مسافت طے کرنے کا قصد ہو۔

۲- اس قصد کے ساتھ بستی سے نکل جائے۔

لہذا اگر کوئی شخص مذکورہ مسافت کا قصد کئے بغیر بستی سے باہر نکلے، یا مذکورہ مسافت کا قصد ہو لیکن بستی سے باہر نہ نکلے تو وہ ان سہولیات کا فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔

اس تفصیل کے بعد ہم اصل سوالات کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

**شہر جب وسیع ہو:**

**سوال (الف)۔** سوالنامہ میں جس صورت حال کا ذکر ہے یہ گزشتہ دور میں نادر الوقوع تھی، لیکن اب دنیا میں متعدد شہر اس طرح کے ہیں، خود ہندوستان میں کم سے کم چار میٹرو پولیٹن شہر تو اس طرح کے ہیں ہی، لیکن اس کے باوجود راقم کا رجحان اسی طرف ہو رہا ہے کہ جب تک شہر سے باہر نہ نکل جائے اس سہولت سے فائدہ اٹھانا جائز نہ ہوگا، اور اس کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

۱- تقریباً تمام ہی کتب فقہیہ میں آبادی سے باہر نکل جانے کی شرط لگائی گئی ہے، بلکہ ربض مصر اور اس سے متصل گاؤں نیز اگر فناء مصر قدر غلوہ سے کم ہو تو اس سے بھی باہر نکل جانے پر ہی قصر وغیرہ کی اجازت دی گئی ہے، مثلاً ہندیہ میں ہے:

**"الصحيح ما ذكرنا أنه يعتبر مجاوزة عمران المصر لا غير إلا إذا كانت ثمة قرية أو قرى متصلة بربض المصر، فحينئذ، تعتبر مجاوزة القرى"** (ہندیہ ۱/۱۳۹)۔

شامی میں ہے:

**"واشار إلى أنه يشترط مفارقة ما كان من توابع موضع الإقامة كربض المصر، وهو ما حول المدينة من بيوت و مساكن فإنه في حكم المصر، و كذا القرى المتصلة بالربض في الصحيح"** (شامی ۱/۲۶۳)۔

(ج) بدائع میں ہے:

"الخروج من عمران المصر، فلا يصير مسافرا بمجرد نية السفر ما يخرج من عمران المصر، و أصله ما روى عن عليؓ أنه لما خرج من البصرة يريد الكوفة صلى الظهر أربعا، ثم نظر إلى خص أمامه وقال: لو جاوزنا هذا الخص صلينا ركعتين" (بدائع الصنائع ۱/ ۲۶۳، نیز دیکھئے: فتاویٰ خانیہ علی ہامش الھندیہ(۱/ ۱۶۵)، مجمع الانہر (۱/ ۲۳۸) اور دوسری کتب فقہیہ)۔

۲- یہ حکم صرف حنفیہ ہی کا نہیں بلکہ جمہور کا ہے، چنانچہ بدایۃ المجتہد میں ہے:

"و أما الموضع الرابع، وهو اختلافهم في الموضع الذي منه يبدأ المسافر بقصر الصلاة فإن مالكا قال في الموطأ: لايقصر الصلاة الذي يريد السفر حتى يخرج من بيوت القرية ولايتم حتى يدخل أول بيوتها، و قد روى عنه أنه لايقصر إذا كانت قرية جامعة حتى يكون منها بنحو ثلاثة أميال، وذلك عنده أقصى ما تجب فيه الجمعة على من كان خارج المصر في إحدى الروايتين عنه و بالقول الأول قال الجمهور" (بدایۃ المجتہد ۱/ ۱۶۸، ۱۶۹)۔

(رہی چوتھی جگہ یعنی اس جگہ کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے جہاں سے مسافر نماز میں قصر شروع کرے گا، تو امام مالک موطا میں فرماتے ہیں:

سفر کا ارادہ کرنے والا نماز میں قصر نہیں کرے گا تا آنکہ وہ بستی کے گھروں سے نکل جائے اور اتمام نہیں کرے گا تا آنکہ اس کے گھروں میں سے اول میں داخل ہوجائے، امام مالک سے ایک روایت یہ ہے کہ جب مرکزی بستی ہو تو وہ قصر نہیں کرے گا تا آنکہ اس سے تقریباً تین میل دور ہوجائے اور امام مالک سے دو روایتوں میں سے ایک کے مطابق وہ انتہائی مسافت ہے جس میں شہر سے باہر رہنے والے پر جمعہ واجب ہوجاتا ہے اور جمہور پہلے قول کے قائل ہیں)۔

علامہ نووی "المجموع" میں فرماتے ہیں:

"وذكرنا أن مذهبنا أنه إذا فارق بنيان البلد قصر، ولايقصر قبل مفارقتها و إن فارق منزله، وبهذا قال مالک و أبو حنيفة و أحمد و جماهير العلماء" (کتاب المجموع ۴ر ۱۶۰)۔

(ہم نے بیان کیا کہ ہمارا مسلک یہ ہے کہ جب وہ شہر کی عمارتیں چھوڑ دے گا تو قصر کرے گا، اور ان کو چھوڑنے سے پہلے قصر نہیں کرے گا اگر چہ اس نے اپنا گھر چھوڑ دیا ہو، امام مالک، ابوحنیفہ، احمد اور جمہور علماء بھی اسی کے قائل ہیں)۔

فقہ السنۃ میں بھی جمہور کا مسلک یہی بتایا گیا ہے (فقہ السنۃ ۱ر ۲۶۸)۔

۳- بعض فقہی روایات سے صراحۃً معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم شہر کی وسعت کے باوجود باقی رہے گا، چنانچہ فتاوی تاتارخانیہ میں ہے:

"وعن الحسن في القرى إذا كانت متصلة بالربض إلى ثلاثة فراسخ قال: لايقصر حتى يجاوز البيوت و إن كانت ثلاثة فراسخ" (فتاوی التاتارخانیہ ۱ر ۵۰۳)۔

ظاہر ہے کہ یہ وسعت اگر خود اپنی ہی بستی میں ہو تو بدرجہ اولی یہ حکم رہے گا۔

۴- ہمارے قریبی دور کے تقریباً تمام ہی اکابرین نے اس کی تصریح کی ہے (دیکھئے: فتاوی رحیمیہ ۶ر ۳۶۴، احسن الفتاوی ۴ر ۷۳، اسلامی فقہ ۱ر ۲۸۷، اور دوسری تصانیف)۔

۵- شہر خواہ کتنا ہی وسیع کیوں نہ ہو اس کے اندر آمد و رفت کی جو سہولیات حاصل ہوتی ہیں، وہ دوسرے شہروں کو حاصل نہیں ہوتیں، جیسے نگر بس، لوکل ٹرین، ٹرام اور میٹرو ریلوے کا نظام، ان سہولیات کے سبب شہر کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک خواہ کتنی ہی دوری کیوں نہ ہو، نہ وہاں جانے میں باشندوں کو مشقت ہوتی ہے نہ ہی عرف میں اسے سفر قرار دیا جاتا ہے، اور اس طرح کی سہولیات میں یکسانیت کے سبب ہی ہر محلہ کو الگ بستی قرار دینا عرف اور حقیقت کے اعتبار سے بظاہر صحیح نہیں معلوم ہوتا۔

جہاں تک مولانا نظام الدین صاحبؒ کے ان دلائل کا تعلق ہے جن سے یہ ثابت

ہوتا ہے کہ بڑے شہر کے باشندے اپنے محلّہ یا فناء محلّہ سے نکلتے ہی مسافر کے تمام احکام سے مستفید ہوسکتے ہیں، تو احقر کا خیال ہے کہ بظاہر ابھی ایسی سخت ضرورت نہیں پڑی ہے کہ ان صریح نصوص کو ترک کر کے ان اشارات کا سہارا لیا جائے، البتہ اگر کوئی ایسی ضرورت پڑ جائے تو بلاشبہ ان جیسے اشارات سے بھی استفادہ کیا جاسکتا ہے۔

## مسافت سفر کا شمار کہاں سے ہوگا؟

سوال (ب)۔ اس مسئلہ سے متعلق واقعہ یہ ہے کہ (جیسا کہ دارالعلوم کورنگی کے مسلکہ فتوی میں صراحت کی گئی ہے)، فقہی کتابوں میں کوئی صریح عبارت نظر نہیں آتی، لیکن دستیاب کتب فقہیہ پر نظر ڈالنے کے بعد راقم کا رجحان یہ ہورہا ہے کہ جس مقام سے جس مقام تک درحقیقت سفر کرنا ہے اس کے مابین پائی جانے والی کل مسافت کو شمار کیا جائے گا، چنانچہ اگر اپنی سواری سے سفر کررہا ہے تو اس کے گھر سے منزل مقصود تک کی کل مسافت معتبر ہوگی، اور اگر بس یا ٹرین سے سفر کرنا ہے تو اگر بس یا ریلوے اسٹیشن سے منزل مقصود تک کے بس یا ریلوے اسٹیشن تک مسافت مزید بڑھ جاتی ہے تو اس کا شمار بھی مسافت سفر میں کیا جائے گا، مطلب یہ کہ سفر میں اس کو حقیقۃً جتنی مسافت طے کرنی ہے اس پوری مسافت کا اعتبار ہوگا، اس کے لئے اشارہ مندرجہ ذیل عبارات وغیرہ سے ملتا ہے:

۱- صاحب بدائع حنفیہ کے اس مسلک پر دلیل دیتے ہوئے کہ قصر اسی کے لئے جائز ہے جو تین دن کی مسافت کے سفر کا ارادہ کرے فرماتے ہیں:

"و لنا ما روی عن رسول الله ﷺ أنه قال: يمسح المقيم يوما و ليلة، و المسافر ثلاثة أيام و لياليها، جعل لكل مسافر ان يمسح ثلاثة أيام و لياليها، و لن يتصور آن يمسح المسافر ثلاثة أيام و لياليها، و مدة السفر آقل من هذه المدة" (بدائع الصنائع ۱/ ۲۶۴)۔

(ہماری دلیل وہ روایت ہے جو نبی ﷺ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

مقیم ایک دن اور ایک رات مسح کرے گا اور مسافر تین دن تین رات مسح کرے گا، آپ ﷺ نے ہر مسافر کو اجازت دی کہ وہ تین دن تین رات مسح کرے گا، اور اس کا تصور نہیں کیا جاسکتا کہ مسافر تین دن تین رات سفر کرے حالانکہ مدت سفر اس سے کم ہو)۔

اس عبارت سے اشارہ ملتا ہے کہ مسافت سفر گھر سے شمار کی جائے گی، اس لئے کہ اگر بستی کے باہر سے مسافت کم ہو اور گھر سے تین دن کی مسافت پوری ہو رہی ہو تو اس میں تین دن کا مسح متصور ہے۔

۲- فتاوی تاتارخانیہ میں ہے:

"وعن الحسن في القرى إذا كانت متصلة بالربض إلى ثلاثة فراسخ قال: لايقصر حتى يجاوز البيوت و إن كانت ثلاثة فراسخ" (فتاوی التاتارخانیہ ۱/ ۵۰۳)۔

(امام حسن سے بستیوں سے متعلق منقول ہے، جبکہ وہ تین فراسخ تک ربض مصر سے متصل ہوں، انہوں نے فرمایا: وہ قصر نہیں کرے گا، تا آنکہ وہ گھروں کو پار کر جائے اگر چہ وہ تین فراسخ تک کیوں نہ ہوں)۔

اس عبارت سے اشارہ مل رہا ہے کہ جہاں سے حقیقۃً سفر شروع کر رہا ہے مبدأ سفر وہی ہوگا، ورنہ فراسخ کے شمار بلکہ مبالغہ کے طور پر تین فراسخ کے ذکر کا کیا مطلب؟ اگر بستی کے باہر سے شمار کرنا تھا تو ابھی تو سفر کی ابتداء ابھی نہیں ہوئی تھی۔

۳- عام کتب فقہیہ میں مبدأ سفر کے عدم ذکر سے بھی یہی واضح ہو رہا ہے کہ انسان کو حقیقت میں جتنی مسافت طے کرنی ہے اس کل مسافت کا شمار کرنا ہے اور ظاہراً یہ بدیہی بات تھی لہذا اس کے ذکر کی بھی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔

۴- ہماری آخری لیکن سب سے اہم دلیل یہ ہے کہ ہمارے اکثر اکابر نے اس کا یہی مطلب لیا ہے، چنانچہ:

الف۔ مولانا مفتی مرغوب صاحب دامت برکاتہم کے استفتاء میں احکام مسافر ص ۶۷ کے حوالہ سے مفتی کفایت اللہ صاحب کی عبارت ذکر کی گئی ہے کہ مسافت سفر سوا ستتر کیلومیٹر کا شمار اپنے اس مقام ومکان سے ہوگا جہاں سے وہ سفر کا آغاز کررہا ہے نہ کہ حدود شہر سے نکلنے کے بعد۔

ب۔ عمدۃ الفقہ (۲/۱۰) کے حوالہ سے ہے:

شریعت میں مسافر اس کو کہتے ہیں جو اتنی دور کا ارادہ کر کے گھر سے نکلے جہاں تین دن میں پہنچ سکے۔

ج۔ اگر گھر سے نکلتے وقت اس نے ارادہ کیا تھا کہ اس دورہ میں منتہائے سفر فلاں مقام ہے جو کہ اڑتالیس میل یا زیادہ جائے رہائش سے ہے (فتاوی دارالعلوم ۴/۴۸۴)۔

د۔ مولانا مجیب اللہ صاحب ندوی فرماتے ہیں:

شریعت میں مسافر اس شخص کو کہتے ہیں جو اپنے گھر سے ایسی جگہ جانے کا ارادہ کرے جو اس کے گھر سے اڑتالیس میل دور ہے (اسلامی فقہ ۱/۲۸۷)۔

ھ۔ بریلوی مسلک کے ایک مشہور عالم امجد علی صاحب لکھتے ہیں:

سفر کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ جہاں سے چلا وہاں سے تین دن کی راہ کا ارادہ ہو (بہار شریعت ۴/۶۲)۔

۵- اس مقام تک پہنچنے کے بعد شامی کی ایک عبارت پر نظر پڑی اس سے بھی بظاہر ہمارے اسی رجحان کا واضح اشارہ مل رہا ہے، اس لئے ہم اس کو بھی نقل کر دیتے ہیں، علامہ شامی صاحب الدر المختار کی عبارت "و من طاف الدنیا بلا قصد" پر تعلیق کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"قوله بلا قصد، بأن قصد بلدة بينه وبينها يومان للإقامة بها، فلما بلغها بدا له أن يذهب إلى بلدة بينه وبينها يومان و هلم جرا" ۔

(مصنف کا قول "بغیر قصد کے دنیا کا چکر لگالے" اس طور پر کہ کسی شہر کا قصدا قامت کی

نیت سے کرے اور اس کے اور اس شہر کے درمیان دو دن کی مسافت ہے، پھر جب وہاں پہنچے تو اس کو کسی دوسرے شہر جانے کا خیال آئے جس کی مسافت اس کے اور شہر کے درمیان دو دن کی ہے اور اسی طرح (یعنی پوری دنیا گھوم لے)۔

یہاں پر استدلال بینہ وبینہا سے ہے، ظاہر اًبینہ سے جہاں سے اسے چلنا ہے وہ مقام مراد ہے۔

☆☆☆

# مسافت سفر کا مبدأ

مفتی محمد شعیب اللہ خاں مفتاحی ☆

۱ – اس مسئلہ میں تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ جب تک اپنے شہر کی حدود سے تجاوز نہیں کرے گا اس کے لئے قصر جائز نہیں ہے، علامہ شامی نے "درمختار" کے قول: "من خرج من عمارة موضع إقامته" کے تحت لکھا ہے:

"قال في الإمداد: يشترط مفارقتها و لو متفرقة" (شامی ۲/۵۹۹)۔

(امداد میں لکھا ہے کہ عمارتوں سے جدا ہوجانا شرط ہے اگر چہ کہ وہ عمارات متفرق ہوں)۔

اور تاتارخانیہ میں ہے:

"لايصير الشخص مسافرا بمجرد نية السفر بل يشترط معه الخروج، قال محمد: يقصر حين يخرج من مصره و يخلف دور المصر، و في الغياثية: و المعتبر من الخروج أن يجاوز المصر و عمراناته، و هو المختار و عليه الفتوى" (تاتارخانیہ ۱/۵۰۲)۔

(کوئی شخص محض نیت سے مسافر نہیں ہوتا بلکہ اس کے ساتھ شرط ہے کہ وہ نکل جائے، امام محمد نے کہا کہ جب شہر سے نکل جائے اور شہر کی عمارات سے دور ہوجائے تو قصر کرے اور فتاوی غیاثیہ میں ہے کہ نکلنے سے مراد یہ ہے کہ شہر اور اس کی آبادیوں سے تجاوز کر جائے)۔

---

☆ مہتمم جامعہ اسلامیہ مسیح العلوم بنگلور۔

اس کی دلیل نبی کریم ﷺ کا عمل ہے کہ حضرت انسؓ فرماتے ہیں:

"صليت الظهر مع النبي ﷺ بالمدينة أربعا، والعصر بذى الحليفة ركعتين" (بخاری:۱۰۳۹، مسلم:۶۹۰)۔

(میں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ مدینہ میں ظہر کی نماز چار رکعتیں پڑھیں اور عصر ذوالحلیفہ میں دو رکعتیں پڑھیں)۔

اس سے فقہاء نے استدلال کیا ہے کہ چونکہ ذوالحلیفہ مدینہ کے باہر اور مدینہ کے ختم ہو جانے کے بعد ہے، لہذا قصر کا حکم شہر کی آبادی سے نکل جانے کے بعد لاگو ہوگا۔

اسی طرح حضرت عمرؓ کا عمل بھی ہے، چنانچہ جبیر بن نفیر کہتے ہیں کہ میں شرحبیل بن سمط کے ساتھ ایک قریہ کی طرف (جو سترہ یا اٹھارہ میل پر واقع تھا) نکلا تو انہوں نے دو رکعتیں پڑھیں، میں نے پوچھا تو کہا کہ حضرت عمرؓ کو میں نے ذوالحلیفہ میں دو رکعتیں پڑھتے ہوئے دیکھا تو میں نے ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ میں وہی کر رہا ہوں جو میں نے رسول اللہ ﷺ کو کرتے ہوئے دیکھا ہے (مسلم:۶۹۲)۔

حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ وہ کوفہ سے بصرہ کی جانب سفر کے لئے نکلے تو راستہ میں ظہر کی نماز چار رکعات پڑھی، وہاں ایک جھونپڑی تھی اس کو دیکھ کر فرمایا: "لولا هذا الخص لصلينا ركعتين" (اگر یہ جھونپڑی نہ ہوتی تو ہم دو رکعت نماز پڑھتے) (مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۲۰۳، مصنف عبدالرزاق ۲/۵۲۹)۔

مطلب یہ ہوا کہ چونکہ یہ جھونپڑی موجود ہے اس لئے ہم یہاں قصر نہیں کر سکتے، اگر یہ نہ ہوتی اور ہم شہر کی عمارات سے باہر ہو جاتے تو قصر کی اجازت ہوتی۔

الغرض یہ مسئلہ اتفاقی واجماعی ہے کہ مسافر جب تک حدود شہر وحدود قریہ سے باہر نہیں نکل جاتا اور اس کی عمارات سے جب تک تجاوز نہیں کر جاتا، اس کے لئے قصر کی گنجائش نہیں۔

۲- اس دوسرے سوال کا مقصد یہ ہے کہ موجودہ دور میں شہروں کی وسعتوں میں بے پناہ

اضافہ ہوتا جارہا ہے، اور ایک شخص جب اپنے گھر سے نکلتا ہے تو بعض وقت شہر کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک پہنچتے ہی مسافت سفر طے ہوجاتی ہے، تو ایسے حالات میں مسافت سفر کا نقطہ آغاز کس کو مانا جائے؟ شہر کی حدود ختم ہونے کے بعد سے یا اپنے گھر یا محلّہ سے؟

اس مسئلہ میں معاصر علماء میں بحث جاری ہے اور بعض نے اس پر فتوی دیا ہے کہ اپنے گھر یا اپنے محلّہ کی آبادی سے مسافت سفر کی ابتدا مانی جائے گی، مولانا مفتی نظام الدین صاحب (سابق مفتی دارالعلوم دیوبند) نے بھی یہی لکھا ہے، آپ نے ایک فتوی میں اولاً وہ فقہی عبارات نقل کی ہیں جن میں اس بارے میں اختلاف ذکر کیا گیا ہے کہ ربض شہر سے متصل قریوں سے تجاوز کے بعد قصر کیا جاسکتا ہے، پھر فرمایا:

''ان عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جن بڑے شہروں میں میلہا میل تک مسلسل محلے اور آبادیاں پھیلی ہوئی ہوں، جیسے بمبئی، کلکتہ وغیرہ ان شہروں میں جب کوئی موجودہ کیلومیٹر کے حساب سے سواستتر کلومیٹر یا اس سے بھی زیادہ مسافت تک جانے کی نیت سے اپنے مقام سے چلے تو اس شہر کے تمام محلوں اور آبادیوں کے باہر جانے کے بعد بھی قصر شروع کرنے کا حکم دینا صحیح نہ ہوگا، مزاج شرع وشارع علیہ السلام کے خلاف ہوگا، بلکہ ایسے شہروں میں حکم شرع ان عبارات فقہیہ کی رو سے یہ ہوگا کہ اگر ایسے محلّہ وآبادی سے متصل اس کا فناء یا ربضہ ہوں تو اس فناء یا ربضہ سے باہر نکلنے کے بعد مسافر شمار ہوجائے گا'' (نظام الفتاوی)۔

دارالعلوم کورنگی سے بھی ایک فتوی مفتی شاہ محمد تفضل علی صاحب کا لکھا ہوا مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب کی تصدیق کے ساتھ صادر ہوا ہے، جس میں بعض فقہی عبارات سے اور بعض مفتیان کرام کے فتاوی سے یہ اخذ کیا گیا ہے کہ مبدأ مسافت سفر اپنا گھر ہے، پھر ایک طویل بحث کے بعد یہ نتیجہ نکالا گیا ہے:

''ان باتوں کی روشنی میں ہم یہ سمجھتے ہیں کہ چونکہ مسافت سفر کی تعیین کا تعلق سراسر عرف سے ہے کہ عرف عام میں جس قدر قطع مسافت کو مسافت سفر کے بقدر سمجھا جاتا ہو اسی مسافت کو

احکام سفر لاگو ہونے کے واسطے شرعاً کافی ومعتبر سمجھا جاتا ہے، اس لئے اس کی ابتداء وانتہاء کی تعیین بھی لوگوں کے عرف کے ذریعہ ہوگی، لہذا عرف عام میں لوگ جس مقام سے مسافت سفر کی ابتداء سمجھتے ہیں وہی مبدأ مسافت سفر ہونا چاہئے اور جس مقام کو اس کی انتہاء سمجھتے ہیں وہ مقام منتہاء مسافت سفر شمار ہونا چاہئے''۔

اس فتوے پر مولانا تقی عثمانی نے لکھا ہے کہ مبدأ مسافت سفر کے بارے میں بندہ کو ابھی تک تردد ہے۔

میں کہتا ہوں کہ فقہاء کی عبارات سے بظاہر یہی مفہوم ہوتا ہے کہ جہاں سے قصر کے احکام لاگو ہوتے ہیں وہیں سے مسافت سفر کا بھی اعتبار کیا جائے گا، اس کی مختلف وجوہات ہیں:

۱- اگر ان دونوں میں کوئی فرق ہوتا تو فقہاء اس کو ضرور بیان کرتے، کیونکہ یہ اہم مسائل میں سے ہے، جو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا تھا، اس کے باوجود فقہاء کا اس کو بیان نہ کرنا اور قصر کی ابتداء کہاں سے ہوگی اس کو بیان کرنا اس بات کی طرف غمازی کرتا ہے کہ قصر کی ابتداء و مسافت سفر کی ابتداء دونوں کا نقطہ ایک ہے۔

۲- پھر یہ بھی قابل غور ہے کہ اگر مبدأ قصر ومبدأ مسافت سفر دونوں ایک نہ ہوں، بلکہ بعض حضرات کے نظریہ کے موافق مسافت سفر اپنے گھر سے یا محلّہ سے شمار ہو تو فقہاء کے کلام میں تضاد پیدا ہوگا، کیونکہ مثلاً ایک بڑے شہر کا رہنے والا جس کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک کا فاصلہ ساٹھ میل ہو، وہ اگر ایک سرے سے دوسرے سرے کی جانب سفر کی نیت سے چلے تو شہر کے اندر رہتے ہوئے ہی اڑتالیس میل پر اس کو قصر کرنا چاہئے، حالانکہ شہر کی حدود میں رہتے ہوئے قصر نہیں کیا جاسکتا، جیسا کہ فقہاء کی تصریحات شاہد ہیں، اب ایک طرف فقہاء یہ کہیں کہ قصر شہر اور اپنے گاؤں سے باہر نکلنے کے بعد ہی ہوگا اور دوسری جانب یہ مانا جائے کہ مسافت سفر کی ابتداء اپنے گھر سے شمار ہوگی، تو کیا یہ بات معقول ہوسکتی ہے؟ نہیں، بلکہ یہ ماننا لازم آئے گا کہ قصر حدود شہر کے اندر بھی ہوسکتا ہے بلکہ ہونا چاہئے، حالانکہ یہ بات فقہی تصریحات کے بالکل

خلاف ہے۔

۳-فقہاء نے ایک مسئلہ اس سلسلہ میں لکھا ہے: **مسافر کا اپنے شہر سے تجاوز اسی جانب سے معتبر ہے جس جانب سے وہ نکلا ہے اگر چہ کہ اس شہر کی دوسری جانب سے وہ شہر سے تجاوز نہ کیا ہو** (درمختار مع الشامی ۲/ ۶۶۰، البحر الرائق ۲/ ۲۲۶)۔

**فتاوی تاتارخانیہ میں ہے:**

**"ثم يعتبر الجانب الذى منه يخرج المسافر من البلدة، لا الجوانب بحذاء البلدة حتى إنه إذا خلف البنيان الذى خرج منه قصر الصلاة و إن كان بحذائه بنيان آخر من جانب آخر من المصر"** (تاتارخانیہ ۱/ ۵۰۳)۔

(پھر اسی جانب کا اعتبار کیا جائے گا جس جانب سے مسافر شہر سے نکل رہا ہے نہ کہ شہر کی دوسری جوانب کا، یہاں تک کہ مسافر جب ان عمارات کو اپنے پیچھے کردے جس سے کہ وہ نکلا ہے تو وہ نماز کی قصر کرے اگر چہ کہ اس کے مقابل شہر کی دوسری جانب عمارات ہوں)۔

اس مسئلہ میں قابل لحاظ بات یہ ہے کہ جب قصر کے لئے اسی جانب کا اعتبار ہے جس جانب سے مسافر شہر سے نکلا ہے تو لامحالہ لوگوں کی جائے خروج کے مختلف ہونے کی وجہ سے یہاں یہ صورت بھی متحقق ہوسکتی ہے کہ ایک شخص شہر کے کنارے رہتا ہو اور وہ اسی جانب کسی جگہ کا سفر کرنے کے لئے نکلے تو وہ پانچ منٹ میں شہر کے باہر ہوجائے اور اس کے برخلاف ایک شخص اسی کے پڑوس میں رہتا ہو اور وہ اس کے بالمقابل دوسری جگہ کا سفر کرنے کے لئے دوسری جانب کو چلے اور شہر سے باہر ہونے تک ایک گھنٹہ یا اس سے زائد لگ جائے، مگر فقہاء نے دونوں کے لئے ایک ہی حکم بیان کیا ہے کہ وہ جب اپنے سفر کی جانب سے شہر کی حدود پار کرجائے تو قصر کرے، اگر ان دونوں میں فرق تھا تو اس کو بیان کرنا چاہئے تھا۔

۴-نیز فقہاء نے لکھا ہے کہ مسافر جب واپس ہو تو اس کو شہر میں داخل ہونے کے بعد اتمام کرنا چاہئے، خواہ وہ ابھی اپنے گھر یا محلّہ تک نہ پہنچا ہو، اور شہر میں داخل ہونے سے قبل اگر چہ

وہ شہر کے قریب ہو، تصریح کرنا چاہئے (البحر الرائق ۲/ ۲۳۱، الولوالجیہ ۱/ ۱۳۴)۔

قابل غور یہ ہے کہ اگر مسافت سفر کا آغاز اپنے گھر یا اپنے محلّہ سے ہوتا تو واپسی میں بھی اس کی انتہاء گھر یا محلّہ پر ہوتی، مگر فقہاء نے واپسی کے موقع پر دخول شہر اور دخول عمارات شہر کا ذکر کیا ہے، اگر گھر یا محلّہ اس کا منتہی ہوتا تو یہ کہنا چاہئے تھا کہ اپنے گھر یا محلّہ میں آ کر اتمام کیا جائے۔

ان تمام باتوں سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ فقہاء نے مسافت سفر کی ابتداء وانتہاء حدود شہر کو قرار دیا ہے، نہ کہ گھر ومحلّہ کی حدود کو، لہٰذا شہر بڑا ہو یا چھوٹا ہر صورت میں مسافت سفر کی ابتدا وانتہا حدود شہری کو قرار دینا اصل ہے۔

پھر ایک بات اور بھی یہاں قابل لحاظ ہے، وہ یہ کہ فقہاء نے جب شہر سے متصل آبادیوں اور قریوں کو بھی اسی شہر میں داخل مان کر قصر کے لئے اس سے تجاوز کو شرط کہا ہے، تو جو حصے و محلے پہلے سے شہر میں داخل ہیں ان کو مسافر کے حق میں کس بنیاد پر اس شہر سے خارج مانا جائے؟ اور شہر سے نکلنے سے پہلے ہی قصر الصلاۃ کا حکم دے دیا جائے؟ یہ بات نہایت عجیب بھی ہے اور متضاد بھی کہ ایک طرف ہم شہروں سے متصل دوسرے گاؤں کو بھی شہر میں داخل کریں اور دوسری جانب شہر میں داخل حصوں کو اس سے خارج کریں۔

یہاں یہ عرض کر دینا بھی مناسب ہے کہ مفتی نظام الدین صاحبؒ نے جن فقہی عبارات سے استدلال کرتے ہوئے یہ فرمایا ہے:

''جن بڑے شہروں میں میلہا میل تک مسلسل محلے اور آبادیاں پھیلی ہوئی ہوں، ان میں جب کوئی سوا ستتر کلومیٹر یا اس سے بھی زیادہ مسافت تک جانے کی نیت سے اپنے مقام سے چلے تو حکم شرع یہ ہوگا کہ اگر ایسے محلّہ وآبادی سے متصل اس کا فناء یا ربض ہوں تو اس فناء یا ربض سے باہر نکلنے کے بعد مسافر شمار ہو جائے گا''۔

یہ بات ان عبارات سے اخذ کرنا مشکل ہے، کیونکہ ان عبارات میں یہ مسئلہ اٹھایا گیا ہے کہ اگر ایک شہر سے متصل دوسری آبادی ہو تو قصر کے لئے اس آبادی سے تجاوز کر جانا لازم ہے

یا نہیں؟ اور ایک رائے بعض فقہاء کی اس میں یہ ہے کہ اس سے تجاوز لازم نہیں، اس سے یہ اخذ کیا گیا ہے کہ جس طرح شہر سے متصل دوسرے قریے وگاؤں سے تجاوز قصر کے لئے لازم نہیں، اسی طرح بڑے شہروں کے مختلف حصے و محلے بھی قصر کے لئے الگ الگ شمار ہوں گے، مگر اس استدلال میں احقر کو کلام ہے:

۱- اس وجہ سے کہ تجاوز کا شرط نہ ہونا تمام فقہاء کی رائے نہیں، بلکہ بعض کی رائے ہے، اور اگر چہ بعض نے اس کو صحیح بھی کہا ہے، تاہم اس کے خلاف دوسری رائے کی بھی متعدد حضرات نے تصحیح کی ہے۔

چنانچہ علامہ شرنبلالی نے فرمایا ہے:

"إذا جاوز بيوت مقامه و لو بيوت الأخبية من الجانب الذى خرج منه، و يشترط أن يكون قد جاوز أيضا ما اتصل به أى بمقامه من فنائه كما يشترط مجاوزة ربضه، وهو ما حول المدينة من بيوت و مساكن، فإنه فى حكم المصر، و كذا القرى المتصلة بربض يشترط مجاوزتها فى الصحيح" (مراقی الفلاح ص ۱۸۷)۔

(وہ قصر کرے گا جب وہ اپنے مقام کے گھروں کی جانب سے جہاں سے وہ نکلا ہے، آگے بڑھ جائے گا، اگر چہ وہ چھپر کے مکانات ہی کیوں نہ ہوں، اور یہ بھی شرط ہے کہ وہ اس کے مقام سے ملے ہوئے فناء سے بھی آگے بڑھ جائے جس طرح یہ شرط ہے کہ شہر کے ربض سے آگے بڑھ جائے اور ربض شہر کے اطراف پھیلے ہوئے مکانات اور گھر ہیں، کیونکہ یہ بھی شہر ہی کے حکم میں ہیں، اسی طرح وہ گاؤں اور دیہات جو ربض شہر سے متصل ہیں ان سے بھی آگے بڑھ جانا صحیح قول میں شرط ہے)۔

اور علامہ شامی نے شرنبلالی کی ''الامداد'' کے حوالہ سے لکھا کہ:

"و أشار إلى أنه يشترط مفارقة ما كان من توابع موضع الإقامة كربض

المصر، و هو ما حول المدينة من بيوت و مساكن، فإنه في حكم المصر، و كذا القرى المتصلة بالربض في الصحيح" (شامی ۲/۵۹۹)۔

(انہوں نے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ توابع شہر جیسے ربض شہر سے الگ ہوجانا قصر کے لئے شرط ہے اور ربض شہر وہ گھر اور عمارات ہیں جو شہر کے اردگرد ہوتے ہیں، کیونکہ یہ بھی شہر کے حکم میں ہیں، اسی طرح صحیح قول پر وہ قریے جو ربض شہر سے ملے ہوئے ہوں، وہ بھی شہر میں داخل ہیں)۔

فتاوی عالمگیری میں بھی اسی بات کو واضح الفاظ میں نقل کیا گیا ہے:

"الصحيح ما ذكر أنه يعتبر مجاوزة عمران المصر لا غير، إلا إذا كان ثمة قرية أو قرى متصلة بربض المصر، فحينئذ تعتبر مجاوزة القرى بخلاف القرية التي تكون متصلة بفناء المصر، فإنه يقصر الصلاة و إن لم يجاوز تلك القرية، كذا في المحيط" (فتاوی عالمگیری ۱/۱۳۹)۔

(صحیح وہی ہے جو ہم نے ذکر کیا کہ قصر کے لئے شہر کی آبادی سے تجاوز کرجانا معتبر ہے نہ کہ کسی اور سے، مگر یہ کہ وہاں کوئی گاؤں ہو یا کئی گاؤں ربض شہر سے ملے ہوئے ہوں، تو اس وقت ان قریوں سے بھی تجاوز کرنے کا لحاظ کیا جائے گا، برخلاف ان قریوں کے جو فناء مصر سے ملے ہوئے ہیں تو اس صورت میں آدمی قصر کرے گا اگرچہ اس قریہ سے آگے نہ بڑھا ہو)۔

ان تمام کتب میں صحیح اس کو کہا گیا ہے کہ ربض شہر سے متصل آبادی وگاؤں شہر میں داخل ہے، اس لئے اس سے تجاوز قصر کے لئے شرط ہے۔

۲- اسی وجہ سے جمہور فقہاء نے اس قول کو اختیار نہیں کیا ہے، بلکہ تمام مکاتب فقہیہ کے علماء نے اس کے برخلاف دوسرے قول کو اختیار کیا اور شہر سے متصل گاؤں وآبادی کو شہر میں داخل مانا ہے اور اس سے تجاوز کو شرط قصر قرار دیا ہے، ان حضرات کے اقوال وعبارات کو ہم نے منیٰ کے مکہ میں داخل ہونے یا نہ ہونے کے سوال کے جواب میں نقل کیا ہے اس کو دیکھ لیا جائے۔

یہاں بعض کا تذکرہ کرتا ہوں، علامہ نووی نے نقل کیا ہے:

"أما إذا كانت قريتان ليس بينهما انفصال فهما كمحلتين من قرية، فيشترط مجاوزتهما بالاتفاق ..... و إن انفصلت إحداهما عن الأخرى فجاوز قريته جاز القصر، سواء قربت الأخرى منها أم بعدت" (شرح مہذب ۴/۲۸۹)۔

(جب دو قریے اس طرح ہوں کہ ان دونوں کے درمیان کوئی فصل وجدائی نہ ہو تو وہ ایک قریہ کے دو محلوں کی طرح ہیں، لہذا قصر کے لئے ان دونوں سے آگے بڑھ جانا بالاتفاق شرط ہے.......... اور اگر ان میں سے ایک قریہ دوسرے سے الگ ہو اور مسافر اپنے قریہ سے آگے بڑھ جائے تو اس کے لئے قصر جائز ہے، خواہ وہ دوسرا قریہ اس سے قریب ہو یا دور ہو)۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی نے المغنی میں لکھا ہے:

"و إن كان للبلد محال كل محلة منفردة عن الأخرى كبغداد، فمتى خرج من محلته أبيح له القصر إذا فارق محلته، و إن كان بعضها متصلا ببعض لم يقصر حتى فارق جميعها، و لو كانت قريتان متدانيتين فاتصل بناء إحداهما بالأخرى فهما كالواحدة، و إن لم يتصل فلكل قرية حكم نفسها" (المغنی ۲/۷۵)۔

(اگر شہر کے کئی محلے ہوں، ہر محلہ دوسرے سے الگ ہو جیسے بغداد، تو جب مسافر اپنے محلہ سے نکل جائے تو اس کو قصر کرنا جائز ہے اور اگر وہ محلے ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہوں تو اس وقت تک قصر نہ کرے جب تک کہ تمام محلوں سے تجاوز نہ کر جائے، اور اگر وہ قریے قریب قریب ہوں اس طرح کہ ایک کی عمارات دوسری سے متصل ہوں تو وہ دو قریے ایک کی طرح ہیں، اور اگر متصل نہ ہوں تو ہر ایک کا الگ مستقل حکم ہے)۔

فقہ مالکی کی کتاب مواہب الجلیل میں ہے:

"و لو كانت قريتان يتصل بناء إحداهما بالأخرى فهما في حكم القرية، و إن كان بينهما فضاء فلكل واحدة حكم الاستقلال" (مواہب الجلیل ۲/۱۴۳)۔

(اگر دو قریے قریب ہوں اس طرح کہ ایک کی عمارات دوسری سے متصل ہوں تو وہ دو قریے ایک قریہ کے حکم میں ہیں اور اگر ان دونوں میں فضاء یعنی فصل ہو تو ہر ایک کا الگ مستقل حکم ہے)۔

اس سے معلوم ہوا کہ تقریباً تمام مکاتب فقہیہ کے علماء کا رجحان بھی اسی طرف ہے کہ شہر سے متصل آبادیاں بھی شہر میں داخل ہیں اور ان سے تجاوز شرط قصر ہے۔

۳- اس وجہ سے کہ اگر شرط نہ ہونے کے قول کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو اس سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ شہر سے خارج آبادیاں اگر شہر سے متصل بھی ہو جائیں تب بھی وہ شہر میں داخل نہیں ہیں، مگر اس سے یہ اخذ کرنا کہ جو آبادیاں پہلے سے شہر میں شمار ہوتی ہیں وہ بھی اسی حکم میں ہیں اور ان کو بھی شہر میں داخل نہیں مانا جائے گا، بلکہ شہر سے خارج قرار دیا جائے گا، صحیح نہیں، بلکہ قیاس مع الفارق ہے۔

یہاں کسی کو علامہ ابن قدامہ کی اس عبارت سے شبہ نہ ہو جو ابھی نقل کی گئی جس میں یہ ہے کہ اگر شہر کے کئی محلے ہوں، ہر محلّہ دوسرے سے الگ ہو جیسے بغداد تو جب مسافر اپنے محلّہ سے نکل جائے تو اس کو قصر کرنا جائز ہے، کیونکہ اسی کے بعد انہوں نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر وہ محلے ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہوں تو اس وقت تک قصر نہ کرے جب تک کہ تمام محلوں سے تجاوز نہ کر جائے، اس سے معلوم ہوا کہ محلّہ اگر الگ ہو تب اس کو شہر سے الگ مانا جائے گا ورنہ نہیں۔

الغرض احقر کی رائے اس سلسلہ میں یہ ہے کہ شہر بڑا ہو یا چھوٹا اس کی حدود سے نکلنے سے قبل جس طرح اس پر احکام سفر (قصر فی الصلاۃ وجواز افطار وغیرہ) لاگو نہیں ہوتے، اسی طرح مسافت سفر کا نقطہ آغاز بھی حدود شہر سے نکلنے پر ہی مانا جائے گا۔

☆☆☆

# مسافت سفر سے مربوط مسائل کی تحقیق

مولانا محمد حذیفہ بن محمود☆

جواب: یہاں پر دو چیزیں ہیں: ایک یہ کہ حکم سفر یعنی قصر کی ابتدا کہاں سے ہوگی؟ دوسری یہ کہ مسافت سفر کی شروعات کہاں سے ہوگی؟ عام طور پر فقہاء نے حکم سفر یعنی قصر سے متعلق بحث کی ہے اور بہ صراحت لکھا ہے کہ قصر کی ابتدا آبادی اور اس کے متعلقات سے آگے بڑھ جانے کے بعد ہوگی، بعض آثار وروایات سے اس کا ثبوت ہوتا ہے، لیکن مسافت سفر کی ابتدا کہاں سے ہوگی، مسافر کے اپنے گھر سے یا پھر حدود شہر کے ختم سے؟ اس سلسلہ میں کوئی بحث وصراحت فقہاء کے یہاں نہیں ملتی، غالباً اس کی وجہ یہ ہوگی کہ گذشتہ زمانہ میں شہروں کا پھیلاؤ اور علاقوں کی وسعت اتنی زیادہ نہیں ہوتی تھی جتنی کہ آج کے دور میں ہے، جس کی وجہ سے یہ بات ان کے یہاں قابل اعتنا نہ ہوئی، جبکہ ہمارے لئے لائق توجہ ٹھہری، ہمارے اکابر کی اس سلسلہ میں دو رائیں ملتی ہیں۔

پہلی رائے یہ ہے کہ حکم سفر یعنی قصر کی ابتدا کی طرح مسافت سفر کی ابتدا بھی وطن کی آخری حدود سے ہوگی۔

چنانچہ فتاوی محمودیہ میں ہے:

وطن کے آخری مکان سے سفر کی مسافت شروع ہوگی اور جس بستی میں جانا ہے اس کی ابتدائی سرحد تک مجموعی مسافت کو دیکھا جائے گا، پس صورت مسئولہ میں مسافت سفر ۴۳ میل

---

☆ دار العلوم لوناواڑہ، پنچ محل، گجرات۔

ہوگی اور قصر کا حکم نہ ہوگا (۳۱۲/۲۰)۔

مفتی یوسف صاحب لدھیانوی فرماتے ہیں:

آپ کراچی کی حدود ختم ہونے کے بعد ۴۸ میل (۷۷ کلومیٹر) یا اس زیادہ دور جاتے ہیں تو نماز قصر کریں گے (آپ کے مسائل اوران کا حل ۳۸۰/۲)۔

ایک جگہ لکھا ہے:

جب آدمی ایسی جگہ جانے کے ارادہ سے نکلے جو اس کی بستی سے ۴۸ میل دور ہو تو یہ شرعی سفر ہوگا (۳۷۲/۲)۔

مولانا محمد تقی عثانی کے فتاوی میں ہے:

سوال: جو آفیسر اپنے ماتحت یونٹوں کی دیکھ بھال کے لئے دور جاتے ہیں، یعنی تقریباً ۴۸ میل کی مسافت طے کرتے ہیں، تو کیا یہ لوگ قصر کریں گے؟

جواب: اگر پوسٹ جس کی چیکنگ کے لئے جا رہا ہے، شہر کی آخری حدود سے ۴۸ میل دور ہے تو قصر کرسکتا ہے (فتاوی عثانی ۵۵۰/۱)، نیز لکھا ہے:

سوال: اگر یہ چھوٹے چھوٹے یونٹوں والے سپاہی اور نوکر وغیرہ ہیڈ کوارٹر کو پندرہ دن سے کم مدت کے لئے گئے تو کیا یہ سپاہی قصر کریں گے یا اتمام؟

جواب: اگر یونٹ سے ہیڈ کوارٹر کے شہر کا فاصلہ ۴۸ میل ہے تو قصر کریں گے (۵۵۰/۱)۔

مذکورہ دونوں جوابات پر مفتی محمد شفیع صاحب کی تصحیح وتصدیق بھی ہے۔

فتاوی رحیمیہ میں ہے:

جب ہانسوٹ سے جمبوسر ۴۸ میل پر واقع ہے تو جمبوسر کے قصد سے نکلے تو ہانسوٹ کی فناء (آبادی) چھوڑنے کے بعد مسافر ہوجائے گا اور قصر لازم ہوجائے گا (۲۳۶/۱)۔

اس سے بھی بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ مسافت کا شمار حدود شہر سے ہوگا، کیونکہ اس میں

دو علاقوں کی مسافت کا ذکر کیا ہے۔

دوسری رائے یہ ہے کہ حکم سفر یعنی قصر کی ابتدا تو آخری حدود سے ہوگی، مگر مسافت سفر کی شروعات مسافر کی قیام گاہ اور گھر سے ہوگی۔

چنانچہ کفایۃ المفتی میں ہے:

ہیڈکوارٹر جہاں قیام رہتا ہے وہاں سے مسافت سفر کا اعتبار ہوگا، وہاں سے ۳۶ میل کا ارادہ کر کے چلنے پر مسافر ہوجائے گا (۳۷۶/۳)۔

ایک جگہ لکھا ہے:

یہ لوگ گھر سے ۱۰۰ میل کی مسافت کا قصد کر کے چلنے سے مسافر ہوں گے (۳۷۷/۳)۔

مجیب اللہ ندوی صاحب لکھتے ہیں:

شریعت میں مسافر اس شخص کو کہتے ہیں جو اپنے گھر سے ایسی جگہ جانے کا ارادہ کرے، جو اس کے گھر سے ۴۸ میل دور ہے (اسلامی فقہ ۱/ ۲۸۷)۔

عمدۃ الفقہ سے بھی بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے، لکھا ہے:

مسافر اس کو کہتے ہیں جو اتنی دور جانے کا ارادہ کر کے گھر سے نکلے جہاں تک تین دن میں پہنچ سکے، اس سے کم سفر میں مسافر نہیں ہوتا اور جب وہ مسافر بستی سے باہر ہو جائے اس وقت سے ہی مسافر شمار ہوتا ہے (۲۷۲/۲)۔

مفتی عزیز الرحمٰن صاحب کے فتوی سے بھی بظاہر یہی مفہوم ہوتا ہے فرماتے ہیں:

اگر گھر سے نکلنے کے وقت اس نے ارادہ کیا تھا کہ اس دورہ میں منتہائے سفر فلاں مقام ہے کہ جو ۴۸ میل یا زیادہ جائے رہائش سے ہے تو قصر لازم ہے، ورنہ نہیں (۳۸۴/۴)۔

**راقم الحروف کی رائے:**

راقم الحروف کے خیال میں پہلی رائے راجح ہے کہ حکم سفر یعنی قصر کی طرح مسافت سفر کی ابتدا بھی وطن کے آخری مکان سے ہوگی، کیونکہ بعض آثار و روایات نیز فقہی عبارات و

جزئیات سے اسی کی تائید ہوتی ہے، جس کی تفصیل وتوضیح حسب ذیل ہے:

(الف) محیط برہانی (۲/ ۴۰۳) اور تاتارخانیہ (۱/ ۵۱۴) میں ایک مسئلہ کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

"فهما رجلان خرجا من الكوفة يريدان بغداد والقصر (أى قصر ابن هبيره) وطنهما فما لم يجاوزا القصر لا يصيران مسافرين و بعد المجاوزة لم يبق إلى المقصد مسيرة سفر"۔

عبارت مرقومہ میں "و بعد المجاوزة لم يبق إلى المقصد مسيرة سفر" کا جملہ کس قدر واضح ہے اس بات کو متعین کرنے میں کہ مسافت کا شمار مجاوزت کے بعد ہوگا۔

(ب) مسافت سفر کے متعلق منقول آثار جن سے بعض ائمہ نے استدلال کیا ہے، ان سے مفہوم ہوتا ہے کہ دو علاقوں کے درمیان کی مسافت کا اعتبار ہوگا۔

چنانچہ امام مالک کا مستدل یہ روایت ہے:

"سألت ابن عمر عن أدنى مدة السفر، فقال: أتعرف السويداء فقلت سمعت بها فقال: كنا خرجنا إليها قصرنا و من السويداء إلى المدينه ستة و أربعون ميلا" (المسوطا/ ۲۳۵)۔

اعلاء السنن میں ہے:

"روى الشافعي عن مالك عن ابن شهاب عن سالم أن ابن عمر ركب إلى ذات النصب فقصر الصلاة، قال مالك: و بينها و بين المدينة أربعة برد و روى عبد الرزاق عن مالك هذا فقال: بين المدينة و ذات النصب ثمانية عشر ميلا" (۷/ ۲۷۳)۔

مذکورہ آیات وآثار میں "مكة الى عسفان، من السويداء إلى المدينه" اور "وبين المدينة ذات النصب" کے الفاظ سے متبادر یہی ہے کہ دو علاقوں کے درمیان کی

مسافت کا لحاظ ہوگا، اس کا مطلب یہ ہے کہ بستی کے آخر سے مسافت شمار ہوگی۔

(ج) بعض فقہی جزئیات بھی اس طرح کے موجود ہیں۔

چنانچہ تاتارخانیہ میں ہے:

"بخاری خرج من بخاری إلی بیکند و نوی الإقامة فیها خمسة عشر یوما ...... إذ لیس من بخاری إلی بیکند مسیرة السفر" (۵۱۳/۲)۔

اس عبارت میں "من بیت البخاری الی بیکند" کے بجائے "من بخاری الی بیکند" کہنا یہ بتلا رہا ہے کہ بخاری اور بیکند کی درمیانی مسافت کا اعتبار ہوگا، پس مسافت کی ابتدا بستی کے ختم سے ہوگی۔

شاہ ولی اللہ صاحب سفر سے متعلق بحث کرتے ہوئے حجۃ اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں:

"و صحة هذا الاسم یکون بالخروج من سور البلد أو حلة القریة أو بیوتها بقصد موضع هو علی أربعة برد و زوال هذا الاسم إنما یکون بنیة الإقامة مدة صالحة یعتد بها فی بلدة أو قریة" (مع رحمۃ اللہ الواسعہ ۵۵۹/۳)۔

(یعنی جب کوئی شخص ایسی جگہ جانے کا ارادہ کر کے شہر پناہ سے یا گاؤں کے باہر لوگوں کے جمع ہونے کی جگہ (یعنی فناء) سے یا گاؤں کے گھروں سے نکلے جو چار برید کے فاصلہ پر ہو تو اس پر مسافر کا اطلاق درست ہوتا ہے اور جب کسی شہر یا گاؤں میں قابل لحاظ کافی مدت ٹھہرنے کی نیت کر لے تو لفظ مسافر اس سے ہٹ جاتا ہے (رحمۃ اللہ الواسعہ ۵۵۸/۳)۔

مذکورہ عبارت میں الخروج من سور البلد ...... بقصد موضع هو علی اربعة برد سے واضح ہوتا ہے کہ سور البلد وغیرہ سے چار برید فاصلہ پر واقع موضع کے ارادہ سے آدمی مسافر ہوجاتا ہے، پس مسافت کا شمار وہیں سے ہوگا۔

(د) کبیری شرح منیہ میں ہے:

"من فارق بیوت موضع هو فیه من مصر أو قریة ناویا الذهاب إلی

موضع بینه و بین ذلک الموضع المسافرة المذکورة صار مسافرا فلا یصیر مسافرا قبل أن یفارق عمران ما خرج منه'' (ص/۳۹۹)۔

صغیری میں ہے:

" إنما یصیر مسافرا إذا فارق بیوت مصره أو قریته ناویا الذهاب إلی موضع بینه و بین ذلک الموضع المسافرة المذکورة'' (ص/۲۷۲)۔

عبارات مذکورہ کے الفاظ "ناویا الذهاب الی موضع بینه و بین ذلک الموضع المسافرة المذکورة" میں موضع بینه و بین ذلک الموضع المسافرة المذکورة سے مفہوم ہورہا ہے کہ دونوں موضع یعنی ابتدائی اور انتہائی دونوں بستیوں کے درمیان مسافت معتبرہ ہونی چاہئے۔

(ھ) کتب فقہیہ میں بے شمار جزئیات ایسی ہیں، جن میں مسافت کا اعتبار کرتے ہوئے بینه و بین بیته یا اهله کے بجائے بین و بینه وطنه یا مصره کا لفظ استعمال کیا گیا ہے، جو اس بات کی واضح علامت و دلالت ہے کہ مسافت بین القری والامصار ہی کا اعتبار ہے، مسافت بین البیوت کا نہیں۔ چند عبارات یہ ہیں:

تحفۃ الفقہاء میں ہے:

"فإنه إذا خرج من عمران المصر و لم یقصد موضعا بینه و بین مصره مدة السفر أو خرج قاصدا موضعا لیس بینه و بین ذلک الموضع مدة السفر لا یصیر مسافرا" (۱/۱۴۷)۔

بدائع میں ہے:

"و کذا إذا قصد مسیرة سفر و خرج حتی وصل إلی قریة و بینها و بین وطنه الأصلی مسیرة ما دون السفر و نوی أن یقیم فیها خمسة عشر یوماً لا یصیر مقیما'' (۱/۲۸۰)۔

شامی (۲/۶۰۴) اور بحر الرائق (۲/۲۳۱) میں ہے:

"و قیاسه أن لا یحل فطره فی رمضان ولو بینه و بین بلده یومان"۔

خانیہ میں ہے:

"و کذا الصبی إذا کان فی السفر مع أبیه ثم بلغ الصبی و بینه و بین وطنه أقل من ثلاثة أیام کان حکمه حکم المقیم" (۱/۱۶۷، علی ہامش الہندیہ وکذا فی التاتارخانیہ ۱/۵۰۹)۔

نیز لکھا ہے:

"فأما المسافر إذا ارتد (والعیاذ بالله) ثم أسلم من ساعته و بینه و بین وطنه أقل من ثلاثة أیام یبقی مسافرا" (۱/۱۶۷، وکذا فی المحیط البرہانی ۲/۳۹۷، والتاتارخانیہ ۱/۵۰۹)۔

فتح القدیر میں ہے:

"و کذا إذا قصد مسیرة سفر و خرج فلما وصل إلی قریة مسیرتها من وطنه دون مدة السفر ثم نوی الإقامة فیها خمسة عشر یوما لا یصیر مقیما" (۲/۴۳، وکذا فی حاشیۃ الشلبی علی التبیین ۱/۲۱۵)۔

نیز لکھا ہے:

"بخلاف ما لو عزم علی العود إلی الوطن الأصلی لأنه إذا لم یکن بین هذا الموضع الذی بلغ إلیه و وطنه مسیرة سفر یصیر مقیما" (۲/۴۴)۔

تاتارخانیہ میں ہے:

"إذا خرج الأمیر مع جیشه لطلب العدو ولا یعلم این یدرکهم فإنهم یصلون صلوة الإقامة فی الذهاب و إن طالت المدة و کذلک فی المکث فی ذلک الموضع و أما فی الرجرع فإن کان إلی مصره مسیرة السفر یقصر الصلوة وإلا فلا" (۱/۵۲۰)۔

فتاوی سراجیہ میں ہے:

"إذا خرج مسافرا ثم أراد الرجوع إلى أهله فإن كان بينه و بين مصره أقل من ثلاثة أيام أتم الصلاة" (علی ہامش الخانیہ ۱/۶۱)۔

غور کیا جائے، تحفۃ الفقہاء کی عبارت میں "موضعا بينه و بين مصره مدة السفر"، بدائع کی عبارت میں "و بينها و بين وطنه الاصلي مسيرة ما دون السفر"، اور "و ليس بين هذا الموضع الذى بلغ و بين مصره مسيرة سفر" شامی اور بحر کی عبارت میں "بينه و بين بلده يومان"، خانیہ وغیرہ کی عبارات میں "و بينه و بين وطنه اقل من ثلاثة ايام"، فتح القدیر وغیرہ کی عبارت میں "الى قرية مسير تها من وطنه دون مدة السفر"، اور "بين هذا الموضع الذى بلغ اليه ووطنه مسيرة سفر"، تاتارخانیہ کی عبارت میں "كان الى مصره مسيرة السفر"، اور سراجیہ کی عبارت میں "بينه و بين مصره اقل من ثلاثة ايام"، ان تمام میں "بينه و بين بيته يا اهله" کے بجائے "بينه و بين مصره يا وطنه" کا لفظ موجود ہے، جو یہ بتا رہا ہے کہ مقصد مسافر اور مصر مسافر کے درمیان کی مسافت کا شمار و اعتبار ہوگا، پس مسافت کی ابتدا بستی کے ختم سے ہونی چاہئے۔

(و) الفقہ الاسلامی وأدلتہ میں ہے:

"و قد اتفق الفقهاء على أن أول السفر الذى يجوز به القصر و نحوه هو أن يخرج المسافر من بيوت البلد التى خرج منها و يجعلها وراء ظهره" (۲/۳۲۴)۔

ایک اثر کا جواب دیتے ہوئے علامہ ظفر احمد تھانوی لکھتے ہیں:

"والجواب عنها أن ابتداء السفر بالخروج عن البلدة و أن القصر لايتوقف على قطع مسافة السفر بل يجب بابتدائه" (اعلاء السنن ۷/۲۷۳)۔

علامہ شامی ابن ہمام کا ایک اعتراض نقل کرکے اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ویظهر فی الجواب أن العلة فی الحقیقة هی المشقة و أقیم السفر مقامها و لکن لا تثبت علیتها إلا بشرط ابتداء و بقاء فالأول مفارقة البیوت قاصدا مسیرة ثلاثة أیام و الثانی استکمال السفر ثلاثة أیام" (۲۰۵/۲)۔

الفقہ الاسلامی کی عبارت میں "اول السفر الذی یجوز به القصر و نحوه هو أن یخرج المسافر من بیوت البلد"، اعلاء السنن کی عبارت میں "ابتداء السفر بالخروج عن البلدة"، اور شامی کی عبارت میں "إلا بشرط ابتداء و بقاء فالأول مفارقة البیوت قاصدا مسیرة ثلاثة أیام"، سے واضح ہورہا ہے کہ ابتداء سفر مفارقت وخروج سے ہوگی، ظاہر ہے کہ سفر کی ابتداء یہ سفر کی مسافت ہی کا دوسرا عنوان ہے، پس معلوم ہوا کہ مسافت سفر کا شمار مفارقت بیوت اور خروج عن العمران کے بعد ہوگا۔

(ز) طحطاوی نے تلویح سے نقل کیا ہے:

"هو (ای السفر) فی اللغة الخروج المدید و شرعا خروج من عمران الوطن مع قصد سیر ساعة مخصوصة" (ص ۲۲۸)۔

سفر شرعی کی مذکورہ تعریف کا حاصل ہے: مخصوص مسافت کے ارادہ سے آبادی سے نکلنا، پس جب شرعاً سفر آبادی سے نکلنے ہی کا نام ہے اور آبادی سے نکل کر ہی سفر متحقق ہوتا ہے تو پھر سفر کی مسافت کا شمار گھر سے کیوں کر ہوگا؟ آبادی کے بعد ہی سے ہونا چاہئے۔

(ح) تاتارخانیہ میں ہے:

"القصر حکم ثبت فی حق المسافر فلا بد من بیان أن الشخص متی یصیر مسافرا حتی یثبت له حکم السفر، فنقول: لایصیر الشخص مسافرا بمجرد نیة السفر بل یشترط معه الخروج، قال محمد: یقصر حین یخرج من

مصره و يخلف دور المصر" (۵۰۲/۱)۔

مذکورہ عبارت میں "متى يصير مسافرا حتى يثبت له حكم السفر"، سے معلوم ہو رہا ہے کہ آدمی کا مسافر ہونا اور اس کے لئے حکم سفر کا ثابت ہونا، دونوں علاحدہ علاحدہ چیزیں ہیں، اور پھر آگے کی عبارت سے معلوم ہوا کہ دونوں کا تعلق خروج من المصر سے ہے، پس حکم سفر یعنی قصر کی طرح آدمی کا مسافر ہونا بھی خروج من المصر کے بعد ہوگا، اس کا تقاضہ یہ ہے کہ مسافت کا شمار بھی خروج من المصر کے بعد ہو، یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ آدمی مسافر شمار نہ ہو اور مسافت کا شمار ہوجائے؟

نیز "لايصير الشخص مسافرا بمجرد نية السفر بل يشترط معه الخروج"، سے معلوم ہوا کہ بلاخروج محض نیت سے مسافر نہ ہوگا، پس جب محض نیت سے بلاخروج من المصر مسافر نہ کہلائے گا، تو پھر بلاخروج من المصر کے مسافت کا شمار کیوں کر ہوگا؟

(ط) مبسوط میں ہے:

"فإذا قصد مسيرة ثلاثة أيام قصر الصلاة حين تخلف عمران المصر لأنه ما دام في المصر فهو ناوى السفر لا مسافر فإذا جاوز عمران المصر صار مسافرا لاقتران النية بعمل السفر" (۲۳۶/۱)۔

محیط برہانی میں ہے:

"و يقصر إذا جاوز عمرانات المصر قاصدا مسيرة ثلاثة أيام و لياليها، و هذا لأنه ما دام في عمرانات المصر فهو لا يعد مسافرا" (۳۸۷/۲)۔

فتاوی الولوالجیہ میں ہے:

"ولا يصير مسافرا بالنية حتى يخرج" (۱۳۲/۱)۔

بدائع میں ہے:

"فلا يصير مسافرا بمجرد نية السفر ما يخرج من عمران المصر ......

لأن النية إنما تعتبر إذا كانت مقارنة للفعل لأن مجرد العزم عفو و فعل السفر لا يتحقق إلا بعد الخروج من المصر فما لم يخرج لا يتحقق قران النية بالفعل فلا يصير مسافرا" (بدائع الصنائع ۱/ ۲۶۴)۔

مذکورہ عبارات سے معلوم ہو رہا ہے کہ شرعاً مسافر ہونے کے لئے نیت سفر کافی نہیں، بلکہ نیت سفر کے ساتھ عمل سفر بھی ضروری ہے، جب نیت سفر اور عمل سفر دونوں ہوں گے تو آدمی شرعاً مسافر ہوگا اور پھر اس پر حکم سفر یعنی لزوم قصر مرتب ہوگا اور جب تک آبادی میں ہے، تب تک نیت سفر تو ہو سکتی ہے، عمل سفر کا تحقق نہیں ہو سکتا، جیسا کہ مبسوط وغیرہ کی عبارت سے واضح ہے، "لانه ما دام في المصر فهو ناوى السفر لا مسافر"، اور بدائع کی عبارت میں "فعل السفر لا يتحقق إلا بعد الخروج من المصر" سے معلوم ہوتا ہے، نتیجہ یہ نکلا کہ آبادی سے باہر ہو کر ہی نیت سفر اور عمل سفر دونوں پائے جانے کی وجہ سے آدمی مسافر کہلائے گا، پس جب عمل سفر اور آدمی کا مسافر کہلانا خروج من العمران کے بعد ہوگا، تو اس کا تقاضہ یہ ہے کہ مسافت کا شمار بھی آبادی سے نکلنے کے بعد ہو۔

(ی) اقامت کا تعلق حدود شہر کی ابتدا سے ہے کہ وطن کی حد شروع ہوتے ہی آدمی مقیم بن جاتا ہے، تو پھر اس کی ضد یعنی سفر کا تعلق بھی حدود شہر سے ہونا چاہئے۔

احکام القرآن للتھانوی میں ہے:

"إن الاقامة تتعلق بدخول المصر فالسفر يتعلق بالخروج عنها" (۳۳۶/۴)۔

عنایہ شرح ہدایہ میں ہے:

"لأن السفر ضد الإقامة و الشئ إذا تعلق بشئ تعلق ضده بضده و حكم الإقامة وهو الإتمام لما تعلق بهذا الموضع تعلق السفر بالمجاوزة عنه" (علی ہامش الفتح ۴/ ۸)۔

(ک) درمختار میں ہے:

"من خرج من عمارة موضع إقامته قاصدا مسيرة ثلاثة أيام و لياليها صلى الفرض الرباعي ...... ركعتين"۔

کنز میں ہے:

"من جاوز بيوت مصره مريدا سيرا وسطا ثلاثة أيام في بر أو بحر أو جبل قصر" (مع البحر ۲/۲۲۵)۔

عبارت مسطورہ سے مستفاد ہو رہا ہے کہ آبادی سے نکلنے کے وقت تین دن کی مسافت کا قصدو ارادہ ہونا چاہئے۔

(ل) عرفاً بھی یہی ہوتا ہے کہ جب تک آدمی وطن کی آبادی میں ہو، چاہے وہ اس آبادی میں کتنی ہی دور چلا گیا ہو، لوگ اسے مسافر نہیں سمجھتے اور نہ ہی وہ خود اپنے آپ کو سفر پر گیا ہوا خیال کرتا ہے، اس کا تقاضہ بھی یہ ہے کہ سفر کی مسافت کا شمار گھر سے نہ ہو، باہر سے ہو۔

(م) مسافت سفر کی ابتدا سے متعلق فقہاء کے یہاں کوئی بحث وصراحت نہ ملنے کی ایک وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ ان کے نزدیک حکم سفر یعنی قصر کا نقطہ آغاز ہی مسافت سفر کا بھی نقطہ آغاز ہو، یعنی بستی کی آخری حدود، اس بناء پر اس کو علاحدہ بیان کرنے کی ضرورت نہ سمجھتے ہوں۔

الغرض آثار وروایات اور فقہاء کی عبارات وجزئیات کے اشارات سے یہی سمجھ میں آتا ہے کہ مسافت سفر کا آغاز بھی اسی نقطہ سے ہے، جس سے حکم سفر کا آغاز ہے، پس بستی اور شہر کی آبادی اور اس کے متعلقات کے ختم سے مسافت سفر کا بھی شمار ہوگا اور حکم سفر یعنی قصر بھی مرتب ہوگا۔

البتہ جو لوگ کسی بستی اور شہر میں نہیں رہتے، جنگل میں، ڈیروں اور خیموں میں رہتے ہیں، وہی ان کی قیام گاہ اور وہی ان کی بستی ہے، اسی طرح جو لوگ آبادی وبستی سے کافی دور کسی کھیت میں تنہا اپنے لئے کوئی مستقل رہائش گاہ بنا کر رہتے ہیں، جہاں صرف ان کا ہی ایک گھر ہوتا ہے، اس کے علاوہ نہ کوئی مکان ہوتا ہے اور نہ ہی چاروں طرف دور دور تک کوئی آبادی وبستی ہوتی ہے، تو ایسے لوگوں کے لئے حکم سفر کی طرح مسافت سفر کی ابتداء، ان کی قیام گاہ سے ہی ہوگی۔

علامہ شامی فرماتے ہیں:

"و إن نزلوا علي ماء أو محتطب يعتبر مفارقته كذا في مجمع الروايات و لعله ما لم يكن محتطبا واسعا جدا و كذا مالم يكن الماء نهرا يعيد المنبع" (۵۹۹/۲)۔

مذکورہ تفصیل کے بعد سوالات کے جوابات حسب ذیل ہیں:

الف- کتب فقہ میں صراحت موجود ہے کہ آدمی جب تک آبادی سے باہر نہ نکلے، اس پر احکام سفر جاری نہیں ہوتے، لہذا ایسا شخص قصر نہ کرے گا۔

ب- حسب ترجیح سابق، جب مسافت سفر کا شمار شہر کی انتہائی حدود سے ہوگا اور شخص مذکور کا مقصد سفر وہاں سے ۴۸ میل کے فاصلہ پر نہیں ہے، تو وہ شرعا مسافر نہ ہوا، اس لئے وہ اتمام کرے گا، قصر نہیں کرے گا۔

البتہ دوسری مرجوح رائے کے مطابق جس میں مسافت سفر کا شمار آدمی کے گھر سے ہوتا ہے، چونکہ شخص مذکور کی مسافت سفر ۴۸ میل یا اس سے زیادہ ہے، اس لئے وہ شرعاً مسافر ہوگا، البتہ شہر کی انتہائی حدود سے باہر نکلنے کے بعد وہ قصر کرے گا، کیوں کہ فقہاء کی تصریح کے مطابق وطن اصلی یا وطن اقامت کی آبادی میں ہوتے ہوئے مسافر پر احکام سفر مرتب نہیں ہوتے، جب آبادی سے باہر ہو جائے اس کے بعد احکام سفر متعلق ہوتے ہیں۔

☆☆☆

# سفر کے احکام و مسائل

مولانا نورالحق رحمانی ☆

جواب سے قبل چند چیزیں بطور تمہید کے ذکر کی جاتی ہیں:

۱-سورۂ نساء میں سفر کی حالت میں نماز میں قصر کرنے کی مشروعیت وارد ہے:

"وإذا ضربتم فی الأرض فلیس علیکم جناح أن تقصروا من الصلاة" (سورۂ نساء:۱۰۱)۔

(اور جب تم زمین میں سفر کرو تو تم پر اس باب میں کوئی مضایقہ نہیں کہ نماز میں کمی (قصر) کردیا کرو)۔

۲-سورہ بقرہ میں جہاں رمضان کے روزوں کی فرضیت کا حکم ہے، وہیں مریض اور مسافر کے لئے افطار کرنے کی رخصت بھی وارد ہے:

"شهر رمضان الذی أنزل فیه القرآن هدی للنا س و بینات من الهدی والفرقان فمن شهد منکم الشهر فلیصمه ومن کان مریضا أو علی سفر فعدة من أیام أخر، یرید الله بکم الیسر ولا یرید بکم العسر" (سورۂ بقرہ:۱۸۵)۔

(ماہ رمضان وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا ہے، وہ لوگوں کے لئے ہدایت ہے اور اس میں کھلے ہوئے (دلائل ہیں) ہدایت اور (حق وباطل میں) امتیاز کے، سو تم میں جو کوئی اس مہینہ کو پائے لازم ہے کہ وہ (مہینہ بھر) روزہ رکھے اور جو کوئی بیمار ہو یا سفر میں ہو تو (اس پر)

☆ المعہد العالی امارت شرعیہ، پھلواری شریف، پٹنہ۔

دوسرے دنوں کا شمار رکھنا (لازم ہے)، اللہ تمہارے حق میں سہولت چاہتا ہے دشواری نہیں چاہتا)۔

پہلی آیت میں مطلق سفر میں نماز میں قصر کرنے کا حکم آیا ہے، سفر کی کسی مسافت کا ذکر نہیں ہے، اسی طرح دوسری آیت میں جو مریض اور مسافر کے لئے روزہ افطار کرنے کی رخصت کا ذکر ہے اس میں مرض کو شدت یا سفر کو طویل یا بعید کے وصف سے متصف نہیں کیا گیا ہے، آیت کے عموم سے استدلال کرتے ہوئے اصحاب ظواہر فرماتے ہیں کہ ہر سفر اور ہر مرض میں روزہ افطار کرنے کی اجازت ہوگی، خواہ مرض معمولی درجے کا ہو، مثلاً انگلی یا دانت کا درد، عطاء اور ابن سیرین سے بھی یہی مروی ہے (التفسیر الکبیر للرازی ۵/۸۱)۔

اسی طرح ہر سفر میں خواہ قصیر ہو یا طویل نماز میں قصر کرنے کی اجازت ہوگی، لیکن جمہور فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ معمولی مرض اور مختصر سفر میں روزہ افطار کرنے کی رخصت حاصل نہیں ہوگی، اسی طرح سفر قصیر میں نماز میں قصر کرنے کی اجازت نہیں ہوگی، اس لئے کہ اس رخصت کا مقصد مشقت کو دور کرنا اور آسانی فراہم کرنا ہے، جیسا کہ سابقہ آیت میں فرمایا گیا۔

۳- پھر سفر طویل یا سفر شرعی جس میں نماز میں قصر کرنے کی سہولت ہو اس کی تحدید و تعیین میں بھی فقہاء کا اختلاف ہے، اس لئے کہ خود حضرات صحابہ کے درمیان اس مسئلہ میں اختلاف ہے، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے سفر طویل کی تحدید تین دن کے سفر سے کی ہے، اسی قول کو حنفیہ اور سفیان ثوری نے اختیار کیا ہے، جس کی مسافت چوبیس فرسخ یعنی ۴۸ میل ہوتی ہے اور کیلومیٹر کے حساب سے اسے کچھ حضرات سوا سَتّر اور کچھ حضرات نے اسّی کلومیٹر قرار دیا ہے۔

حضرت عمر، حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم نے اس کی تحدید ایک دن کے سفر سے کی ہے، جس کو امام اوزاعی اور ایک قول کی رو سے امام مالک نے اختیار کیا ہے، جس کی مسافت آٹھ فرسخ اور سولہ میل ہے، یہ سفر طویل کی کم سے کم مسافت ہے اور حنفیہ نے جس قول کو اختیار کیا ہے وہ سب سے طویل مسافت ہے، جبکہ شافعیہ اور حنابلہ نے اس کی تحدید دو

دن کے سفر سے کی ہے یعنی سولہ فرسخ اور ۴۸ میل۔

حنفیہ نے جو تین دن (یا ۴۸ میل) کے سفر کو سفر طویل قرار دیا ہے، ان کا استدلال اس حدیث سے بھی ہے:

"لاتسافر المرأة فوق ثلاثة أيام إلا ومعها ذو محرم" (بخاری باب قصر الصلاۃ)۔

(کوئی عورت تین دن سے زیادہ کا سفر نہ کرے، مگر اس حال میں کہ اس کے ساتھ اس کا کوئی محرم ہو)۔

۴-حدیث میں اس بات کی صراحت موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ سفر میں ہمیشہ نماز میں قصر فرماتے تھے، چار رکعت نہیں پڑھتے تھے، اسی طرح خلفائے راشدین میں حضرت ابوبکر، عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم بھی ہمیشہ قصر فرماتے تھے، چنانچہ حضرت ابن عمرؓ کی روایت ہے:

"صحبت النبی ﷺ وكان لايزيد فى السفر على ركعتين، وأبابكر وعمرو عثمان كذلك" (بخاری ومسلم)۔

۵-حدیث میں اس کی بھی صراحت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سفر میں مدینہ منورہ سے باہر نکلنے کے بعد ہی قصر فرماتے تھے، چنانچہ صحیحین کی ایک روایت جو خادم رسول حضرت انسؓ سے مروی ہے، اس میں وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ظہر کی نماز مدینہ میں چار رکعت پڑھی اور عصر کی نماز ذوالحلیفہ میں دو رکعت پڑھی۔

"روي عن أنس أنه قال: صليت الظهر مع رسول الله ﷺ بالمدينة أربعا، وصليت معه العصر بذى الحليفه ركعتين" (متفق علیہ)۔

اسی طرح ابن المنذر فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے اپنے تمام اسفار میں مدینہ سے نکلنے کے بعد ہی قصر فرمایا۔

"ولا أعلم أن النبي ﷺ قصر فى سفر من أسفاره إلا بعد خروجه من المدينة" (فقہ السنہ ۱/۲۴۱)۔

۶- مسافت سفر اور احکام سفر میں ایسے تلازم کا ہونا کہ دونوں کا وجود اور آغاز ایک ساتھ ہو کسی دلیل شرعی سے ثابت نہیں ہے، جیسا کہ دار العلوم کورنگی کے جواب میں تفصیل سے اس کا ذکر ہے، لہذا یہ ممکن ہے کہ مسافت سفر کا آغاز گھر سے ہو، لہذا ایک شخص جہاں سفر کرنا چاہتا ہے اگر اس کی مسافت اس کے گھر سے ۴۸ میل یا اس سے زیادہ ہو تو اسے سفر طویل اور سفر شرعی قرار دے کر اسے سفر شرعی کی سہولتوں سے فائدہ اٹھانے کا موقع دیا جائے، البتہ سفر سے متعلق بعض احکام شرعی یعنی قصر کا نفاذ آبادی سے نکل جانے پر موقوف ہو، جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے۔

۷- شریعت نے بہت سے احکام کا مدار عرف پر رکھا ہے، لہذا اگر کسی لفظ کے لغوی اور عرفی معنی میں تعارض ہو تو عرف کو مقدم کیا جائے گا، فقہاء کی مراد کو جاننے کے لئے بھی عرف کو معیار قرار دیا جائے گا، اسی طرح جس بات کی تحدید وتعیین نصوص شرعیہ میں موجود نہ ہو اور نہ لغت ہی اس کی فیصل بن سکتی ہو اس کی تعیین کے لئے بھی عرف کی طرف رجوع کیا جائے گا۔

۸- اگر کسی مسئلہ کی بنیاد عرف پر ہو تو ضروری نہیں کہ پوری دنیا کا عرف یکساں ہو، بلکہ مختلف ممالک اور مختلف علاقوں کا عرف اگر الگ الگ ہو تو حکم بھی مختلف ہوگا، جہاں کا جیسا عرف ہو اسی کے مطابق حکم لگے گا۔

۹- فقہاء نے اس کی بھی صراحت کی ہے کہ شہر کی جس جانب سے سفر کر رہا ہے، اس کے تمام گھروں سے آگے بڑھ جائے تو قصر کرے گا اور جس شہر میں چہار دیواری ہو تو چہار دیواری سے تجاوز کرنے کے بعد ہی قصر کرے گا اور بحری سفر میں دریا اور سمندر کا ساحل جس شہر سے متصل ہے اس ساحل سے جہاز اور کشتی کے حرکت کرنے اور چل پڑنے کے بعد قصر کرنے کی اجازت ہوگی (الموسوعۃ الفقہیہ ۲۷/۲۷۹)۔

اس تمہید کی روشنی میں سوال نامہ میں سوالات کا جواب درج ذیل ہے:

۱- جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا کہ کسی دلیل شرعی سے یہ ثابت نہیں ہے کہ مسافت سفر اور احکام سفر کا آغاز ایک ساتھ ہو، لہذا اگر ایک شخص ایسے مقام کے سفر کے ارادہ سے اپنے گھر سے

نکلتا ہے کہ اس کے گھر سے اس مقام کی مسافت ۴۸ میل یا اس سے زیادہ ہے تو اس کا یہ سفر سفر شرعی ہے، لہٰذا اسے ان سہولتوں سے فائدہ اٹھانے کا موقع ملنا چاہئے، جو ایسے طویل سفر کے لئے شریعت نے مقرر کی ہیں، البتہ نماز میں قصر کی اجازت اس وقت دی جائے جبکہ وہ شہر کے اس محلے اور علاقے سے باہر ہوجائے جس میں ان کا گھر ہے، اگر یہ کہا جائے کہ شہر اور اس کے متعلقات سے باہر ہونے کے بعد ہی قصر کرنے کی اجازت ہوگی تو پھر سو کیلومیٹر سفر کرنے کے بعد بھی ان بڑے شہروں میں قصر کی نوبت نہیں آئے گی جس کا رقبہ اور فاصلہ سو کیلومیٹر سے بھی تجاوز کر گیا ہے اور یہ چیز شریعت کے مزاج سے میل نہیں کھاتی، اگر قصر کی علت کو پیش نظر رکھا جائے تو اس سے اس مسئلے میں رہنمائی ملتی ہے، اصول کرخی میں ایک قاعدہ ذکر کیا گیا ہے:

**"الأصل أنه يفرق بين علة الحكم وحكمته فإن علته موجبة وحكمته غير موجبة"** (قواعد الفقہ للبرکتی ۴۱/۱)۔

اس قاعدہ کا خلاصہ یہ ہے کہ کسی حکم کی علت اور اس کی حکمت کے درمیان فرق کیا جائے گا، علت پر حکم کا مدار ہوتا کہ اگر علت نہیں پائی جائے گی تو حکم بھی نہیں پایا جائے گا، لیکن اگر حکمت نہ پائی جائے تو بھی حکم کا وجود ہوگا اس کی تشریح میں امام نسفی فرماتے ہیں:

**"من مسائله أن السفرعلة القصر وحكمته المشقة ثم السفر يثبت القصر وإن لم يلحقه مشقة، وعدم الحكمة لا يوجب عدم الحكم و وجودالعلة أوجب وجود الحكم"** (حوالہ سابق)۔

یعنی نماز میں قصر کی علت سفر ہے، لہٰذا جب بھی سفر شرعی ہوگا تو قصر کا حکم (جو حنفیہ کے نزدیک عزیمت ہے) پایا جائے گا، خواہ اس سفر میں مشقت لاحق نہ ہو، اس لئے کہ قصر کی علت سفر ہے جو پائی گئی اور حکمت مشقت ہے، لہٰذا اگر کسی سفر میں کوئی مشقت نہ ہو جب بھی قصر کا حکم پایا جائے گا، اس لئے کہ حکم کا مدار حکمت پر نہیں ہوتا، اس لئے سفر خواہ کتنا ہی آرام دہ ہو، پھر بھی قصر لازم ہوگا، اس لئے کہ اس کی علت پائی جارہی ہے۔

زیر بحث مسئلہ میں دیکھا جائے کہ قصر کی علت (یعنی ۸ ۴ میل کا سفر) پائی جارہی ہے، اس کے باوجود قصر کا حکم نہ دینا خلاف اصل ہے، محض شہر کی آبادی کے سوکیلومیٹر پھیل جانے کی وجہ سے سفر شرعی میں قصر سے نہیں روکا جائے گا، سفر کا آغاز گھر سے نکلنے کے بعد ہی ہوجاتا ہے۔

یہ دوسرا مسئلہ ہے کہ وہ قصر کی ابتدا کہاں سے کرے گا؟ تو اس سلسلہ میں عرف کا سہارا لینا پڑے گا، حضرت انسؓ کی حدیث میں اس کی صراحت ہے کہ آنحضور ﷺ نے مدینہ میں ظہر کی نماز چار رکعت پڑھی اور ذوالحلیفہ میں عصر کی نماز میں قصر فرمایا، تو اگر آج مدینہ کی آبادی پھیل کر ذوالحلیفہ تک جا پہنچی ہے جس کی مسافت مدینہ سے چھ میل ہے، یا اگر ابھی مدینہ کی آبادی اتنی نہیں پھیلی، آئندہ چل کر ذوالحلیفہ تک پہنچ جائے تو یہ نہیں کہا جاسکتا ہے کہ اب ذوالحلیفہ میں مدینہ سے مکہ یا سفر شرعی پر جانے والوں کے لئے قصر کرنا جائز نہ ہوگا، اس سے باہر نکلنے کے بعد ہی قصر کیا جاسکتا ہے، یہ بات صحیح اس لئے نہیں ہوگی کہ خود رسول اللہ ﷺ کا ذوالحلیفہ میں قصر کرنا ثابت ہے۔

لہذا محض آبادی کے پھیل جانے سے حکم منصوص نہیں بدلے گا، جیسا کہ صفا ومروہ کی پہاڑی اور مسعی پہلے مسجد حرام سے باہر تھے اور اب توسیع حرم کے بعد وہ سب مسجد حرام میں داخل ہوگئے ہیں، اس کے باوجود علمائے حرم کا فتوی یہ ہے کہ اس کا حکم خارج مسجد کا ہے، جس طرح عہد رسالت میں تھا، اس لئے حائضہ اور نفساء عورتوں کے لئے اس میں داخل ہونا اور سعی کرنا جائز ہے (دیکھئے رابطہ عالم اسلامی کے ماتحت المجمع الفقہی الاسلامی کے چودہویں اجلاس منعقدہ مکہ مکرمہ کا فیصلہ)۔

لہذا حضرت انسؓ کی اس حدیث کی بنیاد پر کہ مدینہ کی آبادی کے پھیلاؤ اور اس کے ذوالحلیفہ تک پہنچ جانے کے باوجود مدینہ سے مکہ کی طرف سفر کرنے والوں کو ذوالحلیفہ میں قصر کرنے کا حکم دیا جائے، اتمام حنفیہ کے نزدیک جائز نہ ہوگا۔

۲- مذکورہ بالا تفصیلات کی روشنی میں ایسے شخص کے لئے قصر کا حکم ہونا چاہئے اتمام کا نہیں۔

اب دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ سفر شرعی پر روانہ ہونے والا قصر کہاں سے شروع کرے گا، تو

اس مسئلہ میں جمہور فقہاء کا اتفاق ہے کہ مسافر اپنی آبادی سے نکلنے کے بعد ہی قصر کرے گا، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کے عمل سے ثابت ہے:

"قال الفقهاء : يبدأ المسافر القصر إذا فارق بيوت المصر فحينئذٍ يصلي ركعتين" (الموسوعۃ الفقہیہ ۲۷۹/۲۷)۔

(فقہاء فرماتے ہیں کہ مسافر قصر اس وقت شروع کرے گا جب وہ شہر کے گھروں سے جدا ہوجائے، اس وقت وہ دو رکعت پڑھے گا)۔

"ذهب جمهور العلماء إلى أن قصر الصلاة يشرع بمفارقة الحضر والخروج من البلد وأن ذلک شرط، ولا يتم حتی يدخل أول بيوتها" (فقہ السنۃ ۲۴۰/۱)۔

(جمہور فقہاء کا مذہب یہ ہے کہ آبادی اور شہر سے نکلنے کے بعد ہی قصر شروع کرے گا اور یہ شرط ہے، اور (واپسی میں) نماز اس وقت پوری پڑھے گا جب اس کے پہلے گھر میں داخل ہوجائے)۔

عام لوگوں کے لئے اس پر عمل کرنے میں اب بھی کوئی دشواری نہیں ہے، جو لوگ دیہات کے علاقے میں رہنے والے ہیں وہ اپنی بستیوں کی حدود سے بنیت سفر نکلنے کے بعد قصر کریں گے، اسی طرح جو لوگ قصبات اور چھوٹے شہروں میں رہنے والے ہیں جس کی آبادی زیادہ پھیلی ہوئی نہیں ہے، وہ بھی اپنے شہر اور اس کے متعلقات سے نکلنے کے بعد ہی قصر کریں گے، اسی طرح بڑے شہروں میں بھی جو لوگ شہر کے بالکل کنارے بسنے والے ہیں وہ اپنے گھر اور محلے سے باہر نکلنے کے بعد قصر کریں گے، اسی طرح جو لوگ جنگل میں ڈیروں اور خیموں میں رہنے والے ہیں، وہ اپنی قیام گاہ سے سفر شرعی کی نیت سے نکلیں گے، تو باہر ان کے لئے قصر کرنا صحیح ہوگا، اسی طرح جو لوگ آبادی سے باہر کھیت وغیرہ میں اپنے اہل وعیال کے ساتھ رہتے ہیں، وہاں سے بنیت سفر نکلنے کے بعد قصر کریں گے۔

پیچیدہ اور قابل غور مسئلہ صرف ان بڑے شہروں کے باشندوں کا ہے جن کی آبادی میں

غیر معمولی اضافہ کے باعث نیز دیہی علاقوں سے بڑی تعداد میں لوگوں کے شہر کی طرف منتقلی کی وجہ سے ان کی حدود کافی وسیع ہوگئے ہیں، یہاں تک کہ ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک کی مسافت سو کیلومیٹر سے بھی بڑھ گئی ہے، اس سلسلہ میں اگر عرف کو معیار قرار دیا جائے تو مسئلہ کا حل نکل سکتا ہے، ورنہ سو کیلومیٹر سفر کرنے کے بعد بھی قصر کی نوبت نہیں آئے گی، بڑے شہروں کے بھی اپنے حلقے ہوتے ہیں جن سے ان کو جانا جاتا ہے، لہذا کسی حلقے کا آدمی جب بنیت سفر اپنے حلقے سے باہر نکل جائے تو اب اس کے لئے قصر جائز ہونا چاہئے۔

مثال کے طور پر پٹنہ شہر بہار کی راجدھانی ہے، اس کی حدود ممبئی، کلکتہ، دلی، اور مدراس کی طرح پھیلے ہوئے نہیں ہیں، تاہم یہ بہار کا سب سے بڑا شہر ہے، پھلواری شریف کا حلقہ اور علاقہ اسی شہر کا ایک حصہ ہے، ۳۵ سے ۴۰ سال قبل یہ پٹنہ ضلع کی ایک بستی تھی، پھلواری سے پٹنہ تک پختہ سڑک تھی، درمیان میں کوئی آبادی نہیں تھی، ٹمٹم وغیرہ کے ذریعہ سفر ہوتا تھا، ایک دو سرکاری بس بھی چلتی تھی، لیکن اب صورت حال یہ ہے کہ پھلواری شریف ایک شہر ہے، ضرورت کی تمام چیزیں مل جاتی ہے، چوبیس گھنٹے سواری اور آمد ورفت کی سہولت ہے اور پھلواری سے لے کر پٹنہ تک آبادی ہی آبادی ہے، پھر پھلواری شریف میں دسیوں محلے اور کالونیاں ہیں، پھلواری کی کسی کالونی کا آدمی پٹنہ چلا جائے تو کہنا صحیح ہوگا کہ فلاں شخص اس وقت پھلواری میں نہیں ہے، لہذا پھلواری شریف کی کسی کالونی کا باشندہ اگر سفر شرعی کے لئے یہاں سے روانہ ہو اور پھلواری کے حدود سے باہر نکل جائے تو جیسے پہلے اس کے لئے قصر کرنا جائز تھا اب بھی ہونا چاہئے، پھر واپسی کے بعد وہ پھلواری کی حدود میں داخل ہو جائے تو اسے اتمام کرنا چاہئے، محض بس اڈہ، یا اسٹیشن یا ائرپورٹ پہنچنے سے اس کا سفر ختم نہیں ہونا چاہئے، جب تک کہ وہ پھلواری کی حدود میں داخل نہ ہو جائے۔

البتہ ایسے مواقع جن میں آدمی کے مقیم یا مسافر ہونے میں تردد ہو تو بر بنائے احتیاط ایسے موقع پر نماز پوری پڑھی جائے گی، فقہاء نے اس کی صراحت کی ہے، مثلاً الاشباہ والنظائر

میں ہے:

"رأیت فی التاتارخانیة: ولوشک فی الصلاۃ مقیم أومسافر صلی أربعاویقعد علی الثانیة احتیاطا فکذلک إذا شک فی نیة الإقامة" (القاعدۃ الثالثۃ، ص ۱۲۲)۔

(میں نے تاتارخانیہ میں دیکھا کہ اگر کسی شخص کو نماز میں شک ہو کہ وہ مقیم ہے یا مسافر تو وہ چار رکعت پڑھے گا اور احتیاطاً دوسری رکعت کے بعد بیٹھ جائے گا، اسی طرح اگر کسی کو اقامت کی نیت میں شک ہو)۔

☆☆☆

# سفر شرعی کی تحدید

مفتی محمد نعمت اللہ قاسمی ☆

کلام فقہاء میں تتبع اور تلاش کے بعد واضح طور پر اس مسئلہ میں ناچیز کی رائے یہ ہے کہ مسافت سفر کا شمار متعلقات آبادی کے آخری کنارے سے ہوگا، شہر یا متعلقات شہر کے راستوں کو مسافت سفر میں ضم نہیں کیا جائے گا، شہر بہت بڑا ہو یا بہت چھوٹا۔

شارح منیۃ المصلی علامہ شیخ ابراہیم حلبی مسافر کی تعریف یوں فرماتے ہیں:

"من فارق بیوت موضع هو فیه من مصر أو قریة ناویا الذهاب إلی موضع بینه و بین ذلک الموضع المسافة المذکورة صار مسافراً"۔

اس عبارت میں "ناویا" کا لفظ حال واقع ہے اور اس کا فاعل اور ذو الحال مطلق شخص نہیں ہے، بلکہ وہ شخص ہے جو اب اپنی آبادی سے جدا ہو رہا ہے اور جدائیگی کے وقت اس شخص کے درمیان اور منزل مقصود کے درمیان مسافت سفر ہو تو اس کو مسافر کہا جاتا ہے، پس یہ عبارت مبدأ سفر سے متعلق منہ بولی عبارت ہے کہ مبدأ سفر کا شمار آبادی کے بعد سے ہوگا اور متعلقات آبادی کے آخری کنارے سے ہوگا۔

علامہ کاسانی اپنی مشہور کتاب بدائع الصنائع میں ان امور کو جن کے پائے جانے کے بعد ہی کوئی مقیم مسافر ہوسکتا ہے، اس طرح بیان فرماتے ہیں:

"فصل: وأما بیان مایصیر به المقیم مسافراً فالذی یصیر المقیم به

---

☆ جامعہ اسلامیہ دار العلوم ملیا، کھنگولیا۔

مسافراً نية مدة السفر والخروج من عمران المصر فلابدمن اعتبار ثلاثة أشياء إحداها مدة السفر......والثانی نية مدة السفر، لأن السير قديكون سفرا وقد لا يكون لأن الإنسان قد يخرج من مصره الخ...... والثالث الخروج من عمران المصر فلا يصير مسافرا بمجرد نية السفر مالم يخرج من عمران المصر" (بدائع ۱/ ۲۶۱-۲۶۳)۔

ان عبارتوں میں غور فرمایا جائے، علامہ کاسانی کسی شخص کو شہر کی آبادی سے نکلنے کے بعد ہی مسافر قرار دے رہے ہیں، اسی بدائع میں علامہ کاسانی صحت اقامت کی شرائط بیان کرتے ہوئے ایک چھوٹا جملہ تحریر فرماتے ہیں جو انتہائی قابل توجہ ہے فرماتے ہیں:

"إذا نوى المسافر الإقامة خمسة عشر يوما فی موضعين فإن كانا مصرا واحدا أو قرية واحدة صار مقيما لأنهما متحدان حكما، ألا ترى أنه لو خرج إليه مسافرا لم يقصر" (۱/ ۲۷۰)۔

عبارت کا یہ آخری ٹکڑا "ألا ترى أنه لو خرج إليه مسافراً لم يقصر" قابل غور ہے، اس ٹکڑے کا مطلب عاجز یہ سمجھتا ہے کہ وہ مسافر جو اب مقیم ہو گیا اگر شہر کے ایک حصہ سے دوسرے کی طرف جائے اور دوسرے حصہ تک جانے میں اس کی حیثیت مسافر کی بن جائے تب بھی وہ قصر نہیں کرے گا، اگر میرا یہ سمجھنا صحیح ہے تو پھر سوال کے دونوں اجزاء کا جواب اسی سے ہوجاتا ہے کہ شہر خواہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو، اس کی حدود کو مسافت سفر میں شمار نہیں کیا جائے گا اور جب اس کی حدود کو مسافت سفر میں شمار نہیں کیا جائے گا تو اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ مبدأ سفر حدود شہر کے بعد ہوگا۔

علامہ شامی نے بھی ٹھیک بدائع کے انداز کی عبارت بحر سے نقل فرمائی ہے: درمختار کی درج ذیل عبارت "تصح (الإقامة) كما لو نوى مبيته بأحدهما أو كان أحدهما تبعا للآخر بحيث تجب الجمعة على ساكنه للاتحاد حكما" کے اس ٹکڑے "أو

**کان أحدهما تبعا للآخر**" کے ذیل میں علامہ شامی فرماتے ہیں:

"**وفی البحر: لو کان الموضعان من مصر واحد أو قریة واحدة فإنها (الإقامة) صحیحة لأنهما متحدان حکما، ألاتری أنه لو خرج إلیه مسافراً لم یقصر**" (۶۰۷/۲)۔

اس عبارت کا مطلب بھی ناچیز وہی سمجھتا ہے جو بدائع کی عبارت کی تفصیل ہے، یہ اشکال کہ شہر اتنا بڑا ہو کہ گھر سے نکلنے کے بعد اندرون شہر مسافت سفر بن جائے، یا مسافت سفر کا معتد بہ حصہ اندرون شہر طے پا جائے تو ایسی صورت میں مبدأ سفر فناء مصر یا فناء قریہ نہ ہو بلکہ مبدأ سفر اندرون مصر کوئی خاص مقام ہو کہ سفر کی سہولت حاصل ہونے کے لئے مسافت خاص کی تعیین کا تقاضا یہی ہے، تو اس سلسلہ میں عرض ہے کہ بادی النظر میں تو یہ اشکال قوی معلوم ہوتا ہے، لیکن اگر تعمق سے کام لیا جائے تو اس اشکال میں زیادہ وزن نہیں معلوم ہوتا ہے، اصل بات یہ ہے کہ جو شخص جہاں رہتا ہے اس کے لئے وہ پوری جگہ مانوس رہتی ہے، وہاں اُسے کوئی گھبراہٹ پریشانی اور اجنبیت کا احساس نہیں ہوتا ہے، پورا شہر اس کے لئے ایک چھوٹے سے گاؤں کی طرح معلوم ہوتا ہے، غور کیا جائے سمندر میں رہنے والی مچھلی کے لئے پورا سمندر ہی گاؤں ہے اور دریا میں رہنے والی مچھلی کے لئے پورا دریا گاؤں ہے اور گڑھے وتالاب میں رہنے والی مچھلی کے لئے گڑھا وتالاب ہی گاؤں ہے، یعنی جو شخص جہاں رہتا ہے اس کے لحاظ سے مسئلہ پر غور کرنا ہوگا کہ اس کے لئے سبب یعنی اجنبیت، گھبراہٹ اور پریشانی کا تحقق کہاں سے ہوسکتا ہے کہ سفر کی سہولت کے اصل اسباب یہی مذکورہ امور ہیں، جیسا کہ فقہاء کی تصریحات ہیں، مسافت سفر تو ان اسباب کے لئے محض ایک علامت ہے، جس کے اوپر حکم کا مدار سہولت کی خاطر رکھ دیا گیا ہے کہ اسباب کی تعیین وتشخیص ہر شخص کے بس کی بات نہیں ہے اور اگر کسی شخص کو گاؤں اور گھر میں ہی اجنبیت، گھبراہٹ اور پریشانی کا احساس ہو تو ظاہر ہے کہ اس کی یہ اجنبیت، گھبراہٹ اور پریشانی سفر کی سہولت حاصل کرنے کے حق میں معتبر نہیں ہے۔

ہمارے فقہاء کرام اطباء حاذق ہیں، انہوں نے اس مسئلہ پر تو گفتگو فرمائی ہے کہ شہر کا فناء اس کے چھوٹے اور بڑے ہونے کے لحاظ سے چھوٹا اور بڑا ہوسکتا ہے، لیکن کہیں یہ نہیں فرمایا کہ اگر شہر بڑا ہو یا فناء شہر بڑا ہو تو اسے بھی مسافت سفر میں شامل کرلیا جائے، تمام کتب فقہ کی چھان پھٹک کرلیں، کہیں آپ کو یہ بات نہیں ملے گی، جب کہ ہمارے فقہاء کرام نے مفروضہ مسئلہ تک کا بھی حکم بیان فرمایا ہے، میں سمجھتا ہوں کہ موقعۂ بیان میں بھی اس مسئلہ سے صرف نظر کرلینا غفلت کے سبب نہیں ہوسکتا بلکہ عدم ذکر کا اصل سبب وہی ہے جو بندہ نے اوپر بیان کیا۔

☆☆☆

# سفر شرعی کی حدود

مفتی محمد ممتاز خاں ندوی☆

سوالوں کے جواب لکھنے سے پہلے مناسب سمجھتا ہوں کہ چند امور کی وضاحت کردی جائے، پھر ان کے بعد اصل سوالوں کے جواب پر قدرے تفصیل سے روشنی ڈالی جائے گی۔

## مسافت قصر:

فقہ کی کتابوں میں مسافت سفر اس طرح لکھی ہوئی ہے:

تین دن اور تین رات میں جس قدر مسافت انسان پیدل چل کر بآسانی طے کرسکے، یا اونٹ کی سواری پر بآسانی طے کرے اور چال سے مراد آدمی یا اونٹ کی درمیانی چال ہے اور تین دن اور تین رات میں چلنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ دن رات چلے بلکہ مراد صرف دن میں چلنا ہے اور وہ بھی پورے دن چلنا نہیں ہے، بلکہ صبح سے زوال آفتاب تک چلنا مراد ہے، تو یہ مقدار مسافت سفر شمار ہوگی۔

ہندیہ میں ہے:

”و هو سير الإبل و مشي الأقدام في أقصر أيام السنة كذا في التبيين و هل يشترط سير كل يوم إلى الليل اختلفوا فيه، الصحيح أنه لا يشترط حتى بكر في اليوم الأول و مشى إلى الزوال“ (ہندیہ ۱/ ۱۳۸)۔

ہدایہ مع الفتح میں ہے:

☆ مدرسہ ضیاء العلوم میدان پور، رائے بریلی۔

"السفر الذی یتغیر به الأحکام أن یقصد الإنسان مسیرة أیام و لیالیها لسیر الإبل و مشی الأقدام" (فتح القدیر ۲/۳)۔

نور الایضاح میں ہے:

"أقل سفر تتغیر به الأحکام مسیرة ثلاثة أیام من أقصر أیام السنة لسیر وسط مع الاستراحات والوسط سیر الإبل و مشی الأقدام" (نور الایضاح ۱۰۱)۔

ہندوستان کے عام شہروں میں چونکہ راستے تقریباً مساوی ہوتے ہیں، پہاڑی یا دشوار گذار نہیں ہوتے، اس لئے علماء ہند نے مسافت سفر کو ۴۸ میل کے ساتھ متعین کردی اور اسی پر علماء ہند کا اتفاق ہے، جیسا کہ فقہ اکیڈمی کے سوالنامہ سے ظاہر ہے۔

**۲- علت قصر:**

مسافر کو چونکہ سفر میں دشواری ہوتی ہے اس وجہ سے نماز میں تخفیف کردی گئی، لیکن یہ بات سامنے رہے کہ قصر کی علت سفر ہے نہ کہ سفر میں پیش آنے والی دشواریاں، اسی وجہ سے اگر سفر میں ساری سہولتیں میسر ہیں کوئی دشواری نہیں ہے تو اس کے باوجود تمام فقہاء کے نزدیک قصر ہی ہوگا۔

**۳- شرعی مسافر ہونے کے لئے سفر کی نیت ضروری ہے:**

ایک شخص اپنے گھر سے سفر کے ارادہ سے نکلتا ہے اور وہ شرعی مسافت یعنی ۴۸ میل طے کرلیتا ہے تو وہ شرعی مسافر ہوجائے گا اور اس پر قصر کے احکام جاری ہوں گے، لیکن اگر سفر کا قصد نہیں ہے، مثلاً ایک شخص کسی جنگل میں شکار کے لئے گیا سفر کا اس کا کوئی ارادہ نہیں تھا تو ایسا شخص شکار کرتے کرتے شرعی مسافت کو طے کرلیتا ہے تو سفر کا ارادہ نہ ہونے کی وجہ سے مسافر نہیں کہلائے گا، اور اس پر سفر کے احکام جاری نہیں ہوں گے۔

بدائع الصنائع میں ہے:

"والثالث الخروج من عمران المصر فلا یصیر مسافرا بمجرد نیة

**السفر مایخرج من عمران المصر**" (بدائع الصنائع ۱/ ۲۶۳)۔

ہدایہ میں ہے:

"**السفر الذی یتغیر به الأحکام أن یقصد مسیرة ثلاثة أیام و لیالیها لسیر الإبل و مشی الأقدام**" (ہدایہ ۱/ ۱۶۵)۔

ہدایہ کے حاشیہ میں ہے:

"**أن یقصد إنما قید بالقصد لأنه لو طاف جمیع الدنیا من غیر قصد السفر لایصیر سفرا فالقصد وحده غیر معتبر**" (ہدایہ ۱/ ۱۶۵)۔

ان چندامور کی وضاحت کے بعد جواب اس طرح ہے:

۱- یہ ایک حقیقت ہے کہ فقہاء کرام کے زمانہ میں شہر کا رقبہ اور اس کی وسعت اتنی زیادہ نہیں تھی جیسا کہ آج کی تغیر پذیر دنیا میں شہروں کے رقبے وسیع ہو گئے ہیں، بعض شہر مثلاً ممبئی، کولکاتا وغیرہ کا رقبہ سوکیلومیٹر سے بھی زیادہ تجاوز کر گیا ہے تو فقہاء کرام نے اپنے شہر کے لحاظ سے احکام سفر جاری ہونے کے لئے ایک شرط شہر سے باہر نکلنے کی بھی لگائی ہے، تو کیا ایسے بڑے شہروں میں کہ ایک آدمی شہر میں رہنے کے باوجود مسافت سفر طے کر لیتا ہے اور آگے جانے کا ارادہ بھی نہیں ہے تو کیا ایسے وسیع وعریض شہروں میں فقہاء کرام کی شرط (خروج بلد) کا اعتبار کیا جائے گا یا نہیں؟

شہر سے باہر نکلنے کی شرط پر فقہی عبارتیں ملاحظہ ہوں:

ہندیہ میں ہے:

"**إذا جاوز المقیم عمران مصره قاصدا مسیرة ثلاثة أیام و لیالیها لسیر الإبل أو مشی الأقدام یلزمه قصر الصلوة و یرخص له ترک الصیام**" (ہندیہ ۱/ ۱۶۴)۔

شامی میں ہے:

"من خرج من عمارة موضع إقامته من جانب خروجه و إن لم يجاوز من الآخر، و في الخانية: إن كان بين الفناء و المصر أقل من غلوة و ليس بينهما مزرعة يشترط مجاوزته و إلا فلا" (شامی ۱/ ۵۲۸)۔

بدائع الصنائع میں ہے:

"والثالث: الخروج من عمران المصر فلا يصير مسافرا بمجرد نية السفر ما يخرج من عمران المصر، و أصله ما روى عن علیؓ لما خرج من البصرة يريد الكوفة صلى الظهر أربعا ثم نظر إلى خص أمامه و قال: لو جاوزنا الخص صلينا و لأن النية إنما تعتبر إذا كانت مقارنة للفعل لأن مجرد العزم عقد و فعل السفر لا يتحقق إلا بعد الخروج من المصر فما لم يخرج لا يتحقق قران النية بالفعل فلا مسافرا" (بدائع الصنائع ۱/ ۲۶۴)۔

ہدایہ میں ہے:

"وإذا فارق المسافر بيوت المصر صلى ركعتين لأن الإقامة تتعلق بدخولها فيتعلق السفر بالخروج عنها و فيه الأثر عن علي لو جاوزنا الخص لقصرنا" (ہدایہ ۱/ ۱۰۴)۔

الجوہرۃ النیرۃ میں ہے:

"ومن خرج مسافرا صلى ركعتين إذا فارق بيوت المصر يعنى من الجانب الذى خرج منه لا جوانب كل البلد حتى لو كان قد خلف الأبنية التى فى الطريق الذى خرج منه قصر وإن كان بحذاءه أبنية أخرى من جانب آخر من المصر" (۱/ ۱۰۴)۔

تاتارخانیہ کی عبارت میں تو یہاں تک ہے کہ اگر مضافات شہر سے بستیاں متصل ہوں تو ان بستیوں کے تجاوز کرنے کے بعد ہی نماز میں قصر ہوگا (تاتارخانیہ ۱/ ۵۰۳)۔

علامہ ابن رشد فرماتے ہیں: شہر کی آبادی سے نکلنے کے بعد سفر کے احکام جاری ہوں گے اور فرماتے ہیں یہی حکم جمہور علماء کا ہے (بدایۃ المجتہد ۱/۱۶۹)۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں: سفر کے احکام جاری ہونے کے لئے شہر سے نکلنے کی شرط امام مالک، امام ابوحنیفہ اور امام احمد اور جمہور علماء کے نزدیک ہے (المجموع ۴/ ۱۶۰)۔

معلوم ہوا کہ تمام ائمہ کے نزدیک شہر کی آبادی سے نکلنے کے بعد ہی سفر کے احکام جاری ہوں گے۔

فقہاء کرام نے شہر کی آبادی سے نکلنے کے بعد ہی سفر کے احکام جاری ہونے پر فتوی دیا ہے خواہ شہر کتنا ہی وسیع کیوں نہ ہو۔

**مولانا** مفتی عبدالرحیم صاحب **لا**جپوریؒ ایک استفتاء کے جواب **میں** فرماتے ہیں:

''وطن اصلی یا وطن اقامت کی آبادی سے باہر ہونے پر شرعی مسافر کا اطلاق ہوگا، دوسری آبادی اگرچہ **متصل** ہے مگر وہ دوسری آبادی ہے، دونوں کے نام الگ ہیں، حکومت اور کارپوریشن (یعنی میونسپلٹی، نگر پالیکا) نے دونوں آبادیوں کی حدود الگ الگ مقرر کئے ہیں، اس لئے وہ دونوں مستقل آبادیاں (یعنی شہر) شمار ہوں گی اور شرعی مسافر کا اطلاق اس وقت ہوگا، جبکہ آبادی (یعنی شہر) کی حدود سے تجاوز کر جائے، اگر متصل ہونے کی وجہ سے کارپوریشن نے دونوں کو ایک کردیا ہو تو اب وہ آبادی شہر کا محلّہ ہے اور وہ محلّہ شہر کا جز ہے، لہذا اب اس سے تجاوز ہونے پر مسافرت کے احکام جاری ہوں گے'' (فتاوی رحیمیہ ۶/ ۲۶۴)۔

**مولانا** مفتی رشید احمد لدھیانوی ایک استفتاء کے جواب **میں** فرماتے ہیں:

''شہر کی جس جانب سے بنیت سفر نکل رہا ہو اس جانب کے مکانات سے باہر نکلنے پر حکم قصر شروع ہوتا ہے، مکانات سے آباد مکان مراد ہیں غیر آباد کھنڈرات کا اعتبار نہیں، مکان خواہ پختہ ہوں یا شہر سے ملحق جھونپڑیاں وغیرہ ہوں، بلکہ جھونپڑیوں کے بعد ان سے متصل بستی بھی اس شہر کے حکم میں ہے، کراچی کی عمارت غالباً پپری اسٹیشن تک پہنچ چکی ہیں، سٹی اسٹیشن اور لانڈھی

اسٹیشن پر بہر صورت قصر جائز نہیں پوری نماز پڑھے'' (احسن الفتاوی ۴؍۷۲)۔

مولانا نظام الدین صاحب کی رائے یہ ہے کہ بڑے بڑے شہروں میں مثلاً بمبئی، کلکتہ وغیرہ میں جس کا رقبہ خاصا وسیع ہوگیا ہے اگر ایک شخص شہر ہی میں مسافت سفر طے کر لیتا ہے تو شہر ہی میں اس پر سفر کے احکام جاری ہوجائیں گے۔

واضح رہے کہ مولانا نظام الدین صاحب کے دلائل مبہم اور غیر واضح ہیں، احقر نے ان کے دلائل کو بغور پڑھا لیکن ان کے دلائل سے صراحت سے یہ چیز ثابت نہیں ہوتی ہے کہ شہر ہی میں آدمی پر سفر کے احکام جاری ہوں گے۔

احقر کی رائے:

احقر کی رائے یہ ہے کہ شہر کی آبادی سے نکلنے کے بعد قصر کے حکم کے سلسلہ میں فقہی کتابوں میں جو عبارتیں ہیں وہ بالکل صریح اور بے غبار ہیں، اس وجہ سے شہر خواہ کتنا وسیع کیوں نہ ہوجائے جب تک آدمی شہر کی آبادی سے نکل نہ جائے اس وقت تک قصر کا حکم نافذ نہیں ہونا چاہئے، خاص طور سے تاتارخانیہ کی عبارت تو اس سلسلہ میں بڑی واضح ہے:

"وعن الحسن في القرى إذا كانت متصلة بالربض إلى ثلاثة فراسخ قال: لايقصر حتى يجاوز البيوت وإن كانت ثلاثة فراسخ"۔

عرف میں بھی ایک آدمی بڑے شہر میں رہ کر مسافت سفر طے کر لیتا ہے تو اس کو مسافر نہیں سمجھا جاتا ہے۔

۲- احقر کو اس سلسلہ میں فقہ کی کتابوں میں کوئی صریح عبارت تو نہیں ملی اور نہ کوئی ایسی روایت ملی ہے، جس سے صراحۃً یہ معلوم ہو کہ جس طرح احکام سفر پر عمل کی ابتدا شہر سے نکلنے کے بعد ہوگی اسی طرح سفر کا آغاز انتہائی حدود سے ہوگا۔

البتہ فقہاء کرام کے فتاوی اور ان حضرات نے مسافر کی جو تعریف کی ہے ان سے یہی بات معلوم ہوتی ہے کہ گھر سے نکلنے کے بعد ہی سے مسافت سفر شمار کی جائے گی، اگر کوئی گھر سے

نکلنے کے بعد مسافت سفر طے کرلیتا ہے تو وہ مسافر ہو جائے گا، گرچہ کہ شہر کی انتہائی حدود سے مسافت سفر نہ ہو رہی ہو۔

احقر کا رجحان بھی یہی ہے کہ مسافت سفر گھر سے نکلنے کے بعد ہی شمار ہوگی اگر کوئی گھر سے نکلنے کے بعد مسافت سفر طے کرلیتا ہے تو وہ مسافر ہو جائے گا۔

**مولانا** مفتی کفایت اللہ صاحب ایک استفتاء کے جواب **میں** فرماتے ہیں:

''جس راستے سے سفر کرے تو اس کی مسافت کا اعتبار ہے، جب ۳۶ میل یا اس سے زیادہ مسافت کا سفر شروع کرے تو اپنی بستی سے باہر نکلتے ہی قصر پڑھنا چاہئے، ہیڈ کوارٹر جہاں قیام رہتا ہے وہاں سے مسافت کا اعتبار ہوگا، وہاں سے ۳۶ میل کا ارادہ کر کے چلنے پر مسافر ہو جائے گا'' (کفایت المفتی ۳؍۳۵۳)۔

**مولانا** عزیز الرحمٰن صاحب عثمانی ایک استفتاء کے جواب **میں** تحریر فرماتے ہیں:

''اگر گھر سے نکلنے کے وقت اس نے ارادہ کیا تھا کہ اس دورہ میں منتہائے سفر فلاں مقام ہے جو اڑتالیس میل یا اس سے زیادہ جائے رہائش سے ہے تو قصر لازم ہے ورنہ نہیں'' (فتاوی دار العلوم دیوبند ۴؍ ۴۸۴)۔

عمدۃ الفقہ میں مسافر کی جو تعریف کی گئی ہے اس میں گھر کی قید ہے:

شریعت میں مسافر اس کو کہتے ہیں جو اتنی دور جانے کا ارادہ کر کے گھر سے نکلے جہاں تین دن میں پہنچ سکے (عمدۃ الفقہ ۲؍ ۴۱۰)۔

**مولانا** مجیب اللہ ندویؒ نے بھی مسافر کی جو تعریف کی ہے اس میں بھی گھر کی قید ہے:

شریعت میں مسافر اس شخص کو کہتے ہیں جو اپنے گھر سے ایسی جگہ جانے کا ارادہ کرے جو اس کے گھر سے ۴۸ میل دور ہے (فقہ اسلامی ۱؍ ۲۸۷)۔

ایک بریلوی عالم جناب **مولانا** امجد علی صاحب اعظمی نے شرعی مسافر کی تعریف اس طرح کی ہے:

شرعاً مسافر وہ شخص ہے جو تین دن کی راہ تک جانے کے ارادہ سے بستی سے باہر ہوا ہو (بہار شریعت ۴/۶۱)۔

اس تعریف سے بھی یہی بات معلوم ہوتی ہے کہ ایک شخص اپنی بستی سے مسافت سفر طے کر لیتا ہے تو وہ مسافر ہو جائے گا گر چہ کہ انتہائی حدود شہر سے مسافت قصر نہ ہو رہی ہو۔

شامی کی اس عبارت سے بھی اسی طرف اشارہ ملتا ہے:

"من خرج من عمارة موضع إقامته من جانب خروجه و إن لم يجاوز من الجانب الآخر" (شامی ۱/۵۷۸)۔

عبارت مذکور میں محل استدلال "من خرج من عمارة موضع اقامته" سے ہے کہ ایک شخص نے اپنی بستی کی آبادی کو پار کر لیا ہے اور وہ شرعی مسافت کو طے کر لیتا ہے تو وہ شرعی مسافر ہو جائے گا، اگر مسافت سفر انتہائی حدود شہر سے شمار کی جائے تو پھر "من خرج عمارة اقامته" کا کیا مطلب ہوگا۔

☆☆☆

# مبدأ مسافت سفر اور اس کے احکام

مفتی تنظیم عالم قاسمی ☆

سفر شرعی کے سبب قصر صلوٰۃ اور دیگر سہولیات بلاشبہ اللہ تعالیٰ کا عظیم تحفہ اور عطیہ ہے، مگر اس کے لئے چند شرائط ہیں، جن کے بعد ہی ایک شخص سفر کی سہولت سے استفادہ کرسکتا ہے، چونکہ نماز اور عبادات کا مسئلہ ہے، اس لئے بھی اس باب میں خوب تحقیق کی ضرورت ہے کہ کیا واقعتاً یہ سفر شرعی ہے یا نہیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ حقیقت میں ہمارے لئے قصر جائز نہ تھا اور اسے شرعی سفر سمجھتے ہوئے ہم نے قصر کرلیا، یقیناً وہ نمازیں ادا نہیں ہوں گی اور ذمہ ساقط نہیں ہوگا، اسی طرح کبھی ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ واقعہ کے مطابق وہ سفر شرعی ہو، قصر جائز تھا لیکن نماز پوری ادا کرلی، اس صورت میں ذمہ اگرچہ ساقط ہوجائے گا مگر کراہت تحریمی ہوگی، اس لئے کہ حنفیہ کے یہاں قصر عزیمت ہے یعنی واجب ہے نہ کہ جائز، اسی لئے فقہاء کرام نے سفر کی شرائط کی الگ الگ تفصیل بیان کی ہے، جو فقہ کی تقریباً تمام کتابوں میں مذکور ہیں۔

ان شرائط میں سے ایک شرط فناء مصر سے تجاوز کرنا ہے، یعنی اگر کوئی شخص مسافت شرعی (۴۸ میل یا سوا ستتر کیلومیٹر) کی نیت سے گھر سے نکلے تو نماز میں قصر اس وقت تک نہیں کرے گا جب تک کہ وہ شہر سے باہر نہ ہوجائے، عام طور پر فقہی کتابوں میں اس کے لئے فناء مصر کا لفظ آیا ہے، اس سے مراد شہر کی ضروریات ہیں، مثلاً قبرستان، گھوڑ دوڑ اور کوڑے کے لئے متعین میدان اور بعض کتابوں میں آبادی شہر کا آخری گھر اور اس کے ملحقات کا ذکر ہے، الفاظ کا فرق

☆ دار العلوم سبیل السلام حیدرآباد۔

ہے مگر اس بارے میں تقریباً تمام فقہاء کی رائے متفق ہے کہ آبادی اور حدود شہر سے نکلنے کے بعد ہی قصر کا حکم نافذ ہوگا، لہٰذا شہر میں جب تک رہے گا وہ اتمام کرے گا، اس کے لئے قصر جائز نہیں ہے، "**من خرج من عمارة موضع إقامته**" کے تحت علامہ شامی لکھتے ہیں:

**وأشار إلى أنه يشترط مفارقة ماكان من توابع موضع الإقامة كربض المصر وهو ما حول المدينة من بيوت ومساكن فإنه في حكم المصر وكذا القرى المتصله بالربض في الصحيح**" (شامی زکریا ۲/ ۵۹۹)۔

ڈاکٹر وہبہ زحیلی لکھتے ہیں:

"**وقد اتفق الفقهاء على أن أول السفر الذي يجوز به القصر ونحوه هو أن يخرج المسافر من بيوت البلد التي خرج منها ويجعلها وراء ظهره أو يجاوز العمران من الجانب الذي خرج منه**" (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۲/ ۳۲۴)۔

مذکورہ دونوں عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ سفر کا آغاز حدود شہر کے تجاوز سے ہوگا اور یہ متفقہ مسئلہ ہے۔

فناء شہر سے گزر جانے کے بعد قصر کا حکم لاگو ہوگا، اس کے لئے درج ذیل دلائل دیئے گئے ہیں:

۱- حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ مدینہ میں چار رکعت پڑھی اور ذوالحلیفہ میں عصر کا وقت آیا تو وہاں دو رکعت نماز ادا کی، ذوالحلیفہ مدینہ سے خارج ہے اور یہ حجۃ الوداع کا وقت تھا، اس سے معلوم ہوا کہ مدینہ اور شہر میں جب تک رہے قصر نہیں کیا جائے گا۔

۲- حضرت علیؓ جب کوفہ کے ارادے سے بصرہ سے نکلے تو بصرہ میں ایک جگہ ظہر کی چار رکعت نماز ادا کی اور سامنے گھاس پھوس کی جھونپڑیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: "**لوجاوزنا هذاالخص صلينا ركعتين**"، ان جھونپڑیوں سے اگر آگے بڑھ جاتے تو دو رکعت

نماز ادا کرتے ،معلوم ہوا کہ مضافات شہر جوشہر سے متصل ہوں ان سے تجاوز کرنا قصر کے لئے ضروری ہوگا (الموسوعۃ الفقہیہ ۲۷/ ۲۷۸)۔

قرآن مجید میں ہے:

"وإذا ضربتم في الأرض فليس عليكم جناح أن تقصروا من الصلوٰة"

اس آیت میں قصر صلوۃ کو "ضرب في الأرض" یعنی سفر کے آغاز پر معلق کیا ہے، اور عرف میں سفر کا آغاز آبادی سے خروج پر سمجھا جاتا ہے، اس لئے سفر کا حکم قصر صلوٰۃ بھی شہر کی آبادی سے نکلنے پر ہوگا۔

مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوریؒ ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں: ''جس جگہ کا قصد ہے وہ ۴۸ میل پر واقع نہ ہوتو سفر کا حکم نہیں، جب ۴۸ میل یا اس سے زیادہ مسافت کا قصد ہوتو شرعی مسافر ہے اور آبادی چھوڑنے پر سفر کے احکام جاری ہوں گے'' (فتاویٰ رحیمیہ ۱/ ۲۳۸)۔

تقریباً یہی مفہوم فتاویٰ دارالعلوم جلد ۴ صفحہ ۴۹۴ اور احسن الفتاویٰ جلد ۴ صفحہ ۷۲ کی عبارت سے سمجھ میں آتا ہے۔

کتابوں میں یہ بھی صراحت ہے کہ اگر کوئی گاؤں چھوٹا ہوتو قصر اس گاؤں کے آخری گھر سے شروع کرے گا، یہی گاؤں جب بڑا ہوجائے، آبادی پھیل جائے، یا دو گاؤں ایک ہوجائیں تو اب قصر کی جگہ بدل جائے گی اور پھیلے ہوئے شہر اور گاؤں کے آخری گھر سے تجاوز کرنے کے بعد ہی سفر کا آغاز ہوگا۔

"والقريتان المتدانيتان المتصل بناء إحداهما بالأخرى أو التي يرتفق أهل إحداهما بالأخرى فهما كالقرية الواحدة وإلا فلكل قرية حكم نفسها يقصر إذا جاوز بيوتها والأبنية التي في طرفها'' (الموسوعۃ الفقہیہ ۲۷/ ۲۷۹)۔

اسی طرح جب سفر سے واپس لوٹے تو وطن کی اول آبادی میں آتے ہی قصر ختم کر کے

اتمام واجب ہوگا۔

"ولایتم صلاته حتی یدخل أول بیوت البلد الذی یقصده للاقامة فیه"

(الفقہ الاسلامی وادلتہ ۲/ ۳۲۴)۔

فقہا کی تمام کتابوں میں آغاز قصر اور منتہائے قصر کے لئے فناء اور بیوت مصر سے تجاوز ودخول کی قید لگائی ہے، ان تمام دلائل کے باوجود راقم الحروف کا خیال یہ ہے کہ شہر سے خروج کی شرط نہ لگائی جائے، بلکہ صرف اپنے محلہ اور حلقہ کے اردگرد سے نکل جانے پر قصر کی اجازت دی جاتی تو درج ذیل وجوہ سے بہتر ہوتا:

۱-شریعت نے سفر میں سہولت دی ہے، روزہ نہ رکھنے کی اجازت، نماز میں قصر وغیرہ اگر محلہ کی آبادی سے خروج پر قصر کا آغاز کردیا جائے تو مزاج شریعت یعنی سہولت کے عین مطابق ہوگا، خاص طور پر ان لوگوں کے لئے جو مسافتِ سفر ۴۸ میل جانے کا ارادہ رکھتے ہیں، مگر وہ حدودِ شہر کے اندر ہی پوری ہوجاتی ہے اور وہ اس جگہ سے واپس آرہے ہیں، یہ شخص شرعی مسافر ہے مگر ان کے لئے کوئی سہولت نہیں ہوئی قرآن مجید میں تمام مسافرین کو سہولتِ قصر دی گئی ہے، مگر یہ ایسا مسافر ہوا جس نے حدودِ شہر سے خارج نہ ہونے کی بنیاد پر قصر نہیں کرسکا، گویا اس کے لئے سفر پایا گیا مگر سہولت نہیں پائی گئی۔

۲-سفر کے باب میں مقدار مسافت کی شریعت نے کوئی تعیین نہیں کی ہے، بلکہ عرف پر چھوڑ دیا ہے اور یہ آدمی جو ساز وسامان لے کر گھر سے نکل پڑتا ہے، اسے بھی عرف میں مسافر کہا جاتا ہے، کوئی بھی اس کی ہیئت ونوعیت کو دیکھ کر کہہ سکتا ہے کہ یہ سفر میں جارہا ہے، لہذا عرف میں چونکہ خروج محلہ سے ہی مسافر سمجھا جاتا ہے، اس لئے اسے قصر کی اجازت ہونی چاہئے۔

۳-زمانہ قدیم میں قبرستان، گھوڑ دوڑ کا میدان، عیدگاہ وغیرہ ایک ہی ہوا کرتا تھا جس کو فناء مصر سے تعبیر کیا گیا ہے، مگر آج کل صورت حال بدل گئی ہے، شہر کی آبادی دور دور تک پھیل گئی ہے، ہر محلہ اور علاقہ کا الگ قبرستان الگ عیدگاہ وگھوڑ دوڑ وغیرہ کے میدان ہیں۔

شہر سے باہر نہیں بلکہ شہر کے اندر ہی ہزاروں مقبرے، کھیلنے کے میدان اور متعلقات شہر پائے جاتے ہیں، ان کو ہی فناء مصر سے تعبیر کیا جاتا ہے، خروج محلّہ سے نکلنے اور اپنے محلّہ سے متعلق مقبرہ، عیدگاہ و میدان سے نکلنے پر قصر کی اجازت دے دی جائے تو میرے خیال میں کوئی حرج نہیں ہے، رسول اکرم ﷺ اور خلفاء راشدین کے زمانہ میں مدینہ اس قدر وسیع نہیں تھا، اس لئے وہ لوگ مدینہ کے باہر قصر کرتے تھے، متقدمین فقہاء کی نظر میں یہ بات نہ تھی کہ بعد میں ایک شہر سو اور ڈیڑھ سو کیلومیٹر آبادی پر پھیل جائے گا، اگر ان کو یقین ہوتا تو شاید وہ کچھ غور کر سکتے تھے، شامی کی عبارت "من خرج من عمارة موضع إقامته" سے بھی یہی مفہوم ہوتا ہے کہ پھیلے ہوئے شہر میں اپنے محلے کی آبادی سے نکلنے پر قصر متحقق ہوگا۔

بہر حال میرا خیال یہ ہے کہ فناء مصر سے اپنے محلّہ کا مقبرہ و میدان مراد لیتے ہوئے محلّہ کی آبادی سے خروج پر قصر کی اجازت دے دی جائے اور واپسی میں جب تک اپنے محلّہ کی آبادی میں داخل نہ ہو جائے قصر کرتا رہے کہ وہ اب تک مسافر ہی شمار ہوتا ہے، اسی طرح اگر کوئی شہر سو کیلومیٹر تک پھیل گیا ہے تو وہ مسافر ہوگا، اگر اتنی دور تک جانے کا قصد کرے خواہ شہر سے خروج مکمل نہ ہو۔

ہمارے قریب کے فقہاء اور بزرگوں نے ان ہی باتوں کو ذہن میں رکھتے ہوئے ہیڈکوارٹر اور اپنے محلّہ کے مکان سے مسافت سفر کا اعتبار کیا ہے، مفتی کفایت اللہ صاحب ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ "ہیڈکوارٹر جہاں قیام رہتا ہے وہاں سے مسافت سفر کا اعتبار ہوگا" (کفایت المفتی ۳/ ۳۷۶)۔

عمدۃ الفقہ میں ہے: "شریعت میں مسافر اس کو کہتے ہیں جو اتنی دور جانے کا ارادہ کر کے گھر سے نکلے جہاں تین دن میں پہنچ سکے" (۲/ ۴۱۰)۔

احکام مسافر میں "مسافت سفر سوا ستتر کیلومیٹر کا شمار اپنے اس مقام و مکان سے ہوگا جہاں سے وہ سفر کا آغاز کر رہا ہے نہ کہ حدود شہر سے نکلنے کے بعد" (صفحہ ۶۷)۔

فتاویٰ دارالعلوم میں ایک سوال کے جواب میں مذکور ہے: ''اگر گھر سے نکلنے کے وقت اس نے ارادہ کیا تھا کہ اس دورہ میں منتہائے سفر فلاں مقام ہے جو اڑتالیس میل یا زیادہ جائے رہائش سے ہے تو قصر لازم ہوگا ورنہ نہیں'' (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند فتویٰ نمبر ۲۲۹۰)۔

درمختار میں سفر شرعی کی مسافت بیان کرتے ہوئے ''**من خرج من عمارة موضع إقامته**'' کا لفظ ذکر کیا گیا ہے جس سے یہی مفہوم سمجھ میں آ رہا ہے (درمختار مع الشامی ۲/ ۵۹۹)۔

ان عبارتوں سے جہاں یہ سمجھ میں آتا ہے کہ مسافت کا شمار جس محلّہ میں ہے، اس محلّہ کی انتہائے آبادی سے ہوگا، وہیں یہ بات بھی واضح ہوجاتی ہے کہ قصر کا آغاز وانتہاء بھی گاؤں کے اور محلّہ کے خروج کے فوراً بعد ہوجائے، نہ کہ شہر سے مکمل نکلنے کے بعد، ورنہ جو آدمی گھر سے سواسہتر کیلومیٹر یا اس سے زیادہ کی نیت سے گھر سے نکلا مگر شہر سے نکلنے کی نوبت نہ آئے، اگر اسے قصر کی اجازت نہ دی جائے تو پھر مسافت شمار کرنے سے فائدہ کیا ہوگا؟

مسافت کا شمار کہاں سے ہو؟ اس سلسلہ میں اگر چہ فقہاء متقدمین نے کوئی صراحت نہیں کی ہے، لیکن متاخرین نے اس کو صاف طور پر بیان کردیا ہے، جیسا کہ پچھلی عبارتوں سے معلوم ہوا، شریعت نے اس کی تعیین نہیں کی ہے، اس لئے ہمارے اکابر کی تحریروں میں اختلاف نظر آتا ہے، مگر میرا خیال ہے کہ جن لوگوں نے گھر سے شمار کرنے کی بات کہی ہے، وہ صحیح موقف پر ہیں چند وجوہ کی بنیاد پر:

۱- سفر کے بارے میں شریعت نے آسانی کو ملحوظ رکھا ہے اور آسانی اسی میں ہے کہ گھر سے مسافت کا شمار کیا جائے۔

۲- گھر سے نکلنے والے کو عرف میں مسافر سمجھا جاتا ہے، خواہ حدود شہر سے تجاوز کرے یا نہ کرے۔

۳- اگر شہر سے سواسہتر کیلومیٹر یا اس سے زیادہ کی نیت سے گھر سے نکلا، لیکن شہر سے خروج کی نوبت نہیں آئی تو اصول کی روشنی میں وہ مسافر ہے، مگر اسے قصر کی اجازت نہیں دی

جاسکتی، اس کا مطلب ہوا کہ بعض مسافر کو اجازت ہے اور بعض کو نہیں، جب کہ نصوص میں اس طرح کی کوئی قید نہیں ہے۔

**خلاصہ بحث:**

۱- اگر ایک شخص اپنے گھر سے ۴۸ میل کا راستہ طے کر لے، لیکن ابھی وہ شہر میں ہو، شہر سے نکلنے کی نوبت نہ آئی ہو اور آگے جانے کا ارادہ بھی نہ ہو تو اس پر مسافر کے احکام جاری ہوں گے اور وہ نماز میں قصر کرے گا۔

۲- اگر ایسے مقام کا سفر کر رہا ہے جو حدود شہر سے سوا ستتر کیلومیٹر پر نہیں ہے، لیکن اس کے گھر سے سوا ستتر کیلومیٹر ہو تو وہ شرعاً مسافر ہوگا۔

پہلے سوال میں فقہاء اور اہل نظر کی صراحت کے مطابق قصر کی اجازت نہیں ملنی چاہئے، کیونکہ حدود شہر سے تجاوز نہیں کیا ہے، لیکن میرا رجحان ہے کہ شہر کے دن بدن وسیع ہونے کے پیش نظر فناء مصر سے مراد جائے رہائش محلّہ کے قرب و جوار میں واقع مقبرہ، عیدگاہ وغیرہ مراد لیتے ہوئے اگر قصر کی اجازت دے دی جائے تو اس کی گنجائش نکل سکتی ہے تا کہ امت مشقت میں مبتلا نہ ہو۔

دوسرے سوال کے جواب میں تو بالیقین قصر کی اجازت ہونی چاہئے۔

☆☆☆

# احکام سفر کا آغاز

مفتی محمد عارف باللہ قاسمی ☆

انسانی آبادی کے بڑھنے اور شہر کی طرف دیہی عوام کی رغبت اور نقل مکانی سے قریہ جات تو ویرانیت کے شکار ہوئے، لیکن شہروں کی آبادی میں ایسا اضافہ ہوا کہ شہر کے حدود اربعہ تبدیل ہو گئے اور دور دور تک شہر کی آبادی پھیل گئی، اس سے جہاں دیگر مسائل پیدا ہوئے وہیں ان میں سے ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ قصر کا اطلاق کہاں سے ہوگا اور مسافت سفر کا شمار کہاں سے کیا جائے گا؟

(الف) قصر کا حکم جاری ہونے کے لئے فقہاء کے نزدیک جو شرطیں معتبر ہیں، ان میں سے ایک شرط یہ ہے کہ مسافر اپنے شہر کی جس جہت سے روانہ ہو رہا ہے اس جہت سے شہر کی حدود سے باہر نکل جائے، یعنی جب تک وہ اس جہت سے شہر کی حدود سے باہر نہ نکلا ہو، اسے قصر کی اجازت نہیں ملے گی، جیسا کہ فتاوی ہندیہ کی اس عبارت میں اس کا تذکرہ ہے:

"**قال محمد: يقصر حين يخرج من مصره و يخلف دور المصر**" (فتاوی ہندیہ ۱/۱۳۹)۔

(امام محمد نے فرمایا کہ (مسافر) جب اپنے شہر سے باہر نکل جائے اور شہر کے مکانات کو پیچھے چھوڑ جائے تو وہ اس وقت قصر کرے گا)۔

آگے لکھتے ہیں:

☆ جامعہ عائشہ نسواں حیدرآباد۔

"ثم المعتبر المجاوزة من الجانب الذی خرج منه حتی لو جاوز عمران المصر قصر و إن کان بحذائه أبنیة" (فتاویٰ ہندیہ ۱/۱۳۹، ومثلہ فی فتح القدیر ۳/۱۶۱)۔

(معتبر اس جانب سے (شہر کی حدود اور مکانات سے) آگے نکل جانا ہے جس جہت سے وہ نکل رہا ہے، حتی کہ اگر وہ ایک جانب سے شہر کی آبادی سے نکل گیا، لیکن اس کے بازو میں دوسری جانب سے ابھی مکانات کا سلسلہ موجود ہے، تو بھی قصر کرے گا)۔

علامہ کاسانی لکھتے ہیں:

"والثالث الخروج من عمران المصر فلا یصیر مسافرا بمجرد النیة ما لم یخرج من عمران المصر" (بدائع الصنائع ۱/ ۲۶۳)۔

(تیسری شرط شہر کی آبادی سے باہر نکل جانا ہے، اس لئے صرف نیت سے مسافر نہیں ہوگا، جب تک کہ شہر کی آبادی سے باہر نہ نکلے)۔

ان عبارتوں سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ قصر کا حکم جاری ہونے کے لئے جہت سفر سے شہر کی حدود سے باہر نکلنا ضروری ہے اور شہر کی حدود کی تعیین اس کی آبادی کے ذریعہ کی جاتی ہے اور آبادی کے بڑھنے سے حدود بھی تبدیل ہوجاتے ہیں اور وہ تمام مکانات و محلہ جات جو اس سے متصل ہیں اسی کے حکم میں ہیں، جیسا کہ الموسوعۃ الفقہیہ کی اس عبارت سے مفہوم ہوتا ہے:

"و یدخل فی بیوت المصر المبانی المحیطة به" (الموسوعۃ الفقہیہ ۲۷/ ۲۷۹)۔

(شہر کے گھروں میں وہ تمام عمارتیں شامل ہیں جو اس شہر کو محیط ہیں)۔

علامہ وہبہ زحیلی مسلک حنفیہ کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وأن یجاوز کل البیوت و لو کانت متفرقة حتی کان أصلها من البلد، و أن یجاوز ما حول البلد من مساکن والقری المتصلة بالبلد" (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۲/ ۴۸۴)۔

(قصر کے جائز ہونے کے لئے یہ شرط ہے) کہ وہ تمام گھروں سے آگے نکل جائے، اگرچہ کہ وہ متفرق ہوں جب کہ اس کی اصل شہر سے ہو، اور شہر کے اطراف کے محلوں اور بستیوں

سے گزر جائے۔

اسی لئے حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ آپ بصرہ سے کوفہ کے لئے نکلے، سامنے بصرہ سے متصل اس کا ایک محلّہ تھا، تو آپ نے فرمایا:

"أما إذا جاوزنا هذا الخص صلينا ركعتين" (مصنف ابن ابی شیبہ ۲؍۳۳۷، تہذیب الآثار ۲؍۱۱۷)۔

(اگر ان چھونپڑیوں سے ہم آگے نکل جاتے تو ہم دو رکعت نماز پڑھتے)۔

ان تصریحات ونصوص سے معلوم ہوتا ہے کہ شہر کے مکانات اور آبادی کا سلسلہ جب تک ختم نہ ہو اس وقت تک مسافر کو شہر میں شمار کیا جائے گا، چاہے وہ کتنی ہی لمبی مسافت طے کرلے اور جب تک مسافر اپنے شہر میں ہے وہ قصر کے حکم سے استفادہ نہیں کرسکتا، علامہ ابن قدامہ حنبلی کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ شہر کی عمارتوں کا سلسلہ ختم ہونے سے قبل قصر کی اجازت نہ ہونے پر تقریبا تمام ہی علماء وائمہ کا اتفاق ہے، چاہے وہ مسافت کتنی ہی طویل کیوں نہ ہو، علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں:

"إنه ليس لمن نوى السفر القصر حتى يخرج من بيوت قريته ويجعلها وراء ظهره، و بهذا قال مالك والشافعي و الأوزاعي و إسحق و أبوثور و حكي ذلك عن جماعة من التابعين" (المغنی ۳؍۳۳)۔

(جس شخص نے سفر کی نیت کی اس کے لئے قصر کرنے کی اجازت نہیں ہے جب تک کہ وہ اپنی بستی کے گھروں سے نہ نکل جائے اور اسے اپنے پیچھے نہ کردے، یہی بات مالک، شافعی، اوزاعی، اسحاق اور ابوثور نے کہی ہے، اور یہی بات تابعین کی ایک جماعت سے منقول ہے)۔

اسی طرح علامہ ابن المنذر کی عبارت سے بھی اس مسئلہ میں ائمہ کا اتفاق معلوم ہوتا ہے، لکھتے ہیں:

"أجمع كل من نحفظ عنه من أهل العلم أن للذي يريد السفر أن

**يقصر الصلاة إذا خرج من بيوت القرية التي يخرج منها**" (المغنی ۴؍۳۴)۔

(جن اہل علم کو ہم جانتے ہیں ان کا اتفاق ہے کہ سفر کرنے والے کے لئے اس وقت قصر کرنے کی اجازت ہے جب کہ وہ اس بستی کے گھروں سے نکل جائے جس سے وہ نکل رہا ہے)۔

اس لئے اس تفصیل کی روشنی میں اگر ایک شخص اپنے گھر سے ۴۸ میل کی مسافت پر واقع کسی جگہ جانا چاہتا ہو، مگر وہ جگہ بھی اسی شہر کا حصہ ہو جس شہر میں وہ آباد ہے، یا وہ شخص اپنے گھر سے نکل کر ۴۸ میل کا راستہ طے کرلے، لیکن ابھی بھی وہ شہر ہی میں ہو، شہر کی حدود سے باہر نہ نکل سکا ہو اور اس سے آگے جانے کا ارادہ نہ ہو تو اس پر مسافر کے احکام جاری نہیں ہوں گے اور اسے قصر کی اجازت نہیں ملے گی۔

موجودہ دور کے بڑے شہروں کو بھی ایک ہی حکم میں رکھا جائے گا اس کے بڑے ہونے کی وجہ سے اس کو محلے جات پر تقسیم کرنے کی گنجائش فقہاء کی فقہی تصریحات میں نہیں ملتی ہے، بلکہ فقہاء کے کلام میں یہ تصریح بڑی وضاحت کے ساتھ ملتی ہے کہ شہر کے وہ محلے جو شہر سے متصل ہوں ان کو شہر کا حصہ سمجھا جائے گا اور سفر کے احکام جاری ہونے کے لئے اس سے متصل محلّہ سے بھی گزرنا لازم ہوگا، جس کا واضح مطلب یہی ہے کہ شہر کے بڑے ہونے کی وجہ سے حکم میں یہ تبدیلی نہیں ہوسکتی کہ اسے محلّہ اور علاقہ سے نکلنے پر سفر کے احکام جاری کردیئے جائیں، علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں:

"**وإذا كانت قرية أو قرى متصلة بربض المصر لا يقصر حتى يجاوزها**" (فتح القدیر ۳؍۱۶۰)۔

(اور جب کوئی بستی یا چند بستیاں شہر کے گردونواح سے متصل ہوں تو جب تک ان سے آگے نہ گزر جائے قصر نہیں کرے گا)۔

فتاوی ہندیہ میں ہے:

"**إذا كان ثمة قرية أو قرى متصله بربض المصر فحينئذ تعتبر مجاوزة**

القری'' (فتاوی ہندیہ ۱/۲۳۹)۔

(جب وہاں پر ایک یا چند بستیاں شہر کے گردونواح سے متصل ہوں تو اس وقت ان بستیوں سے گزر جانے کا اعتبار کیا جائے گا)۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

"إن كان من أهل بلد لم يقصر حتى يفارق بنيان البلد ...... و قال أبو العباس: إن كانت القريتان متقاربين فهما كالقرية الواحدة فلا يقصر حتى يفارقهما'' (المجموع شرح المہذب ۴/۳۴۶)۔

(اگر مسافر شہری ہے تو وہ قصر نہیں کرے گا یہاں تک کہ وہ شہر کی عمارتوں سے جدا ہوجائے، اور ابو العباس کہتے ہیں: اگر دو بستیاں قریب ہوں تو وہ دونوں ایک قریہ کی طرح ہیں، اس لئے جب تک ان دونوں سے جدا نہ ہوجائے قصر نہیں کرے گا)۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

"إذا كان للبلد محال كل محلة منفردة عن الأخرى كبغداد فمتى خرج من محلته أبيح له القصر إذا فارق محلته، و إن كان بعضها متصلا ببعض لم يقصر حتى يفارق جميعها'' (المغنی ۴/۳۵)۔

(جب شہر کے کئی محلے ہوں اور ہر محلہ ایک دوسرے سے علاحدہ ہو، جیسے بغداد، تو مسافر جب اپنے محلہ سے نکل جائے اور اس سے جدا ہوجائے تو اس کے لئے قصر کرنا درست ہے اور اگر وہ ایک دوسرے سے متصل ہوں تو قصر نہیں کرے گا، یہاں تک کہ وہ ان تمام محلوں سے جدا نہ ہوجائے)۔

ان عبارتوں سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ شہر کے متصل قریہ جات اور محلے شہر ہی میں شمار کئے جائیں گے اور ان تمام متصل محلوں سے گزر جانے کے بعد ہی سفر کے احکام شروع ہوں گے، چاہے ان سے گزرنے میں مسافت کتنی ہی طویل کیوں نہ ہوجائے، اسی کو علامہ ابن ہمام

اور قاضی خان نے صحیح اور راجح قرار دیا ہے (فتح القدیر ۲/ ۱۹۰، فتاویٰ خانیہ علی ہامش ہندیہ ۱/ ۱۶۵)۔

۲- سفر کی مسافت کو کس جگہ سے شمار کیا جائے گھر سے یا منتہائے شہر سے؟ اس سلسلہ میں فقہاء حنفیہ کے کلام سے اس جانب اشارہ ملتا ہے کہ اس مسافت کا شمار گھر سے کیا جائے گا، یعنی مسافر کے گھر اور جس شہر کو وہ جانا چاہ رہا ہے اس کے درمیان اگر مسافت سفر موجود ہے تو وہ قصر کرے گا ورنہ نماز پوری پڑھے گا، صاحب مجمع لأنہر علامہ شیخ زادہ اور ملا خسرو تحریر فرماتے ہیں:

"السلطان ...... طلب العدو ولم يعلم أين يدركه فإنه حينئذ لا يكون مسافرا و في الرجوع يقصر إذا كان بينه و بين منزله مسيرة سفر" (مجمع الانہر ۲/ ۳۰، دررالحکام شرح غرر الاحکام ۲/ ۱۱۵)۔

(سلطان نے دشمن کا پیچھا کیا اور اسے معلوم نہیں کہ وہ دشمن کو کہاں پر پائے گا تو اس وقت وہ مسافر نہیں ہوگا، البتہ واپسی میں جب کہ اس کی منزل اور اس جگہ کے مابین جہاں وہ موجود ہے مسافت سفر ہو تو قصر کرے گا)۔

اس عبارت میں مذکور لفظ منزله سے مفہوم ہوتا ہے کہ مسافت سفر مسافر کے گھر سے شمار کیا جائے گا، اس لئے اگر اس کے شہر کے منتہاء سے مسافت سفر پوری نہ ہوتی، لیکن اس کے گھر سے پوری ہو جاتی ہو تو وہ اس صورت میں مسافر ہو جائے گا اور اس پر مسافر کے احکام جاری ہوں گے۔

اسی طرح مقام سفر میں جس جگہ وہ جانا چاہ رہا ہے اس جگہ کا اعتبار کیا جائے گا، مثلاً کسی بڑے شہر کے کسی محلّہ میں وہ جانا چاہ رہا ہے اور اس کے گھر سے اس شہر کی ابتدا کے مابین مسافت سفر نہیں ہے، لیکن جس محلّہ میں وہ جانا چاہ رہا ہے وہاں تک مسافت سفر مکمل ہو جاتی ہے تو اس صورت میں وہ مسافر ہوگا، کیونکہ فقہاء کے کلام سے اسی جانب اشارہ ملتا ہے، جیسا کہ مذکورہ عبارت میں بينه و بين منزله اسی جانب مشیر ہے کہ جس جگہ وہ موجود ہے وہاں سے (نہ کہ اس شہر کہ منتہا سے) اس کی منزل کے مابین مسافت سفر ہے تو وہ قصر کرے گا۔

خلاصہ:

۱- شہر کے مکانات اور آبادی کا سلسلہ جب تک ختم نہ ہو اس وقت تک مسافر کو شہر میں شمار کیا جائے گا، چاہے وہ کتنی لمبی مسافت کیوں نہ طے کر لے اور جب تک مسافر اپنے شہر میں ہے وہ قصر کے حکم سے استفادہ نہیں کر سکتا، چاہے مسافت سفر مکمل ہو جائے۔

۲- مسافت سفر کا شمار مسافر کی منزل سے اس جگہ تک کیا جائے جس جگہ وہ جانا چاہتا ہے، جس شہر سے وہ نکل رہا ہے، یا جس شہر کو وہ جا رہا ہے اس کے ابتدائی حدود سے مسافت سفر کو شمار نہیں کیا جائے گا۔

☆☆☆

# سفر اور قصر کے احکام

ڈاکٹر سید اسرار الحق سبیلی ☆

معاشی وصنعتی ترقی، آبادی میں اضافہ اور دیہی آبادی کی شہر کی طرف منتقلی کی وجہ سے شہر پھیلتے جارہے ہیں اور شہر کے اطراف میں جو گاؤں یا محلے آباد تھے، وہ شہر کی حدود میں داخل ہورہے ہیں، بعض ایسے شہر بھی ہیں جو دو شہروں کا مجموعہ ہیں، جسے جڑواں شہر سے یاد کیا جاتا ہے، جیسے حیدرآباد اور سکندرآباد، جو حیدرآباد میونسپل کارپوریشن کے تحت ہے، آسنسول اور برن پور، جو آسنسول میونسپل کارپوریشن مغربی بنگال کے تحت ہے اور کلکتہ و ہوڑہ مل کر جڑواں شہر کہلاتا ہے۔

اسی طرح بڑے شہر کی اطراف کے کئی اضلاع کے کچھ کچھ حصے کو لے کر عظیم تر شہر (Greater City) بنایا جاتا ہے، جیسے حیدرآباد میں اضلاع رنگاریڈی، میدک، نلگنڈہ اور محبوب نگر کے کچھ حصوں کو شامل کر کے عظیم تر حیدرآباد (گریٹر حیدرآباد) بنایا گیا ہے، لیکن ان حصوں کی اپنے اضلاع سے نسبت اور شناخت باقی ہے، غالباً اسی نہج پر ممبئی میں تھانہ اور دوسرے اضلاع کو شامل کر کے عظیم تر ممبئی (گریٹر ممبئی) بنایا گیا ہے، اسی طرح دہلی میں ریاست ہریانہ کا کچھ حصہ شامل ہوگیا، لیکن ان خطوں کی علاحدہ شناخت باقی ہے، اس لئے ہندوستان کے شہروں کے بارے میں کہنا کہ ''ان کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک کا فاصلہ سو کیلومیٹر سے بھی تجاوز کرگیا ہے۔'' قابلِ غور ہے:

---

☆ رفیق المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد۔

(الف) اس لحاظ سے یہ سوال کہ: ''اگر ایک شخص اپنے گھر سے ۴۸ میل کا راستہ طے کر لے، لیکن وہ ابھی شہر میں ہی ہو، شہر کی حدود سے باہر نکلنے کی نوبت نہیں آئی ہو'' یہ بھی محل نظر بن جاتا ہے، البتہ یہ ہوسکتا ہے کہ ۴۸ میل کا فاصلہ طے کر کے وہ اپنے شہر سے متصل کسی دوسرے شہر میں ہو اور جس کی علاحدہ شناخت ہو، اس لحاظ سے اس پر مسافر کے احکام جاری ہوں گے اور وہ نماز میں قصر کرے گا، اس سلسلہ میں فقہا کی ان عبارتوں سے رہ نمائی حاصل کی جاسکتی ہے:

"و أشار إلى أنه يشترط مفارقة ما كان من توابع موضع الإقامة كربض المصر، وهو ماحول المدينة من بيوت ومساكن ، فإنه في حكم المصر، وكذاالقرى المتصلة بالربض في الصحيح۔ بخلاف البساتين، ولومتصلة بالبناء، لأنهاليست من البلدة، ولو سكنها أهل البلدة في جميع السنة أوبعضها، ولا يعتبر سكنى الحفظة والأكرةاتفاقاً۔ امداد۔"

"و أماالفناء وهو المكان المعدّ لمصالح البلد كركض الدواب و دفن الموتى و إلقاء التراب، فإن اتصل بالمصراعتبر مجاوزته، وإن انفصل بغلوة أومزرعة فلا كمايأتي،...... والقرية المتصلة بالفناء دون الربض لاتعتبر مجاوزتها على الصحيح كمافي شرح المنية" (ردالمحتار ۲/۵۹۹-۶۰۰)۔

(اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ جوجگہ موضعِ اقامت کے تابع ہو، اس کو بھی پار کرنا شرط ہے، جیسے: شہر کی فصیل (ربض) یعنی شہر کے اطراف جومکانات اور رہائش گاہیں ہیں، وہ بھی شہر ہی کے حکم میں ہیں، اسی طرح فصیل شہر سے متصل بستیاں، صحیح قول کے مطابق، برخلاف باغات کے، گرچہ وہ آبادی سے متصل ہوں، کیونکہ وہ شہر میں شامل نہیں ہیں، گرچہ اس میں شہر والے پورے سال یا سال کا کچھ حصہ گزارتے ہوں اور حفاظتی دستوں کی رہائش گاہیں اور گڑھے بالا اتفاق شہر کے علاقہ میں شمار نہیں ہوں گے،

البتہ فناء یعنی وہ جگہ جو شہر کی ضروریات کے لئے بنائی گئی ہو، جیسے: جانور کے دوڑانے کا

میدان، قبرستان اور مٹی ڈالنے کی جگہ، اگر وہ شہر سے متصل ہوں، تو ان کو عبور کرنا ضروری ہوگا اور اگر وہ جگہیں شہر سے چالیس گز کے فاصلہ یا کھیت کے بعد ہوں تو اس کا اعتبار نہیں ہوگا اور فناء (نہ کہ ربض) سے متصل گاؤں کو عبور کرنے کا اعتبار نہیں ہوگا، جیسا کہ شرح بینہ میں ہے)۔

صاحب فتاویٰ قاضی خاں لکھتے ہیں:

"وهل يعتبر مجاوزة الفناء إن كان بين المصر وفناءه أقل من قدرغلوة ولم يكن بينهما مزرعة يعتبر مجاوزة الفناء أيضاً، وإن كان بينهمامزرعة أو كان بين المصروفناءه قدر غلوة يعتبر مجاوزة عمران المصر ولايعتبر مجاوزة الفناء، وكذالک إذاكان هذا الإنفصال بين قريتين أو بين قرية ومصر، و إن كانت القرى متصلة بربض المصرفا لمعتبر مجاوزة القرى هوالصحيح، و إن كانت القرية متصلة بفناء المصرلا بربض المصرفالمعتبر مجاوزة الفناء ولا يعتبر مجاوزة القرية" (فتاویٰ قاضی خاں علی حاشیہ الہندیہ ۱/ ۱۶۵)۔

(کیا فناء کو عبور کرنے کا اعتبار کیا جائے گا؟ جب کہ شہر اور اس کے فناء کے درمیان چار سو گز سے کم کا فاصلہ ہو اور دونوں شہروں کے درمیان کھیت نہ ہو، تو فنا کو عبور کرنے کا بھی اعتبار کیا جائے گا، اگر دونوں کے درمیان کھیت ہو، یا چار سو گز کا فاصلہ ہو تو شہر کی آبادی کو عبور کرنے کا اعتبار ہوگا، فنا کو عبور کرنے کا اعتبار نہیں ہوگا، اسی طرح جب یہ فاصلہ دو گاؤں کے درمیان یا گاؤں اور شہر کے درمیان ہو اور اگر گاؤں شہر کی فصیل سے متصل ہو تو صحیح قول کے مطابق گاؤں کو عبور کرنا معتبر ہوگا، اور اگر گاؤں شہر کے فناء سے متصل ہو، شہر کی فیصل سے متصل نہ ہو تو فناء کو عبور کرنے کا اعتبار کیا جائے گا، گاؤں کو عبور کرنے کا اعتبار نہیں کیا جائے گا)۔

فتاویٰ عالم گیری میں بھی یہی بات کہی واضح کی گئی ہے:

"الصحيح ماذكر أنه يعتبر مجاوزة عمران المصرلاغير، إلا إذا كان ثمة قرية أوقرى متصلة بربض المصرفيحنئذ تعتبر مجاوزة القرىٰ، بخلاف

**القرية التي تكون متصلة بفناء المصر، فإنه يقصر الصلاة وإن لم يجاوز تلك القرية، كذافي المحيط**" (الفتاویٰ الہندیہ ۱/۱۳۹)۔

(صحیح بات یہ ہے کہ صرف شہر کی آبادی کو عبور کرنے کا اعتبار ہوگا، مگر جب وہاں ایک یا چند گاؤں شہر کی فصیل سے **متصل** ہوں، تو اس وقت گاؤں کو عبور کرنے کا اعتبار کیا جائے گا، برخلاف اس گاؤں کے جو شہر کے فناء سے **متصل** ہو، تو نماز میں قصر کیا جائے گا، اگرچہ اس گاؤں کو عبور نہ کیا ہو، جیسا کہ محیط میں ہے)۔

اس لحاظ سے یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ ایک شہر سے دوسرا شہر یا ایک شہر سے دوسرے ضلع کا شہر **بالکل متصل** نہیں ہوتا، ان کے درمیان بقدر غلوہ یعنی چار سوگز (ردالمحتار ۲/۶۰۰) کا فاصلہ تو ضرور ہوتا ہے، لہذا دونوں ایک شہر کے حکم میں نہیں ہوں گے، اگر دونوں شہر واقعی **بالکل متصل** ہیں، یا ایک ہی شہر ۴۸ میل وسیع ہے، تو مسافتِ شرعی ۴۸ میل طے کرنے کے بعد مسافر کا حکم لگایا جائے گا۔

**(ب)** ایک شخص ایسے مقام کا سفر کر رہا ہو جو شہر کی انتہائی حدود سے تو ۴۸ میل کے فاصلے پر نہ ہو، لیکن اس کے گھر کے پاس سے ۴۸ میل یا اس سے زیادہ ہو تو وہ قصر کرے گا، کیوں کہ سفر کی ابتداء حقیقۃً گھر سے ہوجاتی ہے، چنانچہ فقہاء نے **مطلق** تین دن کے سفر کا اعتبار کیا ہے، اس میں گھر سے فناء یا ربضِ شہر تک کی مسافت کا استثناء نہیں کیا ہے۔

علامہ قاضی خاں لکھتے ہیں:

**"إذا جاوز المقيم عمران مصره قاصدا مسيرة ثلاثة أيام ولياليها بسير الإبل أو مشي الأقدام يلزمه قصر الصلاة، ويرخص له الصيام، أما شرط مجاوزة العمران لأن السفر فعل فلايوجد بمجرد النية، فيشترط قران النية بأدنى فعل**" (فتاویٰ قاضی خان علی الہندیہ ۱/۱۶۴)۔

(جب مقیم تین دن اور تین رات کے سفر کے ارادہ سے اپنے شہر کی آبادی کو عبور

کر جائے، اونٹ کی رفتار سے یا پیدل قدموں سے، تو اس کے لئے نماز میں قصر کرنا ضروری ہوگا، اور روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہوگی، البتہ آبادی کو عبور کرنے کی شرط اس لئے ہے کہ سفر ایک فعل ہے جو محض نیت کرنے سے نہیں پایا جاتا ہے، بلکہ نیت کو ادنیٰ فعل سے ملانے کی شرط لگائی گئی ہے)۔

یہاں یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ کیا اپنے گھر سے رخت سفر باندھ کر نکلنا صرف نیت ہے؟ فعل نہیں ہے؟ جب کہ عرف عام میں لوگ اسے مسافر سمجھتے ہیں۔

''بلوغ المرام'' کے شارح علامہ محمد بن اسماعیل صنعانی نے ذیل کی حدیث سے استدلال کرتے ہوئے محض گھر سے نکلنے کو ہی سفر کی ابتداقرار دیا ہے:

"عن أنس ؓ قال: خرجنا مع رسول الله ﷺ من المدينة إلى مكة، فكان يصلي ركعتين، حتى رجعنا إلى المدينة" (بخاری ومسلم، حدیث نمبر: ۶۹۳)۔

(سیدنا انسؓ سے روایت ہے فرمایا: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مدینہ سے مکہ مکرمہ کے لئے نکلے، آپ ﷺ دو رکعت نماز پڑھا کرتے تھے، یہاں تک کہ ہم مدینہ منورہ لوٹ آئے)۔

"وفيه دليل على أن نفس الخروج من البلد بنية السفر يقتضي القصر ولولم يجاوز من البلد ميلا ولا أقل، وأنه لا يزال يقصر حتى يدخل البلد و بيوتها بمرأى منه" (سبل السلام ۲/ ۸۷ طبع دارالفکر بیروت)۔

(اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ سفر کی نیت سے محض نکلنا قصر کا متقاضی ہے، اگرچہ شہر سے ایک آدھ میل کا فاصلہ طے نہ کیا ہو، اور برابر قصر کیا جائے، یہاں تک کہ شہر میں داخل ہوجائے اور گھر نظر آنے لگے)۔

**خلاصۂ جوابات:**

(الف) اگر ایک شخص نے اپنے گھر سے ۴۸ میل کا سفر طے کرلیا، لیکن وہ اپنے شہر میں ہو، یا اپنے شہر سے متصل دوسرے شہر میں ہو تو اس پر مسافر کے احکام جاری ہوں گے اور وہ

نماز میں قصر کرے گا۔

(ب) اگر وہ ایسے مقام کا سفر کر رہا ہو جو شہر کی انتہائی حدود سے تو ۴۸ میل کے فاصلہ پر نہیں ہے، لیکن گھر سے ۴۸ میل کے فاصلے پر ہو تو وہ قصر کرے گا۔

☆☆☆

# مسافت سفر کی حدود-شریعت کی نظر میں

مولانا خورشید احمد اعظمی ☆

حالت سفر میں قصر کرنا واجب ہے یا رخصت ہے اور رخصت ہے تو اتمام افضل ہے یا قصر، نیز وہ مسافت جس کے قصد کرنے والے کو مسافر کہا جائے شرعی طور پر اس کی تحدید کیا ہے، معمولی مسافت، ایک دن ایک رات، یا تین دن تین رات کی مسافت اور پھر اس کا تخمینہ و اندازہ کہ کتنے فرسخ اور میل ہوتا ہے، انتہائی مختلف فیہ بحثوں میں سے ہے۔

عندالحنفیہ شرعی طور پر جس سفر کا اعتبار کیا گیا ہے وہ متوسط چال سے تین دن تین رات کی مسافت ہے، جس میں مسلسل چلتے رہنا ضروری نہیں ہے، بلکہ راحت و آرام اور دیگر ضروریات کا لحاظ رکھتے ہوئے چلنے کا اعتبار ہے، جس کا اندازہ مشہور و معروف قول کے مطابق ۴۸ میل (سواستہتر کلومیٹر) سے کیا گیا ہے، جو راستوں کے دشوار گزار یا سہل ہونے کے اعتبار سے کم و بیش بھی ہوسکتا ہے، جب آدمی اتنی مسافت کے ارادہ سے نکلے تو وہ مسافر کہلائے گا اور اس پر سفر کے شرعی احکام نافذ ہوں گے، لیکن اس مسافت کی ابتدا کہاں سے ہو اور سفر سے متعلق احکام کا اجرا کہاں سے ہو اس کی تعیین و تحدید کی وضاحت صراحۃً حدیث میں نہیں ملتی، فقہی کتب میں جو باتیں ملتی ہیں موجودہ دور میں پائے جانے والے وسیع و عریض شہروں میں اس پر عمل کرنے میں مشکلات و تردد سے دوچار ہونا پڑتا ہے، مگر پھر بھی انہی احادیث و فقہی عبارات سے ہر دور میں پیش آمدہ مسائل کے حل میں مدد ملتی ہے۔

☆ رکھوا تھ پورہ، مئو۔

آج جبکہ بہت سارے شہر، آبادی میں اضافہ، تعمیرات کی کثرت کے سبب اپنے مضافات اور دیہاتوں سے متصل ہو گئے ہیں، بلکہ وہ آبادیاں اس شہر میں ضم ہو کر اپنی سابقہ حیثیت کھو چکی ہیں اور اس طرح وہ شہر اتنا طویل وعریض اور وسیع ہو چکا ہے کہ ایک کنارے سے دوسرے کنارہ تک کا فاصلہ سوکلومیٹر سے بھی تجاوز کر گیا ہے۔

الف- ایسے شہر میں اگر ایک شخص ۴۸ میل کی مسافت پر واقع کسی جگہ کے قصد وارادہ سے نکلتا ہے اور اتنا راستہ طے کرنے کے باوجود وہ ابھی اسی شہر کی حدود میں ہے (اس لئے کہ اس کی منزل اسی شہر میں واقع ہے) حدود شہر سے باہر نکلنے کی نوبت نہیں آئی اور نہ اسے حدود شہر سے باہر جانے کا ارادہ ہے تو یہ شخص نماز میں قصر کرے گا یا نہیں، اس لئے کہ سفر کے احکام جاری ہونے کے لئے فقہاء نے بیوت مصر (شہری آبادی) سے متجاوز ہونے کی بات کہی ہے۔

حدیث میں وارد ہے کہ آپ ﷺ جس دن سفر حج کے لئے روانہ ہوئے آپ ﷺ نے ظہر کی نماز مدینہ منورہ میں چار رکعت پڑھی، اس کے بعد آپ سفر کے لئے نکلے، ذوالحلیفہ میں آپ ﷺ نے عصر کی نماز دو رکعت (بطور قصر) پڑھی، لیکن اس سے اس بات کی صراحت نہیں ہوتی کہ قصر، شہر سے نکلنے کے بعد ہی کیا جائے گا، اس لئے کہ ابتداء سفر کے بعد شہر سے نکلنے سے پہلے کسی نماز کا موقع نہیں ملا، اگر شہر کی حدود میں رہتے ہوئے کسی نماز کا وقت ہوتا اور آپ ﷺ اسے چار رکعت ہی پڑھتے تو یہ واضح دلالت ہوتی کہ حدود شہر میں قصر جائز نہیں۔

**"و کونه ﷺ لم يقصر حتى راى ذا الحليفه إنما هو لكونه أول منزل نزله و لم يحضر قبله وقت صلاة"** (فتح الباری ۲/ ۵۷۰)۔

(آپ ﷺ نے قصر نہیں کیا یہاں تک کہ ذوالحلیفہ کو دیکھ لیا کیونکہ وہی پہلی منزل تھی جہاں آپ ﷺ نے قیام فرمایا، اور اس سے پہلے کسی نماز کا وقت نہیں ہوا)۔

البتہ اس حدیث سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ مسافت مذکورہ کے ارادہ سے نکلنے والے مسافر کے لئے قصر کرنا اس مسافت تک پہنچنے پر موقوف نہیں ہے، اس سے پہلے راستہ میں ہی اس کو یہ سہولت میسر ہے۔

مدینہ منورہ سے ظہر کے بعد نکلنے کی صراحت ابن القیم نے زادالمعاد (۲/ ۱۰۲) میں کیا ہے۔

بیوت شہر سے تجاوز پر **دلیل** حضرت علیؓ کے واقعہ سے ملتی ہے، جس کو امام بخاری نے تعلیقاً ذکر کیا ہے:

**"و خرج علیؓ فقصر و ھو یری البیوت فلما رجع قیل له ھذه الکوفه قال: لا حتی ندخلھا"** (بخاری مع فتح الباری ۲/ ۵۶۹)۔

(حضرت علیؓ (سفر کے ارادہ سے) نکلے تو آپ نے قصر فرمایا، حالانکہ یہ کہ آپ گھروں کو دیکھ رہے تھے پھر جب واپس ہوئے تو کہا گیا یہ (سامنے) کوفہ ہے تو آپ نے فرمایا: نہیں یہاں تک کہ ہم اس میں داخل ہوجائیں)۔

صاحب فتح الباری نے حاکم اور بیہقی کے حوالہ سے تفصیل بیان کی ہے کہ آپ واپس ہوئے تو سامنے کوفہ کی عمارات نظر آرہی تھیں اور نماز کا وقت ہوگیا، لوگوں نے کہا کہ اتمام کیا جائے تو حضرت علیؓ نے فرمایا: نہیں، جب تک کہ ہم کوفہ میں داخل نہ ہوجائیں (چنانچہ آپ نے وہاں قصر پڑھا) (فتح الباری ۲/ ۵۷۰)۔

نیز امام زیلعی نے نصب الرایہ میں مصنف ابن ابی شیبہ اور مصنف عبد الرزاق کے حوالہ سے نقل کیا ہے:

**"إن علیا خرج من البصرة فصلی الظھر أربعا ثم قال: إنا لو جاوزنا ھذا الخص لصلینا رکعتین"** (نصب الرایہ ۲/ ۱۸۳)۔

(حضرت علیؓ بصرہ سے چلے تو آپ نے ظہر چار رکعت پڑھی، پھر ارشاد فرمایا کہ اگر ہم یہ بانس کے مکانات پار کرلیتے تو دو رکعت پڑھتے)۔

**"و عن ابن عمر رضی الله عنھما أنه کان یقصر الصلاة حین یخرج من بیوت المدینة و یقصر إذا رجع حتی یدخلھا"** (نصب الرایہ ۲/ ۱۸۲)۔

(حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ وہ نماز میں قصر کرتے تھے جب شہر مدینہ کے گھروں سے

نکل جاتے تھے، اور جب لوٹتے تھے تو قصر کرتے تھے یہاں تک کہ مدینہ میں داخل ہوجاتے)۔

اسی لئے جمہور علماء کا اور حنفیہ کا متفقہ قول یہ ہے کہ جب شہر کی آبادی سے نکل جائے تب قصر کرے۔

"فمذهب الجمهور أنه لا بد من مفارقة جميع البيوت" (فتح الباری ۲/۵۶۹، نیل الاوطار ۳/۲۵۴)۔

فقہ حنفی کی کتابوں میں "من جاوز بيوت مصره" (البحر الرائق ۲/۲۲۵) اور "من خرج من عمارة موضع اقامته" (الدر المختار ۲/۵۹۹) کے الفاظ مذکور ہیں، اور فقہ حنبلی کی کتاب المغنی (۳/۱۱۳) میں ہے، "و إن خرج من البلد و صار بين حيطان بساتينه فله القصر، لأنه قد ترك البيوت وراء ظهره"۔

لہذا ان وسیع وعریض پھیلے ہوئے شہروں میں ۴۸ میل کا سفر کرنے کے باوجود یہ دقت سامنے ہے کہ اس کے لئے قصر کے جواز کی صورت نظر نہیں آتی، اس لئے کہ وہ ملحقات شہر تو کیا ابھی شہر سے ہی باہر نہیں نکل سکا، اور یہ بھی آسانی سے نہیں کہا جاسکتا کہ وہ مسافر ہی نہیں ہوا، اگرچہ اس نے یہ مسافت طے کرلی۔

البتہ اتنا ضرور ہے کہ جو بھی شہر اس نوعیت کے ہیں اور اتنے وسیع وعریض رقبہ میں پھیلے ہوئے ہیں کہ ایک کنارہ سے دوسرے کنارہ تک ۴۸ میل یا اس سے زیادہ کا فاصلہ ہے، ان شہروں میں متعدد ریلوے اسٹیشن، بس اسٹاپ ہوتے ہیں، ان کے حلقے الکشن، میونسپلٹی، سرکاری انتظام، کوتوالی اور تھانے کے اعتبار سے الگ الگ ہوتے ہیں، اس لئے ایسے شہروں میں مجاوزۃ بیوت مصر کے بجائے، اپنے حلقے، یا اپنے اسٹیشن سے تجاوز کرنے کے بعد قصر کی اجازت دی جاسکتی ہے، اور اس کو مبتلا بہ خوب اچھی طرح سمجھ سکتا ہے کہ وہ کب اپنے حلقے کی آبادی سے باہر ہوتا ہے، المغنی کی ایک عبارت ہے:

"إذا كان للبلد محال كل محلة منفردة عن الأخرى كبغداد فمتى

**خرج من محلته أبيح له القصر إذا فارق محلته**" (۱۱۳/۳)۔

(اگر کسی شہر کے کئی محلے ہوں، ہر محلہ ایک دوسرے سے الگ ہو، جیسے بغداد، تو جب اپنے محلہ سے نکل جائے گا تو اس کے لئے قصر مباح ہوگا جبکہ اپنے محلہ سے الگ ہو جائے)۔

آج کے شہروں کی نوعیت دوسری ہے، اس کے محلے ایک دوسرے سے متصل ہوتے ہیں اور ہر علاقے کے قبرستان الگ ہونے کے باوجود بیچ شہر میں واقع ہیں، ان کے کھیل کے میدان اور پارک بھی ہوتے ہیں جو بیچ شہر میں بھی واقع ہوتے ہیں، ایسے شہروں میں اگر مجاوزۃ بیوت کی قید ملحوظ رکھی جائے تو دقت آئے گی، اس لئے آج کے عرف کے لحاظ سے آدمی جب اپنے علاقہ سے نکل جائے تو اس پر مسافر کے احکام جاری ہونے چاہئیں، ایسے شہروں میں جہاں یہ مسئلہ سامنے آئے۔

ب۔ ایک شخص ۴۸ میل کے سفر کے ارادہ سے نکلا، تو اس کی ابتدا کہاں سے؟ اس کے گھر سے یا اس کے شہر سے، اس کی بھی وضاحت کتب فقہ سے نہیں ملتی، مگر رجحان اس طرف ہوتا ہے کہ اس کی ابتدا مسافر کے گھر سے مانی جائے، اس لئے کہ حدیث میں آتا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ سفر کرتے اور اپنی سواری پر سوار ہوتے تو یہ دعا پڑھتے تھے:

"**إن النبي ﷺ كان إذا سافر فركب راحلته كبر ثلاثا ...... الحديث**"

(ترمذی ۵/۵۰۱، زاد المعاد ۱/۴۶۳)۔

(جب نبی ﷺ سفر کرتے اور اپنی سواری پر سوار ہوتے تو تین مرتبہ تکبیر کہتے) اس دعا میں یہ بھی مذکور ہے کہ اے اللہ میں اپنے اس سفر میں نیکی اور تقوی اور ایسے عمل کا سوال کرتا ہوں جس سے آپ خوش ہوں۔

آپ ﷺ نے اپنے اس وقت کو سفر سے تعبیر کیا اور عرف میں بھی جب آدمی اپنا سامان لے کر گھر سے نکل جاتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ وہ سفر میں گیا ہے یا جا رہا ہے، اس لئے ابتدائے مسافت گھر سے شمار کی جائے گی۔

# مسافت سفر اور اس کا ابتدائی نقطہ

مولانا ارشاد احمد اعظمی ندوی ☆

مسافت سفر کیا ہو؟ اور اس کی ابتداء کہاں سے شمار ہو؟ قرآن وحدیث میں اس کا ذکر نہیں ہے، قرآن میں فرمایا گیا ہے:

"وإذا ضربتم في الأرض فليس عليكم جناح أن تقصروا من الصلاة إن خفتم أن يفتنكم الذين كفروا" (سورۂ نساء ۱۰۱)۔

عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں:

"صحبت رسول الله ﷺ فكان لايزيد في السفر على ركعتين" (بخاری ومسلم)۔

قرآن سے خروج فی الارض کی صورت میں قصر ثابت ہوتا ہے اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے سفر میں قصر کو نبی ﷺ کا معمول بتلایا ہے۔

لیکن کس مسافت پر خروج فی الارض اور سفر کا اطلاق ہوگا؟ قرآن وحدیث اس سے ساکت ہیں، اس کی وجہ اس کے علاوہ کچھ اور نہیں کہ اس کا مفہوم لوگوں کے عرف میں معلوم ہے، والمعروف لا يعرف، ورنہ نبی پاک ﷺ اس کا بیان ضرور فرماتے اور صحابہ اس کو نقل کرتے۔

ہوسکتا ہے دو ایک کو اشتباہ ہوا ہو اور انہوں نے مطلق خروج کو سفر سمجھ لیا ہو، لیکن عام

☆ جامعہ اسلامیہ عربیہ، بھوپال۔

لوگوں نے یہی سمجھا کہ ہر خروج سفر نہیں ہوتا، بلکہ سفر صرف وہی خروج کہلائے گا جہاں مختلف خطرات اور مشقتوں کے اندیشے ہوں، چنانچہ امام مالک عبداللہ بن عباسؓ کے متعلق بتلاتے ہیں کہ وہ مکہ اور طائف، مکہ اور عسفان، اور مکہ وجدہ کی مسافت کے بقدر سفر کی صورت میں قصر کو گوارہ کرتے تھے، ابن عباسؓ سے مرفوعا بھی اس کو نقل کیا جاتا ہے، لیکن وہ صحیح نہیں ہے۔

امام مالک کے مطابق ان مقامات کے مابین (کم وبیش) چار برید کی مسافت ہے (الموطا للامام مالک)۔

حنفیہ نے مسافت سفر کا اندازہ تین دن کے پیدل یا اونٹ کے سفر سے کیا ہے، امام محمد نے کتاب الآثار میں نقل کیا ہے کہ علی بن ربیعہ نے عبداللہ بن عمرؓ سے دریافت کیا کہ آپ کس مسافت پر قصر کریں گے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ جب ہم تین دن کی مسافت پر نکلیں گے تو قصر کریں گے، امام محمد دوسرے مقام پر ابراہیم بن عبداللہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے سوید بن غفلہ کو کہتے ہوئے سنا کہ جب تم تین دن کے سفر پر نکلو تو قصر کرو (التعلیق الصبیح ۲/ ۱۲۸)۔

حنفیہ نے حدیث: "لا تسافر المرأة ثلاثة أيام إلا مع ذی رحم محرم أو يمسح المقيم يوما وليلة والمسافر ثلاثة أيام و لياليها" کو بھی اپنے مسلک پر ثبوت کے لئے پیش کیا ہے، لیکن یہ دعوی کہ ان دونوں حدیثوں میں مسافت سفر کا بیان ہے صحیح نہیں ہے، ورنہ حنفیہ کو اتنی کاوش ومشقت کی ضرورت پیش نہیں آتی۔

بہر حال صحابہ کرام اور ائمہ اسلام کے اقوال اور ان کے طرز عمل یہ بتلاتے ہیں کہ سفر کی مسافت تو ہے لیکن اس کی تحدید نہیں کی جاسکتی، بلکہ اس کو لوگوں کے عرف پر چھوڑ دینا چاہئے اور مکہ وطائف یا تین دن کی پیدل چال کا اندازہ نکال لیا جائے۔

"قال الطحطاوی: و صرح فی التبيين أنه يكتفی فی تقدير المسافة بالمدة المذكورة بغلبة الظن ولا يشترط اليقين" (حاشیۃ مراقی الفلاح للطحطاوی)۔

(تبیین میں صراحت ہے کہ مدت مذکورہ سے مسافت نکالنے میں غلبہ ظن کافی ہے،

یقین کی شرط نہیں ہے)۔

یہ طریقہ نہایت آسان اور ہر زمانے کے لئے بالکل قابل عمل ہے، ایک مرتبہ مختلف تنظیموں کے نمائندے خود اس پر عمل کرلیں اور دیکھ لیں کہ ضروری سامان اور اہل وعیال کے ساتھ تین دن میں کتنی مسافت طے ہوسکتی ہے، کیلومیٹر میں ایک موٹا اندازہ سامنے آجائے گا، جوان کو فتوی دینے کے لئے کام آتا رہے گا، دوسرے حالات کے لئے لوگ اپنا انتظام کرلیں، ہر زمانے اور حالات کے لئے ایک مسافت کو متعین کردینا درست نہیں ہے۔

ائمہ سلف نے بھی محض ہم کو اندازہ بتلایا ہے، ان کا یہ منشا نہیں کہ خچر کے بال سے جو کی مقدار نکالیں، پھر اس سے انگلی کی مقدار کا تعین کریں، پھر ذراع، پھر باع، پھر میل، پھر فرسخ، پھر برید نکال کر مسافت سفر کی تحدید کریں، اگر ہم ایسا کریں گے تو ہمیشہ نت نئے مسائل سے دوچار ہوتے رہیں گے، مسافت سفر کا شمار کہاں سے ہوگا وہ بھی اسی کی پیداوار ہے۔

ہمارے ائمہ کا اجتہاد ہے کہ سفر کے لئے کم سے کم تین دن کی مسافت ہونی چاہئے، ہم اس کو اپنالیں، انہوں نے تین دن کی مسافت جاننے کا طریقہ بھی بتلایا ہے اس کو آزمالیں، سفر کا آغاز کہاں سے ہوگا؟ ہمارے ائمہ نے اس کو عرف پر چھوڑ دیا ہے۔

ان کے بڑے سے بڑے شہر بھی ہمارے اہم قصبات کے برابر رہے ہوں گے، اس کے باوجود ان کی یہ سوچ تھی کہ اگر کوئی گاؤں یا بستی شہر سے تھوڑے فاصلے سے شروع ہوئی ہے تو سفر کے آغاز کے لئے اس سے مجاوزت ضروری نہیں ہے، بلکہ شہر کا آخری مکان سفر کی ابتدا کے لئے کافی ہوگا، پھر شہروں کے گرد فصیلیں بننے لگیں تو علماء نے انہی کو سفر کے آغاز کی حد مان لیا، ہمارے زمانے میں صورت حال اب بدل گئی ہے، اس لئے ہم کو نئے اندازے مقرر کرنے ہوں گے۔

مثال کے طور پر ہم شہر دہلی کو لے لیں، خطہ راجدھانی دہلی کو بھی دہلی کہتے ہیں، نئی دہلی اور پرانی دہلی کو بھی دہلی کہا جاتا ہے، دہلی کے مختلف اضلاع ہیں اور ان اضلاع میں الگ الگ

بستیاں اور کالونیاں ہیں، اور یہ بستیاں اور کالونیاں اتنی وسیع ہیں کہ ان کے کئی کئی بلاک اور محلے ہیں، کچھ بستیاں پرانی ہیں جن کی ماضی میں نمایاں اور الگ حیثیت تھی، ایسی صورت میں قدیم فقہاء کی تعبیرات کو پکڑ کر کیا اب بھی ہم یہ کہتے رہیں گے کہ جب تک آبادی کے آخری مکان سے انسان آگے نہیں نکل جائے گا مسافر کا حکم اس پر جاری نہیں ہوگا۔

اس مشکل سے نجات پانے کے لئے کچھ لوگوں نے عجیب طریقہ نکالا ہے، انہوں نے یہ دعوی کیا ہے کہ فقہاء کی عبارات یہ بتلاتی ہیں کہ اپنا رہائشی مکان چھوڑتے ہی انسان کے سفر کی ابتداء ہو جاتی ہے، بطور مثال "إذا جاوز موضع إقامته" کی تعبیر کو پیش کیا ہے، حالانکہ یہ چیز علماء حنفیہ کی تصریحات کے بالکل خلاف ہے، موضع اقامت کا وہ معنی نہیں جو ان لوگوں نے سمجھا ہے، معنی کے سمجھنے میں اسی قسم کی غلطی ابن نجیم سے بھی ہوئی ہے، چنانچہ وہ ایک جگہ لکھتے ہیں:

"وقول المصنف حتی یدخل مصره أولی من قول صاحب المجمع إلی أن یدخل وطنه لأن الوطن مكان الإنسان و محله" (البحر الرائق ۱۴۲/۲)۔

سفر کی ابتداء کہاں سے ہوگی؟ کاسانی اس کی وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"فالذی یصیر به المقیم مسافرا نیة مدة السفر والخروج من عمران المصر فلا بد من اعتبار ثلاثة أشیاء : (۱) مدة السفر (۲) نیة مدة السفر (۳)الخروج من عمران المصر، فلا یصیر مسافرا بمجرد نیة السفر مالم یخرج من عمران المصر ،لأن النیة إنما تعتبر إذا كانت مقارنة للفعل، لأن مجرد العزم عفو، و فعل السفر لایتحقق إلا بعد الخروج من المصر" (بدائع الصنائع ۲۶۳/۱-۲۶۴)۔

کاسانی کی وضاحت سے اس وہم کا ازالہ ہو جاتا ہے کہ سفر کا آغاز گھر سے ہو جائے گا، ان کی صراحت کے مطابق عمل سفر خروج من المصر کے بعد ہوگا، دوسرے فقہاء کی تصریحات بھی یہی ہیں۔

ہمارے یہاں لفظ وطن، لفظ مصر اور موضع اقامت سے اشتباہ ہو جاتا ہے، ان الفاظ

کے عربی زبان میں کئی مصداق ہیں، بہتر ہوگا ہم لفظ مصر (شہر) کی جگہ لفظ بستی کا استعمال کریں جو ہمارے مقصد کو بیان کرنے میں زیادہ واضح ہے۔

فقہاء کی تصریحات بتلاتی ہیں کہ سفر کی ابتدا بستی سے باہر ہوجانے پر ہوگی، مسافت سفر کا شمار بھی وہیں سے ہوگا، میں بستی کو بستی کے معنی میں لیتا ہوں جو بڑی بھی ہوسکتی ہے اور چھوٹی بھی، اور لوگوں کو معلوم ہے کہ بستی کہاں ختم ہوتی ہے اور کہاں تک عام آدمی رخصت کرنے کے لئے آتا ہے، کبھی بستی کا اطلاق پورے شہر پر بھی ہوسکتا ہے اور کہیں ایک شہر میں کئی بستیاں ہوسکتی ہیں۔

احکام سفر کے لئے ہم کو عرف کو بنیاد بنانا چاہئے اور بستی کی انتہاء سے سفر کی ابتدا ماننی چاہئے، عام طور پر ایک بستی اور دوسری بستی میں کچھ فاصلہ ضرور رکھا جاتا ہے، اسی فاصلہ کو ہمیں کافی سمجھ لینا چاہئے، فاصلہ کے لئے ایک غلوہ یا مزرعہ کا معیار ہمارے زمانے میں مزید مشکلات پیدا کرے گا، کہیں تو یہ صورت ہوگی کہ دو بستیوں کے مابین اتنا فاصلہ نہیں ملے گا اور کہیں ایسا ہوگا کہ ایک ہی بستی میں گھروں کے درمیان اس سے زیادہ دوری موجود ہوگی۔

وسطی اور جنوبی امریکہ میں بہت سی مسلم بستیاں ہیں اور ان بستیوں سے کافی فاصلے پر ان کی مسجدیں ہیں جہاں مسجد اور بستی کے درمیان کا فاصلہ غلوہ یا مزرعہ سے زیادہ ہے۔
کیا ہم ان مسلمانوں کو فتوی دیں کہ جب سفر کا ارادہ کرلو تو تم اپنی ہی مسجدوں میں قصر کرسکتے ہو، یقیناً کوئی بھی ایسا نہیں کرے گا۔

☆☆☆

# مسافت سفر کی تحقیق شرعی

مولانا محمد مصطفی عبدالقدوس ندوی☆

روز افزوں شہروں کی آبادیاں بڑھنے کی وجہ سے شہر پھیلتے جارہے ہیں اور بعض شہر تو ایسے ہیں کہ اس کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک کا فاصلہ سوکلومیٹر سے بھی تجاوز کر چکا ہے، اس پس منظر میں یہ بات اہمیت اختیار کرگئی ہے کہ:

الف۔ اگر ایک شخص اپنے گھر سے ۴۸ میل کا راستہ طے کرلے، لیکن ابھی وہ ہو شہر میں ہی، شہر کی حدود سے باہر نکلنے کی نوبت نہیں آئی ہو، اور اس سے آگے جانے کا ارادہ بھی نہ ہو، تو کیا اس پر مسافر کے احکام جاری ہوں گے اور وہ نماز میں قصر کرے گا؟

صورت مسئولہ میں مذکور بالا شخص پر مسافر کے احکام جاری نہیں ہوں گے، نہ نماز میں قصر کرے گا اور نہ روزہ ترک کرے گا، بلکہ وہ نماز پوری پڑھے گا، اور روزہ رکھے گا، اس لئے کہ مسافر شرعی بننے کے لئے تین شرطیں ہیں:

اول: مسافت سفر، دوم: مسافت سفر کی نیت، سوم: شہر یا گاؤں کی آبادی سے خروج (بدائع ۱/ ۲۶۱ - ۲۶۳، نیز دیکھئے: درمختار ورد المحتار ۲/ ۵۹۹ - ۶۰۱)۔

محض نیت سفر سے کوئی شخص مسافر اس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ آبادی سے باہر نہ نکل جائے۔

"فلا یصیر مسافرا بمجرد نیة السفر مالم یخرج من عمران المصر" (بدائع ۱/ ۲۶۳)۔

---

☆ المعہد العالی الاسلامی، حیدرآباد۔

**"ما دام في عمرانات المصر فهو لايعد مسافرا"** (المحیط البرہانی ۲/ ۳۸۷، نیز دیکھئے: المبسوط للسرخسی ۱/ ۲۳۵، فتح القدیر ۲/ ۸، کبیری: ۴۹۹، غیاثیہ: ۳۷، رد المحتار ۲/ ۶۰۰)۔

صاحب محیط برہانی، علامہ قہستانی اور علامہ ابراہیم حلبی نے اس قول کی تصحیح کی ہے (المحیط البرہانی ۲/ ۳۸۸، جامع الرموز ۱/ ۱۱۱، کبیری: ۴۹۹)۔

جبکہ دوسرے فقہاء نے بلا تصحیح ذکر کیا ہے (المبسوط للسرخسی ۱/ ۲۳۵، بدائع ۱/ ۲۶۴، فتاوی سراجیہ: ۱۱، فتح القدیر ۲/ ۸، کبیری: ۴۹۹، حاشیہ طحطاوی ومراقی الفلاح: ۲۳۰، فتاوی غیاثیہ: ۳۷، فتاوی تاتارخانیہ ۲/ ۴، رد المحتار ۲/ ۶۰۰)۔

اس کی تائید نص سے بھی ہوتی ہے، چنانچہ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ مدینہ منورہ میں ظہر کی نماز چار رکعت پڑھی اور ذو الحلیفہ میں عصر کی دو رکعت پڑھی (بخاری: حج، باب من بات بذی الحلیفہ حتی اصبح، حدیث نمبر: ۱۵۴۶، کتاب تقصیر الصلاۃ، باب یقصر اذا خرج من موضعہ، حدیث نمبر: ۱۰۸۹، مسلم: کتاب صلاۃ المسافرین وقصرہا، باب صلاۃ المسافرین، حدیث نمبر: ۶۹۰)۔

حضرت علیؓ کا اثر نقل کیا گیا کہ جب وہ بصرہ سے کوفہ کے لئے نکلے، تو بصرہ سے نکلنے کے بعد خص (بانس کا گھر) پر نظر پڑی، تو آپؓ نے فرمایا: **"لولا هذا الخص لصلينا ركعتين"** (رجالہ ثقات، مصنف عبد الرزاق، حدیث نمبر: ۴۳۱۹، مصنف ابن ابی شیبہ ۲/ ۴۴۹، الاوسط لابن المنذر ۴/ ۳۵۲)، (اگر یہ خص نہ ہوتا تو ہم دو رکعت نماز پڑھتے)۔

نصوص اور فقہاء کی تصریحات سے واضح ہوگیا کہ شہر اور گاؤں کی آبادی سے باہر نکلنے کے بعد ہی مسافر ہوگا، اندرون آبادی جب تک رہے گا مسافر متصور نہیں ہوگا، گو آبادی تھوڑی ہو یا زیادہ حتی کہ مسافت سفر سے زیادہ آبادی پھیل چکی ہو اور شہر کا رقبہ سکلومیٹر سے زیادہ وسیع ہو چکا ہو، اس لئے وہ شخص جس نے اپنے گھر سے ۴۸ میل کا راستہ طے کرلیا، لیکن شہر کی حدود سے باہر نہیں نکلا، اور نہ باہر آگے جانے کا ارادہ ہے، تو وہ مسافر نہیں ہوگا اور نماز پوری پڑھے گا اور روزہ رکھے گا۔

ب۔ اگر وہ ایسے مقام کا سفر کر رہا ہو جو شہر کی انتہائی حدود سے تو ۴۸ میل کے فاصلہ پر نہ ہو، لیکن اس کے گھر کے پاس سے ۴۸ میل یا اس سے زیادہ کا فاصلہ ہو تو وہ قصر کرے گا یا اتمام؟

اس سلسلہ میں قابل غور بات یہ ہے کہ مسافت سفر کا شمار کہاں سے ہوگا؟ آیا گھر کے پاس سے یا شہر کی انتہائی حدود سے، نصوص شرع اور فقہاء کی تصریحات کی روشنی میں خیال ہوتا ہے کہ مسافت سفر کا شمار گھر کے پاس سے ہو اور مسافر کے احکام شہر کی انتہائی حدود سے آگے نکلنے کے بعد جاری ہوں، کیونکہ خروج گھر سے ہوتا ہے اور سفر کا ارادہ گھر سے بنتا ہے، اسی لئے فقہاء نے سفر معتبر ہونے کے لئے مسافت سفر کی نیت کو بھی ضروری اور شرط قرار دیا ہے (بدائع ۱/ ۲۶۳)۔

ہدایہ میں ہے:

"السفر الذی یتغیر به الأحکام أن یقصد الإنسان مسیرة ثلاثة أیام ولیالیها" (ہدایہ مع الفتح ۲/ ۴)۔

ہندیہ میں ہے:

"ولا بد للمسافر قصد مسافة مقدرة بثلاثة أیام حتی یترخص برخصة المسافرین، وإلا لایترخص أبدا ولو طاف الدنیا جمیعها" (۱/ ۱۳۹)۔

اگر کوئی شخص بلانیت سفر پوری دنیا گھوم لے مسافر متصور نہیں ہوگا۔

"لا یکون مسافرا ولو طاف الدنیا مالم ینو المسافة المذکورة" (کبیری ۴۹۹)۔

جن احادیث سے حنفیہ نے مسافت سفر پر استدلال کیا ہے ان میں ثلاثہ ایام یعنی تین دن ہے (دیکھئے: بدائع ۱/ ۲۶۴، نصب الرایہ للزیلعی)۔

ظاہر ہے کہ یہ مدت گھر سے نکلتے ہی شروع ہوگی، اسی طرف ڈاکٹر وہبہ زحیلی صاحب نے اشارہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

"أن يقصد من ابتداء السفر موضعا معينا، ويعزم أن يقطع مسافة القصر من غير تردد" (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۲/ ۱۳۵۰)۔

(ابتداء سفر سے متعین جگہ کا ارادہ کرے اور مسافت قصر کا قطعیت کے ساتھ بلاتردد پختہ عزم کرے)۔

علامہ ناصر الدین سمرقندی کی عبارت سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے، وہ لکھتے ہیں:

"ومن خرج مسافرا صلى ركعتين إذا فارق بيوت المصر" (الفقہ النافع ۱/ ۲۷۰)۔

(جو شخص مسافر ہوکر نکلے وہ شہر کے گھروں سے جدا ہونے کے بعد دو رکعت نماز پڑھے گا)۔

ماضی قریب کے مفتی کفایت اللہ دہلوی کی رائے بھی یہی معلوم ہوتی ہے کہ مسافت سفر کا شمار گھر سے ہوگا، وہ ایک سوال کے جواب میں رقمطراز ہیں:

ہیڈکواٹر جہاں قیام رہتا ہے وہاں سے مسافت سفر کا اعتبار ہوگا، وہاں ۳۶ میل کا ارادہ کرکے چلنے پر مسافر ہوجائے گا (کفایت المفتی ۳/ ۳۷۶)۔

جہاں تک شہر کی انتہائی حدود سے نکلنے پر مسافر ہونے کی بات ہے تو اس سلسلہ میں خود نصوص شرع پائی جاتی ہیں، جیسا کہ حضرت انسؓ سے مرفوع حدیث گذر چکی ہے، جس میں ذو الحلیفہ پہنچ کر عصر کی دو رکعت پڑھنے کا ذکر ہے، اور حضرت علیؓ کا اثر گذر چکا ہے کہ بصرہ سے کوفہ جانے کے قصد سے نکلے تو خص پر نگاہ پڑی، آپؓ نے فرمایا: اگر یہ خص نہ ہوتا تو ہم دو رکعت نماز پڑھتے، معلوم ہوا شہر کی انتہائی حدود سے نکلنے کے بعد ہی مسافر ہوتا ہے، اس سے پہلے نہیں اور فقہاء کا تقریبا اتفاق ہے کہ شہر کی انتہائی آبادی و حدود سے نکلنے کے بعد مسافر ہوگا اور قصر کرنے کی سہولت ہوگی۔

"والصحيح انه يترخص بمفارقة العمران" (جامع الرموز ۱/ ۱۱۱)۔

"فلا بد من مجاوزتها على الصحيح" (کبیری ۵۹۹، نیز دیکھئے: فتح القدیر ۲/ ۸)۔

”فی النهاية والفتاوى الولوالجية والتجنيس و المزيد و نصها: يقصر بخروجه عن عمران المصر“ (مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی: ۲۳۰)۔

”فإذا جاوز عمران المصر صار مسافرا“ (المبسوط ۱/۲۳۵)۔

”والصحيح ما ذكرنا أنه يعتبر مجاوزة عمران المصر، إلا إذا كان ثمة قرية أو قرى متصلة بربض المصر، فحينئذ يعتبر مجاوزة القرى“ (المحیط البرہانی ۲/۳۸۸)۔

”إذا خرج المسافر عن عمران البلدة قصر الصلاة، سواء كان سفر طاعة أو معصية“ (سراجیہ: ۱۱)۔

”والأشبه أن يكون الانفصال من المصر قدر غلوة فحينئذ يقصر“ (تاتارخانیہ ۲/۵)۔

”و من خرج مسافرا صلى ركعتين إذا فارق بيوت المصر“ (الفقہ النافع ۱/۲۷۰)۔

☆☆☆

# مسافت سفر کا آغاز محلّہ سے یا حدود شہر سے

مفتی جمیل احمد نذیری☆

احقر کا رجحان اس طرف ہے کہ مسافت سفر کا شمار گھر سے نہیں، بلکہ شہر کی آخری حد سے ہوگا اور آخری حد میں اس حد کا اعتبار ہوگا جدھر سے نکلا ہے اور شہر کی حدود میں وہ حدود معتبر ہوں گی جو سرکاری کاغذات میں اس شہر کی متعین کی گئی ہوں۔

اس کتاب سے بڑی دلیل خود دار العلوم کورنگی کے فتوے کی وہ ابتدائی سطریں ہیں، جسے فقہ اکیڈمی نے سوالنامہ کے ساتھ بھیجا ہے، وہ سطریں یہ ہیں:

"مبدأ احکام سفر کے متعلق تو عبارات فقہاء بالکل صریح ہیں، جن کی تائید بعض روایات سے بھی ہوتی ہے کہ یہ احکام جمیع بیوت بلد سے خروج کے بعد ہی شروع ہوں گے"۔

احقر اس میں یہ اضافہ کرتا ہے کہ آغاز احکام سفر کے بارے میں یہ صراحت صرف فقہائے حنفیہ کی ہی نہیں ہے، بلکہ شافعیہ، حنابلہ اور مالکیہ کی عبارات سے بھی یہی مترشح ہے، جیسا کہ الفقہ الاسلامی وادلتہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے (الفقہ الاسلامی وادلتہ از دکتور وہبہ زحیلی ۲/ ۳۳۴تا ۳۳۵) تفصیلات میں اختلاف ہے۔

یہاں غور طلب بات یہ ہے کہ حکم کسے کہتے ہیں یا بالفاظ دیگر حکم کی تعریف کیا ہے؟

احقر کے مطالعہ کے مطابق حکم کسی شے کے اثر ثابت کا نام ہے۔

"الحکم الأثر الثابت بالشیء" (حسامی نظامی ص ۵، حاشیہ ۴، وامی ص ۱۰)۔

---

☆ جامعہ عربیہ عین الاسلام نواده، مبارک پور، اعظم گڑھ۔

یعنی کسی شے کا جو اثر ظاہر ہوتا ہے وہی حکم کہلاتا ہے۔

لہذا جب سفر شرعی کا اثر یعنی حکم، گھر سے نکلنے پر ظاہر نہیں ہوا اور قصر کی اجازت نہیں ملی تو اس سے ثابت ہوا کہ گھر سے نکلنے پر سفر شرعی کا آغاز ہی نہیں ہوا اور جب جمیع بیوت بلد سے نکل گئے اور نکلتے ہی قصر کی اجازت مل گئی گویا اب سفر شرعی کا آغاز ہوگیا، اسی لئے اس کا اثر اور حکم بھی ظاہر ہوگیا۔

دوسرے لفظوں میں کہا جاسکتا ہے کہ احکام سفر قصر کے لئے، سفر شرعی شرط یا سبب ہے، اور یہ ناممکن ہے کہ شرط یا سبب تو پایا جائے اور اس کا حکم نہ پایا جائے، جبکہ شرط وسبب بھی ایک ہی ہے اور اس کا حکم بھی ایک ہی ہے، اگر شرط وسبب میں تعدد ہوتا اور حکم میں بھی تعدد ہوتا تو دوسرے احتمالات نکالے جاسکتے۔

لہذا یہ بڑی عجیب بات ہے کہ سفر شرعی کا آغاز تو گھر سے نکلتے ہی یا اسٹیشن یا بس اسٹاپ پر پہنچنے میں مان لیا جائے، لیکن حکم کا تخلف ہو، یعنی شے پائی جارہی ہے لیکن اس کا اثر نہیں پایا جارہا ہے، اثر پایا جائے گا بیوت بلد سے نکلنے کے بعد (خیال رہے کہ یہ سفر شرعی کی بات ہے جس کے نتیجہ میں قصر وافطار کی اجازت ہوتی ہے، ورنہ سفر عرفی تو گھر سے نکلنے میں شروع ہوجاتا ہے)۔

یہ تو وہی بات ہوئی جو "**إن ملكتك فأنت حر يا إن نكحتك فأنت طالق**" جیسی مثالوں کے تحت امام شافعیؒ کے متعلق بیان کی جاتی ہے کہ:

"**إنه الحق الوصف بالشرط و اعتبر التعليق بالشرط عاملا فی منع الحكم دون السبب**" (حسامی نظامی ص ۴۳)۔

(انہوں نے وصف کو شرط کے ساتھ لاحق کردیا، تعلیق بالشرط میں اس بات کا اعتبار کیا کہ وہ حکم کے روکنے میں عامل ہے نہ کہ سبب کے روکنے میں)۔

یعنی امام شافعی کے نزدیک "**إن دخلت الدار فأنت طالق**" میں جو تعلیق بالشرط ہے اس نے حکم (وقوع طلاق) کو روک دیا ہے، لیکن سبب انت طالق کو نہیں روکا، وہ تو موجود ہی

ہے، یعنی سبب موجود ہے لیکن تعلیق کی وجہ سے حکم موجود نہیں۔

**"ولو کان شرطا فالشرط داخل علی السبب دون الحکم، فمنعه من اتصاله بمحله و بدون الاتصال بالمحل لا ینعقد سببا"** (حسامی نظامی رص ۴۲)۔

(اور اگر شرط ہو تو شرط سبب پر داخل ہے نہ کہ حکم پر، لہذا اس نے سبب کو محل کے ساتھ متصل ہونے سے روک دیا اور بغیر اتصال بالمحل کے سبب، سبب نہیں ہوتا)۔

مندرجہ دلائل سے حکم سفر کا آغاز ثابت ہوگا، یعنی دلائل سے سفر شرعی کا آغاز بھی ثابت ہوگا اور جب حکم سفر کے آغاز کو جمیع بیوت بلد سے نکلنے کے بعد متفق علیہ مان لیا گیا تو اس کا لازمی نتیجہ ہے کہ اس کے سبب سفر شرعی کا آغاز بھی وہیں سے مانا جائے، کیونکہ سفر شرعی کے اثر ثابت کا آغاز، سفر شرعی کے آغاز سے ہی ہوگا، جو چیز موجود نہ ہو وہ اثر بھی نہ کرے گی اور جب موجود ہو جائے گی اور اس کا کوئی اثر ہوگا تو موجود ہوتے ہی وہ اثر بھی ثابت ہو جائے گا۔

گھر سے نکلتے ہی سفر شرعی کا وجود نہیں ہوا، اسی لئے اس کا اثر بھی ثابت نہیں ہوا، بیوت بلد سے نکلتے ہی سفر شرعی کا وجود ہوگیا تو اس کا اثر بھی ثابت ہوگیا۔

زیر گفتگو فتوے کی یہ عبارت بھی تعجب خیز ہے:

علاوہ ازیں مسافت سفر اور احکام سفر دونوں کا ایک ساتھ وجود میں آنا شرعاً لازم وملزوم ہونا بھی کسی شرعی دلیل سے ثابت نہیں۔

کیونکہ شئی اور حکم شے کا لازم وملزوم ہونا ایک بدیہی امر ہے، حکم کا شے سے تخلف نہیں ہوسکتا، لیکن اگر تخلف ہے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ شے کا ہی وجود نہیں، بلکہ اگر کسی حکم کے متعدد وجوہ ہوں تو حکم کا نہ پایا جانا سارے وجوہ کی نفی پر دلالت کرتا ہے۔

## آغاز سفر کی تعیین کس طرف سے؟

اس فتوے میں مفتی شاہ محمد تفضل علی صاحب نے اس موضوع پر تفصیلی بحث کی ہے کہ مسافت سفر کی تعیین کا مدار عرف پر ہے، لہذا اس کی ابتدا کا تعلق بھی عرف سے ہوگا۔

لیکن یہ بات بھی محل نظر ہے، کیونکہ عبارات نقل کی گئی ہیں مسافت سفر کی تعیین میں، عرف کے اعتبار کی اور اسی سے ثابت کیا گیا آغاز سفر کا اعتبار، جبکہ دونوں دو باتیں ہیں، دونوں کو ایک دوسرے پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ (خیال رہے کہ فقہاء کرام نے مسافت سفر کی تعیین عرف و تجربہ سے نہیں کی ہے، بلکہ احادیث میں آئے ہوئے الفاظ ثلاثۃ ایام کے سفر کی مقدار کو عرف و تجربے کی روشنی میں متعین کرنے کی کوشش ہے، علاوہ ازیں برد اور فرسخ کو لوگوں کے عرف کے اعتبار نے متعین کیا ہے، لہذا مفتی صاحب کی اس بات میں کہ مسافت سفر کی تعیین عرف سے کی گئی ہے، مغالطہ ہے، کیونکہ ثلاثۃ ایام اور برد و فرسخ کے الفاظ حدیث میں موجود ہیں اور یہ کتنی مقدار رہا کرتی ہے یا ہوا کرتی تھی ظاہر ہے کہ اسے لوگوں کے عرف اور تجربہ سے ہی جانا جائے گا)۔

اگر مفتی صاحب نے کوئی ایسی عبارت نقل کی ہوتی جس سے پتہ چلتا کہ ابتداء سفر کی تعیین میں بھی عرف کا اعتبار ہے، تو ضرور قابل غور معاملہ ہوتا، لیکن اس قسم کی ایک عبارت بھی مفتی صاحب نے نقل نہیں کی، سارا زور اس پر صرف کر دیا کہ مسافت سفر کی تعیین میں فقہاء نے عرف و تجربے کا اعتبار کیا ہے، لہذا وہی عرف سفر شرعی کے آغاز کی تعیین میں بھی چلے گا۔

ظاہر ہے کہ یہاں دو باتیں ہیں، ایک ہے مسافت سفر کے سلسلے میں وارد الفاظ و مقدار کی تعیین تجربہ و عرف سے، دوسری ہے سفر شرعی کے آغاز کی تعیین۔

ضروری نہیں کہ اگر ایک میں کسی درجہ میں عرف کا اعتبار کیا گیا تو دوسرے میں بھی عرف کا ہی اعتبار کیا جائے۔

ایک چیز وہ ہے جس میں لوگوں کے تجربے و تعامل کو دخل ہے، دوسری وہ چیز ہے جس کے حکم کو ایک مخصوص جگہ (جمیع بیوت بلد سے نکل جانے) پر لگا دیا گیا اور کسی کے تجربے کی اس میں گنجائش نہیں رکھی گئی، دونوں چیزیں ایک کیسے ہو سکتی ہیں اور دونوں کو ایک نہج پر کیسے رکھا جا سکتا ہے۔

مؤطا امام مالک میں ہے:

"**لا یقصر الذی یرید السفر الصلاۃ حتی یخرج من بیوت القریۃ و لا یتم حتی یدخل أول بیوت القریۃ**'' (مؤطا امام مالک: باب ما یجب منہ قصر الصلاۃ)۔

(جو شخص سفر کا ارادہ کرے وہ نماز کا قصر اس وقت تک نہ کرے جب تک آبادی کے گھروں سے نکل نہ جائے، اور نماز پوری نہ پڑھے یہاں تک کہ بستی کے شروع کے گھروں میں داخل ہوجائے)۔

امام مالک کے اس قول سے صاف معلوم ہوا کہ جس طرح اختتام سفر اول بیوت قریہ سے ہورہا ہے، آغاز سفر بھی انہی بیوت سے ہوگا، آغاز سفر کے وقت وہی بیوت آخر بیوت قریہ کہلائیں گے، لہذا قصر کا حکم وہیں سے شروع ہوگا، وہیں پر ختم ہوگا، حکم کا شروع ہوجانا، سفر شرعی کے شروع ہوجانے کو بتائے گا، اور حکم کا ختم ہوجانا سفر شرعی کے ختم ہوجانے کو بتائے گا۔

**سوالنامہ کے جوابات:**

الف۔ اگر کوئی شخص اپنے گھر سے ۴۸ میل کا راستہ طے کرلے، لیکن ابھی وہ شہر میں ہی ہو، حدود شہر سے نکلنے کی باری نہ آئی ہو اور اس سے آگے جانے کا ارادہ بھی نہ ہو تو وہ مسافر نہ ہوگا، اور نماز میں قصر کرنا اس کے لئے جائز نہ ہوگا۔

ب۔ اگر وہ ایسے مقام کا سفر کررہا ہو جو شہر کی انتہائی حدود سے ۴۸ میل کے فاصلے پر نہیں ہے، لیکن اس کے گھر کے پاس سے ۴۸ میل یا اس سے زیادہ فاصلے پر ہے، تو وہ شخص بھی شرعی مسافر نہ ہوگا اور اسے قصر کی اجازت نہ ہوگی۔

☆☆☆

# بڑے شہروں میں مسافت سفر کی ابتداء

مولانا محمد ابرار خاں ندوی☆

سفر ایک انسانی ضرورت ہے، وجود انسانی کے ساتھ مختلف مقاصد کے تحت ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے اور نقل مکانی کا سلسلہ جاری ہے، فرق صرف اتنا ہے کہ پرانے زمانہ میں سفر پیدل، اونٹ، گھوڑا اور بادبانی کشتیوں کے ذریعہ ہوتا تھا، جو نہایت دشوار، پر مشقت اور پرخطر ہوتا تھا، اب سائنسی ایجادات و اختراعات کے سبب تیز رفتار گاڑیوں، ٹرینوں اور برق رفتار طیاروں کے ذریعہ سفر نہایت آسان، آرام دہ اور کم وقت میں طے ہوجاتا ہے، یورپ کے صنعتی انقلاب اور سائنس وٹکنالوجی کی ترقی کے بعد مسافروں کی تعداد بھی بہت بڑھ گئی ہے خود ہمارے ملک ہندوستان میں یومیہ ٹرین سے سفر کرنے والوں کی تعداد دنیا کے بعض ملکوں کی مجموعی آبادی سے زیادہ ہوتی ہے۔

شہروں کی آبادی بڑھ جانے اور ایک شہر کا دوسرے شہر سے مل جانے کی وجہ سے لاکھوں لوگ آبادی میں رہتے ہوئے اتنی مسافت طے کرلیتے ہیں جو شرعی مسافت سفر ۷۷ کلومیٹر سے زائد ہوتی ہے، یا آبادی سے باہر جاتے ہیں، لیکن شہر کی حدود سے اس کی دوری ۷۷ کلومیٹر نہیں ہوتی ہے، البتہ اس کے مکان سے اس کی دوری اس سے زائد ہوتی ہے، تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مذکورہ شخص مسافر شمار ہوگا یا نہیں؟ اور شریعت کی دی ہوئی سہولیات سے مستفید ہوگا یا نہیں؟ مثلاً نمازوں میں قصر، روزہ نہ رکھنے کی اجازت، مسح علی الخفین کی مدت تین دن وتین رات اور ترک

☆ جامعۃ الہدایہ جے پور، راجستھان۔

جمعہ کی وعید سے استثناء وغیرہ کی جو سہولیات و رخصتیں حاصل ہیں وہ اس کو بھی ملیں گی یا نہیں؟ یہ مسئلہ ایک دولوگوں کا نہیں ہے، بڑے شہر ممبئی، کولکاتا، دہلی جیسے کثیر آبادی والے شہر جن کا رقبہ تقریباً سوکلومیٹر یا اس زائد ہے، وہاں روزانہ لاکھوں افراد ملازمت، تجارت یا دیگر ضروریات کے پیش نظر شہر کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک آتے جاتے ہیں شہر کے باہر قائم کارخانوں و فیکٹریوں یا ائر پورٹ میں سروس کرنے والے افرادشہر سے باہر ان مقامات تک جاتے ہیں، جن کی دوری شہر کی حدود سے تو زیادہ نہیں ہوتی ہے، البتہ ان کے گھر سے مسافت سفر کے برابر بلکہ زائد تک ہوتی ہے، تو آیا اس کو سفر شرعی مانا جائے گا یا نہیں؟

خاص طور سے حنفیہ کے یہاں سفر میں نمازوں میں قصر واجب ہے، تو اگر وہ اتنی مسافت طے کرنے کے باوجود قصر نہیں کرتا تو گنہگار تو نہیں ہوگا؟

اگلے صفحات میں اسی کو حل کرنے کی کوشش کی گئی ہے، اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ صحیح، درست اور مزاج شریعت سے مطابقت رکھنے والا حل پیش کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

## آبادی کے باہر شرط کی وجہ:

نمازوں میں قصر عزیمت ہے یا رخصت، اس سلسلہ میں ائمہ اربعہ کے مابین اختلاف ہے، حنفیہ کے نزدیک قصر عزیمت (یعنی واجب) ہے (الفتاوی الہندیہ ۱/۱۳۹)۔

لیکن اس پر سبھی کا اتفاق ہے کہ مسافر آبادی سے باہر نکلنے کے بعد ہی قصر کرے گا، آبادی میں رہتے ہوئے قصر کی اجازت نہ ہوگی (دیکھئے: بدایۃ المجتہد ۱/۱۶۲، فقہ السنۃ ۱/۲۵۰)۔

دراصل فقہاء کے زمانے میں شہر آج کی طرح اتنے بڑے نہ تھے، شہر چھوٹے ہونے کی وجہ سے یہ مسئلہ درپیش نہیں تھا، اس لئے انہوں نے اس دور کے حالات کے اعتبار سے حکم بیان کیا، آج صورت حال بہت مختلف ہے، اس لئے حالات و زمانہ کے پیش نظر اس غیر منصوص مسئلہ میں عرف وعادت کے اعتبار سے حکم شرعی پیش کرنا ہوگا۔

## حالات کا تقاضہ:

آج شہروں کی آبادی کافی بڑھ گئی ہے، ایک شہر کا رقبہ آبادی ۸۰ اور ۱۰۰ کلومیٹر تک

جا پہنچا ہے، ایسے میں یہ حکم دینا کہ مسافر آبادی سے باہر نکلنے کے بعد ہی قصر کرے اس سے پہلے نہیں، خواہ کتنی ہی بڑی آبادی ہو، یہ ایک عجیب سا حکم ہوگا، جو مزاج شریعت اور مقصد دین سے میل نہیں کھاتا اور سمجھ میں نہ آنے والی بات ہے کہ دیہات کا ایک شخص اپنے گاؤں سے ۷۷ کلو میٹر کی دوری کا سفر کرے تو وہ سفر کی تمام سہولیات سے بھر پور فائدہ اٹھائے اور نمازوں میں قصر کرے، اور اسی طرح شہر کے کنارے رہنے والا شخص شہر کی جس طرف آبادی نہیں ہے اس سمت میں ۷۷ کلومیٹر کی دوری میں واقع کسی جگہ کا قصد کرے تو وہ بھی سفر کی آسانیوں اور سہولتوں سے مستفید ہو، لیکن یہی شخص شہر کے اندر کی جانب جدھر کثیر آبادی ہے اس جانب ۱۰۰ کلومیٹر کا سفر کرے تو وہ سفر کی سہولیات سے محروم رہے، صرف اس بنا پر کہ آبادی سے باہر نہیں نکلا ہے اور اگر نکلا ہے تو آبادی سے باہر ۷۷ کلومیٹر دور نہیں گیا ہے، یہ بات عقل اور شریعت کے مزاج و مذاق کے بالکل خلاف ہے۔

لہذا حالات کا تقاضہ ہے کہ آبادیوں میں غیر معمولی اضافہ اور شہروں کا رقبہ بہت طویل و عریض ہو جانے کی وجہ سے حکم میں تبدیلی ہو اور آبادی سے باہر نکلنے کی شرط کو ختم کر دیا جائے۔

## آبادی سے باہر کی شرط منصوص نہیں ہے:

نمازوں میں قصر کے لئے آبادی سے باہر نکلنے کی قید منصوص نہیں ہے، دورِ نبوی ﷺ میں مکہ و مدینہ کی آبادی آج کی طرح بہت بڑی نہ تھی، اس لئے آپ ﷺ نے آبادی سے نکلنے کے بعد قصر فرمایا، آبادی میں رہتے ہوئے ضرورت نہ تھی، بہت کم وقت میں آبادی سے باہر نکل جایا کرتے تھے۔

## آبادی سے باہر کی شرط مختلف فیہ ہے:

آبادی سے باہر کی قید اجماعی نہیں ہے، بلکہ یہ اختلافی اور اجتہادی ہے، ائمہ اربعہ نے اپنے زمانہ کی آبادیوں کے اعتبار سے یہ حکم بیان فرمایا، کوئی منصوص مسئلہ نہیں ہے کہ قرآن وحدیث میں واضح حکم صریح موجود ہو اور نہ ہی یہ جمہور علماء امت کے مابین کوئی اجماعی مسئلہ ہے، بلکہ بعض

متقدمین سفر کی نیت کرنے کے بعد سے ہی گھر سے قصر کے جواز کے قائل ہیں۔

سید سابق نقل فرماتے ہیں:

"و یری بعض السلف أن من نوی السفر یقصر و لو فی بیته" (دیکھئے: فقہ السنۃ ۱/ ۲۵۰)۔

(بعض سلف صالحین کا خیال ہے کہ مسافر سفر کی نیت کرتے ہی قصر کرے گا، خواہ وہ ابھی اپنے گھر میں ہی ہو)۔

گرچہ امت کا اس پر عمل نہیں ہے اور شیخ محمد الزرقانی نے امام مالک کے مسلک (آبادی سے نکلنے کے بعد ہی قصر کی اجازت ہوگی) کو اجماع قرار دیتے ہوئے ابن المنذر کے حوالہ سے اس نقطۂ نظر کی تردید نقل کی ہے:

"وھذا مجمع علیه و اختلف فیما قبل الخروج من البیوت، فعن بعض السلف إذا أراد السفر قصر ولو فی بیته، و ردہ ابن المنذر بأن لا یعلم أن النبی ﷺ قصر فی شئی من أسفارہ إلا بعد خروجه عن المدینه" (شرح الزرقانی علی مؤطا لامام مالک ۱/ ۳۰۰، دار المعرفۃ بیروت)۔

(اس پر اجماع ہے، اور گھروں سے نکلنے سے پہلے (قصر کی بابت) میں اختلاف ہے، بعض سلف سے منقول ہے کہ سفر کی نیت کے ساتھ قصر کرے گا، چاہے وہ اپنے گھر ہی میں ہو، البتہ ابن المنذر نے اس رائے کی تردید فرمائی ہے کہ اس کا کوئی ثبوت نہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے کسی بھی سفر میں اس طرح قصر کیا ہو، آپ ﷺ نے مدینہ سے نکلنے کے بعد ہی قصر فرمایا ہے)۔

بعض علماء سلف کا ائمہ اربعہ کی رائے اور ان کے مسلک سے ہٹ کر الگ رائے رکھنا اس بات کی دلیل ہے کہ اس مسئلہ میں جمہور علماء کا اتفاق نہیں ہے، اس لئے اسے اجماع قرار دینا بھی درست نہیں ہے، بلکہ یہ اس دور میں بھی مختلف فیہ تھا، لہذا اس پر حالات و زمانہ اور آبادی کی قلت و کثرت، حالات و عرف اور شریعت کے مزاج و مذاق کو مدنظر رکھ کر حکم لگایا جائے گا۔

**راقم کی رائے:**

راقم کا خیال ہے کہ اس مسئلہ کا حل ذیل میں درج دو صورتوں میں سے کسی ایک کو اختیار کر کے نکالا جا سکتا ہے۔

**۱-عرف کا اعتبار کیا جائے:**

شریعت میں عرف کو خاص اہمیت حاصل ہے، "ما رآه المسلمون حسنا فهو عند الله حسن" (دیکھئے: المستدرک علی الصحیحین للحاکم النیسابوری ۳/ ۷۸، دار المعرفہ بیروت)۔

بہت سے احکام ومسائل کا حکم عرف و عادت کی بنیاد پر بیان گیا ہے، کتب فقہ وقواعد میں اس کی بکثرت مثالیں موجود ہیں (الاشباہ والنظائر لابن نجیم مصری)۔

لہذا عرف عام میں جس کو سفر کہا جائے اور سفر کی ابتدا جہاں سے سمجھی جائے، اسی جگہ سے احکام سفر کا نفاذ قرار دیا جائے، اگر عرف میں محلّہ سے نکلنے کے بعد یا اگر بس کا سفر ہے تو بس اسٹینڈ سے یا ریلوے اسٹیشن سے اگر ٹرین کا سفر ہے، ائر پورٹ سے اگر جہاز کا سفر ہے، کو عرف میں سفر خیال کیا جاتا ہے، تو ان مقامات سے نکلتے ہی احکام سفر کا نفاذ ہوگا اور وہیں سے نمازوں میں قصر لازم ہوگا۔

**۲-محلّہ کی آبادی کو مستقل تسلیم کیا جائے:**

دوسری صورت یہ ہے جس کی طرف راقم کا رجحان بھی ہے کہ اس کو اختیار کرنے میں سہولت بھی زیادہ ہے، وہ یہ ہے کہ فقہاء کرام نے اہل شہر کی ضروریات سے متعلق آبادی سے متصل جو مقامات ہوتے ہیں، جیسے کھیل کود کے میدان، کوڑا کرکٹ ڈالنے کی جگہ، قبرستان وغیرہ، ان مقامات سے نکلنے کے بعد ہی قصر صلاۃ کی اجازت دی ہے، تو کیوں نہ ہر محلّہ کو مستقل الگ حیثیت دے دی جائے اور اسے مستقل الگ آبادی تسلیم کرلیا جائے کہ آج ہر محلّہ کی ترقی کے لئے مستقل مخصوص سرکاری بجٹ ہوتا ہے اور بھی دیگر سہولیات مہیا کرائی جاتی ہیں، مثلاً اسکول، ہاسپٹل، اشیاء ضروریہ کے لئے دوکانیں، سرکاری کارپوریشن کا نمائندہ، اور بہت سی سہولیات و

ضروری چیزیں فراہم ہوتی ہیں، جو پرانے زمانہ کے ترقی یافتہ شہر میں بھی میسر نہیں تھیں، جو ان بڑے شہروں کے محلّہ کو حاصل ہیں۔

لہذا محلّہ کو مستقل آبادی تصور کیا جائے اور جہاں سے اس محلّہ کی آبادی والا حصہ سرکاری تقسیم کے اعتبار سے ختم ہو، وہیں سے سفر کی ابتدا مانی جائے اور نمازوں میں قصر کی اجازت وہیں سے دی جائے، خواہ اس کا پورا سفر آبادی کے اندر طے ہو یا آبادی سے کچھ باہر بھی جائے۔

☆☆☆

# مسافت سفر اور شرعی نقطہ نظر

مفتی شاہد علی قاسمی ☆

۱- شہر اتنا بڑا ہو کہ اپنے گھر سے نکلنے کے بعد ۴۸ میل یا اس سے زائد چلے، پھر بھی شہر کی حدود سے باہر نہ نکل سکے، تو فقہاء کی عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مسافر نہیں ہوگا، کیونکہ عام طور پر فقہاء نے تجاوز عمران کے بعد تین دن کی مسافت کو مسافت شرعی مانا ہے، چنانچہ قاضی خاں فرماتے ہیں:

"**إذا جاوز عمران مصره قاصدا مسيرة ثلاثة أيام ولياليها...... يلزمه قصر الصلاة**" (قاضی خاں مع الہندیہ ۱/ ۱۶۴)۔

(جب اپنے شہر کی آبادی سے آگے نکل جائے اور اس کا ارادہ تین دن اور تین رات کی مسافت طے کرنے کا ہو تو اس پر نماز کا قصر لازم ہے)۔

نیز صاحب درر فرماتے ہیں:

"**لو بقي أمامه بيت لا يكون مسافرا**" (الدرر الحکام ۱۳۲)۔

(اگر اس کے سامنے کوئی گھر (تجاوز کرنے کے لئے) باقی ہو تو وہ مسافر نہیں ہوگا)۔

گو کہ اس عبارت کا صریح مطلب یہ ہے کہ آبادی سے نکلنے کے بعد سفر کے احکام جاری ہوں گے، لیکن اس سے ضمناً یہ بات بھی سمجھ میں آتی ہے کہ اگر شہر اپنی وسعت کی وجہ سے مسافت شرعی کی مقدار رقبہ پر مشتمل ہو تو ایسی آبادی کے اندر اندر مسافت شرعی طے کرنے والا بھی سفر کی

☆ المعہد العالی الاسلامی، حیدرآباد۔

رخصتوں سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا، اس لئے راقم الحروف کی رائے اس مسئلہ میں یہی ہے کہ وہ مسافر نہیں ہوگا، لہذا نماز میں قصر نہیں کرے گا۔

ہاں! اگر شہر کی یہ وسعت دو بڑے شہروں کے آپس میں ملنے کی وجہ سے ہوگئی ہو اور دونوں شہر کا بلدیہ اور میونسپلٹی الگ الگ ہوں یعنی دونوں کی مستقل حیثیت ہو ایک دوسرے کے تابع نہ ہو، تو پھر راقم الحروف کی رائے ہے کہ ایک میونسپلٹی والے علاقہ سے نکلنے کے بعد آگے مسافت شرعی کی مقدار سفر کا ارادہ ہو تو دوسرے میونسپلٹی اور بلدیہ والے حصہ میں داخل ہوتے ہی وہ مسافر ہو جائے گا، چنانچہ فتاوی ہندیہ میں ہے:

**"لو نوی الإقامة خمسة عشر یوما فی موضعین، فإن کان کل منهما أصلا بنفسه نحو ...... الکوفة والحیرة لا یصیر مقیما"** (ہندیہ ۱/۱۴۰)۔

(اگر دو جگہوں میں پندرہ دن قیام کی نیت ہو تو اگر ان میں سے ہر ایک جگہ اپنی ذات کے اعتبار سے اصل ہو، (ایک دوسرے کے تابع نہ ہو جیسے...... کوفہ اور حیرہ تو وہ مقیم نہیں ہوگا)۔

اس عبارت سے یہ بات واضح ہے کہ دو مستقل جگہوں کا حکم بھی مستقل ہوگا، اس لئے الگ الگ میونسپلٹی اور بلدیہ والے علاقے الگ الگ آبادی متصور ہوں گے۔

۲- اگر گھر کے قریب سے منزل سفر کی مسافت ۴۸ میل ہو، لیکن شہر کی آخری حدود سے منزل سفر کی مسافت ۴۸ میل سے کم ہو تو اس سلسلہ میں بھی راقم الحروف کی رائے ہے کہ وہ مسافر نہیں ہوگا، کیونکہ عام طور پر فقہاء نے لکھا ہے کہ جو شخص اپنے شہر کی آبادی سے تجاوز کرنے کے بعد تین دن کی مسافت کا قصد کرے تو وہ مسافر ہوگا، جیسا کہ چند سطر پہلے قاضی خاں کا قول گذر چکا ہے، نیز علامہ تمرتاشی کے الفاظ اس طرح ہیں:

**"من خرج من عمارة موضع إقامته قاصدا مسیرة ثلاثة أیام و لیالیها"**

(تنویر الابصار مع الدر والرد ۱/ ۵۲۵-۵۲۶)۔

(مسافر وہ ہے جو اپنے جائے قیام کی آبادی سے تین دن اور تین رات چلنے کا قصد

رکھتے ہوئے نکل جائے)۔

اس عبارت کا ظاہری مفہوم بھی یہی بتلاتا ہے کہ آبادی سے نکلنے کے بعد تین دن کی مسافت کا قصد ہو تو وہ مسافر ہوگا، نیز فقہاء حنفیہ کی کتابوں میں میرے علم کے مطابق ایسا کوئی صریح جزئیہ نہیں ہے کہ ٹھیک اپنے گھر سے منزل سفر مسافت شرعی کے بقدر ہو تو وہ مسافر ہوگا، بلکہ عامۃً یہ تعبیر ملتی ہے کہ اگر کوئی اپنے شہر کی آبادی سے نکلتے ہوئے تین دن کی مسافت کا قصد کرے تو وہ مسافر ہوگا، چنانچہ صاحب غرر فرماتے ہیں:

**"هو من جاوز بيوت مقامه قاصدا قطع مسافة تقطع بسير وسط في ثلاثة أيام مع الاستراحات"** (غرر الاحکام مع الدرر ۱۳۲)۔

(مسافر وہ ہے جو اپنے جائے قیام کے گھروں سے اتنی مسافت طے کرنے کے ارادہ سے آگے جائے جو مسافت درمیانی چال سے تین دنوں میں طے کی جاتی ہے اور ساتھ ساتھ آرام بھی کرے)۔

خلاصہ یہ کہ راقم الحروف کے نزدیک صورت مسئولہ میں آبادی سے نکلنے کے بعد ۴۸ میل کا قصد ہو تو وہ مسافر ہوگا ورنہ نہیں۔

☆☆☆

# سفر کی مسافت کے شرعی احکام

مولانا محمد فاروق دربھنگوی☆

آج کے اس ترقیاتی دور میں شہروں، دیہاتوں اور قصبوں کی آبادی جس برق رفتاری سے بڑھتی جارہی ہے وہ روز روشن کی طرح عیاں ہے، دیکھتے ہی دیکھتے شہروں کے طول وعرض اتنے بڑھ گئے کہ شہر کے ایک کنارہ سے دوسرے کنارہ کی طرف سفر کرنے والے مسافت سفر ۴۸ میل حدود شہر سے تجاوز کرنے سے پہلے ہی پوری کرلیتے ہیں، لہذا یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسے شخص کے لئے رخصت سفر، قصر وغیرہ کا حکم، حدود شہر کے تجاوز کرنے کے بعد ہوگا، یا اندرون شہر میں بھی اگر ۴۸ میل کی مسافت پوری ہوجائے تو اسے شرعی مسافر کہہ کر مراعات شرعیہ کا حق دار سمجھا جائے گا، تو اس مقام پر دو مسئلے الگ الگ قابل توضیح ہیں:

۱۔حکم قصر، یعنی قصر صلوۃ وغیرہ کا حکم کہاں سے ثابت ہوگا۔

۲۔ مسافت سفر ۴۸ میل کا اعتبار کس جگہ سے ہوگا۔

چنانچہ ان دونوں مسئلوں کی تفصیل حسب ذیل ہے:

## ۱۔حکم سفر:

قصر صلوۃ وغیرہ کے ثبوت کی جگہ، تو اس سلسلہ میں نصوص شرعیہ اور عبارات فقہیہ سے واضح روشنی ملتی ہے کہ کوئی بھی انسان رخصت سفر، قصر صلوۃ وغیرہ کا حق دار اس وقت تک نہیں ہوسکتا، جب تک کہ شہر کی جس جانب سے وہ جانا چاہتا ہے اس جانب کے جمیع مکانات اور

☆ جامعہ دارالاحسان بارڈولی، سورت۔

آبادیوں سے مکمل طور پر تجاوز نہ کر جائے، خواہ شہر کی آبادی اور پھیلاؤ میلوں دور ہی کیوں نہ ہو، جیسا کہ متعدد روایتوں سے اس کا ثبوت ہوتا ہے۔

"روی أبو یعلی بسندہ عن أبی ہریرۃ ؓ قال: سافرت مع رسول اللہ ﷺ و مع أبی بکر و عمر ؓ کلھم صلی حین یخرج من المدینہ، إلی أن یرجع إلیھا رکعتین فی السیر و المقام بمکۃ"۔

اس حدیث کے تحت علامہ ظفر صاحب تھانوی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث خارج شہر سے ابتداءِ قصر کے حکم پر واضح دلیل ہے اور خروج شہر کا تحقق مکانوں اور عمارتوں سے تجاوز کئے بغیر نہیں ہوسکتا۔

"قال: ففیہ دلالۃ ظاہرۃ علی معنی الباب أن القصر ابتداء ہ من حین یخرج المسافر من بلدہ، والخروج من البلد إنما یتحقق بمفارقۃ بیوتہ و عمرانہ" (اعلاء السنن ۵/۲۲۲۱)۔

نیز ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے:

"إن علیا خرج من البصرۃ فصلی الظہر أربعا ثم قال: إنا لو جاوزنا ہذا الخص لصلینا رکعتین، رواہ ابن أبی شیبہ و رواتہ ثقات"۔

علامہ ظفر صاحب تھانوی اس روایت کے ذیل میں فرماتے ہیں:

"و دلالتہ علی الباب ظاہرۃ فإن علیا علق القصر علی مجاوزۃ العمران و مفارقۃ البیوت" (اعلاء السنن ۵/۲۲۲۱)۔

لہٰذا ان روایتوں سے ثابت ہوگیا کہ قصر صلوۃ کا حکم گھروں اور آبادیوں سے خروج کرنے پر موقوف ہے، بلکہ فقہی جزئیہ سے یہاں تک ثابت ہے کہ اگر کوئی محلّہ شہر سے منفصل ہوگیا ہو جب کہ زمانہ قدیم میں متصل تھا تو رخصت سفر کے حق دار ہونے کے لئے اس سے بھی تجاوز کرنا ہوگا، جیسا کہ فتاویٰ قاضی خاں میں ہے:

"و يعتبر مجاوزة عمران المصر من الجانب القرى خرج ...... فإن كانت في الجانب القرى خرج محلة منفصلة عن المصر و في القديم كانت متصلة بالمصر لا يقصر الصلوة حتى يجاوز تلك المحلة" (قاضی خاں علی ہامش عالمگیری ۱/ ۱۶۴)۔

نیز علامہ شامی فرماتے ہیں کہ شہر کے توابع یعنی وہ آباد گھر اور مساکن جو شہر کے گرد و نواح میں بنے ہوئے ہیں ان سے بھی تجاوز کرنا ضروری ہے، اسی طرح وہ بستیاں جو ان توابع شہر سے متصل ہیں وہ بھی صحیح قول کے مطابق شہری کے حکم میں ہیں، لہذا رخصت سفر کے لئے ان سے بھی تجاوز کرنا ضروری ہے (درمختار مع الشامی ۲/ ۱۵۲۳)۔

ابتداء قصر کے لئے ان جگہوں سے تجاوز کرنے پر تقریباً حنفیہ کے عامۃ المتون متفق ہیں، اس میں کوئی اختلاف نہیں، جیسا کہ علامہ یوسف بنوری فرماتے ہیں:

"المسافر إذا فارق بيوت بلده قصر في الطريق عندنا كما في عامة متون الحنفيه" (معارف السنن ۴/ ۴۷۱)۔

بلکہ موفق ابن قدامہ کے مطابق امام مالک، امام اوزاعی، امام احمد بن حنبل، امام شافعی، اسحاق بن راہویہ اور ابوثور کا بھی یہی مذہب ہے جیسا کہ علامہ بدر الدین عینی نقل فرماتے ہیں:

"و في مغني لابن قدامه : ليس لمن نوى السفر القصر حتى يخرج من بيوت مصره أو قريته، ويخلفها وراء ظهره، قال: و به قال مالک و الأوزاعي و أحمد و الشافعي و إسحاق و أبو ثور" (بنایہ شرح ہدایہ ۲/ ۱۴)۔

بلکہ ابن المنذر نے مذکورہ حقیقت پر اہل علم کا اجماع نقل کیا ہے:

"و قال ابن المنذر : أجمع كل من يحفظ عنه من أهل العلم على هذا" (بنایہ ۲/ ۱۴)۔

البتہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے خروج عن البیوت سے قبل قصر کرنے کے سلسلے میں بعض

کوفیین کا اختلاف نقل کیا ہے، چنانچہ فرمایا کہ بعض کوفیین کا کہنا ہے کہ جب کوئی ارادہ سفر کرے تو وہیں سے قصر کرے، خواہ وہ اپنے گھر ہی میں کیوں نہ ہو اور بعض نے کہا کہ اگر چاہے تو سواری پر سوار ہو جانے کے بعد قصر کرے، لیکن حافظ صاحب نے ابن منذر کے حوالہ سے جمہور کے قول سابق ہی کو راجح قرار دیا ہے۔

"واختلفوا فيما قبل الخروج عن البيوت فذهب الجمهور أنه لا بد من مفارقة جميع البيوت، و ذهب بعض الكوفيين إلى أنه إذا أراد السفر يصلي ركعتين و لو كان في منزله، و منهم من قال: إذا ركب قصر إن شاء و رجع ابن المنذر الأول بأنهم اتفقوا على أنه يقصر إذا فارق البيوت الخ" (فتح الباری ۲/ ۶۶۳)۔

مذکورہ تفصیلات سے ثابت ہو گیا کہ قصر صلوۃ کا آغاز حدود شہر اور اس کے توابع سے خارج ہونے کے بعد ہی ہوگا، اس سے قبل رخصت سفر کی گنجائش نہیں۔

## ۲- مسافت سفر کا اعتبار کس جگہ سے ہوگا؟

دوسرا مسئلہ جو اس مقام پر قابل توضیح ہے، وہ یہ ہے کہ مسافت سفر ۴۸ میل کا اعتبار کہاں سے ہوگا؟ آیا قصر صلوۃ کی طرح شہر کی تمام آبادیوں سے تجاوز کرنے کے بعد سے ہوگا، یا مسافر کے گھر سے شمار ہوگا، تو اس سلسلے میں کوئی صریح جزئیہ تو نہیں مل سکا، تاہم بعض فقہی جزئیہ اور اصول کی روشنی میں کہا جا سکتا ہے کہ مسافت سفر ۴۸ میل کا اعتبار شہر کی آبادیوں میں واقع مسافر کے گھر سے نہیں ہوگا، بلکہ شہر کی انتہائی حدود سے ہوگا، لہذا اگر کسی ایسے مقام کے سفر کا ارادہ ہو جس کی دوری مسافر کے گھر سے ۴۸ میل یا اس سے زائد ہو، لیکن شہر کی انتہائی حدود سے ۴۸ میل سے کم ہو تو ایسے مسافر کو شرعی مسافر نہیں کہا جائے گا، جیسا کہ تنویر الابصار کی حسب ذیل عبارت سے ظنا استدلال کیا جا سکتا ہے:

"من خرج من عمارة موضع إقامته قاصدا مسيرة ثلاثة أيام و لياليها، الخ"۔

اس عبارت میں موضع اقامت سے اگر شہر اور عمارت سے شہر کے بیوت وعمران مراد ہوں تو اس صورت میں مطلب واضح ہوجائے گا کہ جو شخص اپنے شہر کے بیوت وعمران سے تین دن اور تین راتوں کی مسافت سفر کے ارادہ سے نکلے تو وہ شرعی مسافر ہے، لہذا اس عبارت سے کہا جاسکتا ہے کہ مسافت سفر کا اعتبار خروج شہر ہے نہ کہ گھر سے۔

اسی طرح صاحب ہدایہ بیوت مصر سے تجاوز کرنے پر قصر کے حکم کی عقلی دلیل یوں پیش فرماتے ہیں:

"لأن الإقامة تتعلق بدخولها فيتعلق السفر بالخروج عنها" (فتح القدیر ۳۱/۲)۔

یعنی انسان اپنے شہر کی آبادی میں داخل ہوتے ہی مقیم ہوجاتا ہے، مقیم ہونے کے لئے اپنے گھر تک پہنچنا ضروری نہیں ہوتا، تو اسی طرح شہر سے خروج کرنے سے ہی اقامت ختم ہوگی اور سفر کا آغاز ہوگا، نہ یہ کہ شہر میں ہوتے ہوئے اپنے گھر سے نکلتے ہی اقامت ختم ہوگئی اور مسافر ہوگیا۔

اس سے بھی معلوم ہوا کہ مسافت سفر کا اعتبار خروج بلد سے ہے نہ کہ مسافر کے گھر سے، نیز اصول فقہ میں بھی غور کرنے سے یہ حقیقت واضح ہوجاتی ہے کہ مسافت سفر کا اعتبار خروج بلد سے ہے، جیسا کہ منار اور اس کی شرح نور الانوار میں ہے کہ سفر رخصت کے لئے اسماً اور حکماً علت ہے، معنیً نہیں، لہذا سفر کی رخصت کے لئے حکماً علت ہونے کی وجہ سے قصر وغیرہ کا حکم نفس سفر سے ثابت ہوجاتا ہے، اور یہ رخصت سفر کے ساتھ بالکل متصل رہتی ہے، سفر اور رخصت کے درمیان انفکاک نہیں ہوتا۔

"والسابع اسما و حكما كالسفر للرخصة فإن السفر علة للرخصة اسما لأنها تضاف إليه في الشرع يقال القصر رخصة للسفر، و حكما لأنها تثبت بنفس السفر متصلة به" (نور الانوار ص ۲۷۶)۔

مذکورہ اصولی عبارت سے معلوم ہوا کہ جب رخصت نفس سفر سے ثابت ہوجاتی ہے اور

سفر کے ساتھ بالکل متصل ہوتی ہے، تو یہ بھی ثابت ہوگیا کہ نفس سفر کا آغاز وابتداصریح اور عبارت فقہیہ سے بتایا جاچکا ہے کہ انتہاء شہر سے ہوتا ہے، مسافر کے گھر سے نہیں، ورنہ اگر سفر کا آغاز مسافر کے گھر سے ہو اور رخصت کا آغاز انتہاء شہر سے ہو تو علت ومعلول کے مابین انفکاک اور ایک کا دوسرے سے مختلف ہونا لازم آئے گا اور یہ مذکورہ ضابطہ کے بالکل خلاف ہے۔

**خلاصہ بحث:**

مذکورہ تفصیل کے بعد صورت مسئولہ کا اجمالی جواب حسب ذیل ہے:

(الف) ایسا شخص جو اپنے گھر سے ۴۸ میل کا راستہ طے کر چکا ہو لیکن وہ ابھی شہر ہی میں ہو، حدود شہر سے باہر نکلنے کی نوبت نہ آئی ہو، تو وہ مقیم ہی رہے گا اور رخصت سفر کا حق دار نہیں ہوگا۔

(ب) اگر کوئی شخص ایسے مقام کا سفر کر رہا ہو جو شہر کی انتہائی حدود سے ۴۸ میل کے فاصلہ پر نہیں ہے، البتہ اس کے گھر سے ۴۸ میل یا اس سے زیادہ کا فاصلہ ہو تو ایسا شخص شریعت کی نظر میں مسافر نہیں ہوگا، بلکہ مقیم ہونے کی حیثیت سے ذمہ داریاں ادا کرے گا۔

☆☆☆

# موجودہ دور میں سفر شرعی

مولانا شوکت ثنا قاسمی ☆

انسانی آبادی میں مسلسل اضافہ کی وجہ سے شہر وقصبات کا رقبہ رفتہ رفتہ کافی بڑا ہوتا جا رہا ہے، بعض شہر تو مسافت سفر سے بھی تجاوز کر چکے ہیں، فقہاء متقدمین ومتاخرین کے دور میں شہروں اور قصبات کی صورت حال یہ نہیں تھی، اس لئے عموماً فقہ کی کتابوں میں احکام سفر کہاں سے جاری ہوں گے، کا ذکر ملتا ہے، لیکن مسافت سفر کا شمار کہاں سے ہوگا اس کا ذکر واضح طور پر نہیں ہے، لیکن موجودہ دور میں دور دور تک شہر کی آبادی کے پھیل جانے کی وجہ سے حکم سفر کہاں سے جاری ہوگا اور مسافت سفر کا شمار کہاں سے ہوگا، کا مسئلہ قابل توجہ ہے۔

عام طور سے فقہاء نے سفر کے احکام جاری ہونے کے لئے مسافر کا اپنے شہر یا گاؤں سے تین دن اور تین رات کی مسافت طے کرنے کی نیت کے ساتھ آبادی سے مکمل طور پر نکلنے کی شرط لگائی ہے۔

چنانچہ علامہ عینی لکھتے ہیں:

**"المعتبر في السفر أمران: أحدهما عزم السير و ثانيهما الخروج من البلد، فإن جاوز بيوت المصر غير قاصد للسفر لا يكون مسافرا و إن جاوزها قاصدا مدة ما دون السفر لا يكون سفرا"** (البنایہ فی شرح الہدایہ باب صلاۃ المسافر)۔

(سفر میں دو چیزوں کا اعتبار ہے، ایک سفر کا عزم ہو اور دوسرے شہر سے نکل جائے،

☆ جامعہ عائشہ نسواں، حیدرآباد۔

چنانچہ اگر سفر کے ارادے کے بغیر شہر کی آبادیوں سے تجاوز کر جائے تو مسافر نہیں ہوگا، اور اگر مسافت سفر سے کم سفر کے ارادے سے شہر کی آبادی سے نکل جائے تو بھی مسافر نہیں ہوگا)۔

امام قاضی خاں تحریر کرتے ہیں:

"إذا جاوز المقيم عمران مصره قاصدا مسيرة ثلاثة أيام ولياليها...... يلزمه القصر" (قاضی خاں مع الہندیہ ۱/ ۱۶۴)۔

(جب مقیم اپنے شہر کی آبادی سے تین دن تین رات کی مسافت طے کرنے کے ارادے سے تجاوز کر جائے تو اس پر قصر لازم ہے)۔

علامہ حصکفی تحریر فرماتے ہیں:

"من خرج من عمارة موضع إقامته قاصدا مسيرة ثلاثة أيام و لياليها ...... صلى الفرض الرباعي ركعتين" (الدر المختار مع الرد ۲/ ۵۲۳، الکنز مع البحر الرائق ۲/ ۱۲۹)۔

(جو شخص اپنی اقامت گاہ سے تین دن تین رات چلنے کی نیت سے نکل جائے تو چار رکعت والی نماز دو رکعت پڑھے گا)۔

فقہاء کی ان عبارتوں سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ کسی شخص کے مسافر ہونے کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے گھر سے تین دن تین رات کی مسافت (جو علماء ہند کے مشہور نقطہ نظر کے مطابق ۴۸ میل ہے) کے بقدر سفر کرنے کا ارادہ ہو، لیکن احکام سفر اس وقت جاری ہوں گے جب کہ وہ اپنی آبادی ہی نہیں، بلکہ اس سے متصل جو مکانات و رہائش گاہیں ہیں ان سب سے بھی باہر نکل جائے۔

اس لئے اگر ایک شخص اپنے گھر سے ۴۸ میل کا راستہ طے کر لے، لیکن ابھی وہ شہر میں ہی ہے، شہر کی حدود سے باہر نکلنے کی نوبت نہیں آئی ہو تو اس پر مسافر کے احکام جاری نہیں ہوں گے، اگر چہ کہ مسافت سفر پائی جا رہی ہے، لیکن احکام سفر جاری ہونے کے لئے شہری حدود سے نکلنے کی جو شرط ہے وہ نہیں پائی گئی، چنانچہ علامہ شامی لکھتے ہیں:

"یشترط مفارقة ما کان من توابع موضع الإقامة کربض المصر، و ھو ما حول المدینة من بیوت و مساکن فإنه في حکم المصر، و کذا القری المتصلة بالربض في الصحیح" (حاشیہ ابن عابدین ۲/ ۵۲۳، حاشیہ الطحطاوی علی المراقی ۲/ ۴۳۲)۔

(موضع اقامت کے توابع سے تجاوز (احکام سفر جاری ہونے کے لئے) شرط ہے، جیسے شہر کے کنارے اور اردگرد کے مکانات اور رہائش گاہیں ہیں، لہذا وہ بھی شہر کے حکم میں ہوں گے اور ایسے ہی وہ گاؤں جو شہر کے کنارے کے مکانات سے متصل ہو گئے ہوں تو صحیح قول کے مطابق (ان گاؤں سے بھی تجاوز کرنا لازم ہوگا) علامہ ابن قدامہ نے علامہ ابن منذر سے اس مسئلہ پر اجماع نقل کیا ہے۔

"أجمع کل من نحفظ عنه من أھل العلم أن للذی یرید السفر أن یقصر الصلاۃ إذا خرج من بیوت القریة التی یخرج منھا" (المغنی ۴/ ۳۴)۔

(جن اہل علم کو ہم جانتے ہیں ان کا اتفاق ہے کہ سفر کرنے والے کے لئے اس وقت قصر کرنے کی اجازت ہے جب کہ وہ اس بستی کے گھروں سے نکل جائے جس سے وہ نکل رہا ہے)۔

اہل علم پر یہ بات مخفی نہیں ہے کہ بسا اوقات علت پائے جانے کے باوجود بھی کسی عارض کی وجہ سے حکم نہیں پایا جاتا ہے، یہاں بھی اگر چہ کہ قصر کی علت سفر پایا جارہا ہے، لیکن حدود شہر سے نہ نکلنے کی وجہ سے حکم سفر قصر نہیں پایا جائے گا، اور شرعاً اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

مگر یہ حکم ہر چھوٹے اور متوسط شہروں کے لئے ہوگا، ایسا شہر جو اس قدر وسیع ہو گیا ہو کہ دوسرے اضلاع کو بھی اپنے اندر داخل کرلیا ہو تو ایسے بڑے شہر کا اصول الگ ہوگا، اور ایسی صورت میں دیکھا جائے گا کہ میونسپلٹی نے ان دونوں شہروں کے متصل ہونے کی وجہ سے ایک قرار دیا ہے یا نہیں، اگر ان دونوں کو الگ الگ آبادی قرار دے کر دونوں کی سرحدیں الگ الگ مقرر کی ہیں تو دونوں الگ الگ مستقل دو شہر شمار ہوں گے اور اپنے شہر کی حدود سے نکلتے ہی سفر کے احکام جاری ہوجائیں گے اور اگر اتصال آبادی کی وجہ سے دونوں کو ایک شہر قرار دیا ہے تو پھر دوسرے شہر کے حلقے اور حدود سے تجاوز کرنے کے بعد ہی احکام سفر جاری ہوں گے۔

**مولانا مفتی عبدالرحیم لاجپوری ایسے ہی ایک مسئلہ کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:**

وطن اصلی یا وطن اقامت کی آبادی سے باہر ہوجانے پر شرعی مسافر کا اطلاق ہوگا، دوسری آبادی اگر چہ متصل ہو مگر وہ دوسری آبادی ہے، دونوں کے نام الگ ہیں، حکومت اور کارپوریشن (یعنی میونسپلٹی، نگر پالیکا) نے دونوں آبادیوں کی حدود الگ الگ مقرر کئے ہیں، اس لئے وہ دونوں دو مستقل آبادیاں یعنی شہر شمار ہوں گی اور شرعی مسافر کا اطلاق اس وقت ہوگا جب کہ اپنی آبادی یعنی شہر کی حدود سے تجاوز کر جائے، اور اگر متصل ہونے کی وجہ سے کارپوریشن نے دونوں کو ایک کردیا ہو تو اب وہ آبادی شہر کا محلّہ ہے اور وہ محلّہ شہر کا جز ہے، لہٰذا اب اس سے تجاوز ہونے پر مسافرت کے احکام جاری ہوں گے (فتاوی رحیمیہ ۶/ ۱۲۴)۔

خلاصہ یہ کہ بڑے شہر کے سلسلے میں اصول یہ ہوگا کہ میونسپلٹی نے اس شہر کی حدود جہاں تک مقرر کی ہے اس مقررہ حدود سے نکل جانا اپنے شہر کی آبادی سے نکل جانا سمجھا جائے گا اور وہاں سے سفر کے احکام شروع ہوجائیں گے، اگر چہ کہ دوسرے شہر یا اضلاع کی آبادی کا تسلسل ابھی باقی ہو۔

## مسافت سفر کا اعتبار کہاں سے ہوگا؟

یہ بات تو بالکل واضح ہوچکی ہے کہ سفر کا اطلاق مسافر کے اپنے وطن اصلی یا وطن اقامت کے شہری حدود سے مکمل طور پر باہر نکلنے کے بعد ہوگا، البتہ مسافت سفر جو علماء ہند کے نزدیک ۴۸ میل ہے اس کا شمار مسافر کے اپنے گھر سے ہوگا یا شہر کی آخری حدود سے، اس بارے میں کوئی ایسی عبارت نہیں مل سکی جو کہ مسافت سفر کی ابتدا کے بارے میں دوٹوک ہو، البتہ صاحب مجمع الانہر کی عبارت سے بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مسافت سفر کا شمار گھر سے کیا جائے گا، چنانچہ وہ رقمطراز ہیں:

"السلطان ...... طلب العدو ولم يعلم أين يدركه فإنه حينئذ لا يكون مسافرا و في الرجوع يقصر إذا كان بينه و بين منزله مسيرة سفر" (مجمع الانہر

۳۰/۲، دررالحکام شرح غرر الاحکام ۱۱۵/۲)۔

(سلطان نے دشمن کا پیچھا کیا اور اسے نہیں معلوم کہ وہ دشمن کو کہاں پر پائے گا تو اس وقت وہ مسافر نہیں ہوگا، البتہ واپسی میں جب کہ اس کی منزل اور اس جگہ کے مابین جہاں وہ موجود ہے مسافت سفر ہو تو قصر کرے گا)۔

اسی لئے جن اکابر نے مسافت سفر کی ابتدا مسافر کے مکان و گھر کو قرار دیا ہے، ان کی بات قرین قیاس اور صحیح معلوم ہوتی ہے۔

مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

یہ لوگ گھر سے سو میل کی مسافت کا قصد کر کے چلنے سے مسافر ہو گئے، اب جب تک کسی ایک مقام میں پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت نہ کریں مسافر ہی رہیں گے (کفایت المفتی ۳۳۳/۳)۔

ایک دوسرے سوال کے جواب میں تحریر کرتے ہیں:

ہیڈکوارٹر جہاں قیام رہتا ہے، وہاں سے مسافت سفر کا اعتبار ہوگا (کفایت المفتی ۳۳۴/۳)۔

مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب نے بھی مسافت سفر کا آغاز گھر سے مانا ہے، چنانچہ ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

اگر گھر سے نکلنے کے وقت اس نے ارادہ کیا تھا کہ اس دورہ میں منتہائے سفر فلاں مقام ہے جو ۴۸ میل یا زیادہ جائے رہائش سے ہے تو قصر لازم ہے ورنہ نہیں (فتاوی دار العلوم دیوبند ۴۸۴/۴، فتوی ۲۲۹۰)۔

مولانا مفتی نظام الدین صاحب کے بعض فتاوی سے بھی اسی قول کی تائید ہوتی ہے (نظام الفتاوی ۱۶۸/۱)۔

اکابر علماء کی ان عبارتوں سے بالکل واضح ہے کہ مسافت سفر کا شمار مسافر کے اپنے مقام و گھر سے ہوگا، اس لئے اگر کوئی شخص ایسے مقام کا سفر کر رہا ہو جو شہر کی انتہائی حدود سے تو ۴۸ میل کے فاصلہ پر تو نہ ہو، لیکن اس کے گھر سے ۴۸ میل یا اس زیادہ کا فاصلہ ہو تو وہ قصر کرے گا۔

# مسافت سفر

مولانا عبدالحی مفتاحی☆

روایات وآثار کی بنیادوں پر حاصل شدہ مستند اور معتمد فتاوے کی مراجعت سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مسافت سفر کا مبدا اور منتہا خروج ودخولِ عمارات وابنیۂ بلد ہیں۔

اس لئے کہ مثلاً ایک شہر ایک کلومیٹر لمبا ہے اور ایک آدمی ۷۸ کیلومیٹر سفر کے ارادے سے گھر سے نکلتا ہے اور آدھ کلومیٹر اپنی قیام گاہ سے دور ہوتا ہے اس کو قصر کرنا صحیح نہیں، کیونکہ اگر مسافت سفر کی ابتداء اس کے گھر سے ہوتی تو قصر کرنا صحیح ہونا چاہئے، جیسا کہ اپنے شہر سے باہر منزل سے پہلے آدھ کلومیٹر دور ہوگیا تو قصر کرنا صحیح ہوتا ہے، اس آدمی کے لئے قصر کا صحیح نہ ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ مسافت سفر کی ابتداء قیام گاہ سے نہیں بلکہ خروج بیوت سے ہے۔

وہ فتاوے اور فقہی عبارتیں جن سے مسافت سفر کا مبداء اور منتہا خروج ودخول بیوت بلد سمجھ میں آتا ہے، درج ذیل ہیں:

۱-"حکم السفر یتعلق بمجاوزۃ عمرانات المصر من عند جانبہ الذی منہ وکذاحکم الإقامۃ یتعلق بدخولھا" (فتاویٰ النوازل، ص ۱۱۱)۔

۲- "قال محمد: ویقصر حین یخرج من مصرہ ویخلف دور المصر وفی موضع آخر یقول ویقصر إذا جاوز عمرانات المصر، ھذا لأنہ مادام فی عمران المصر لا یعد مسافراً" (المحیط البرہانی ۲/ ۱۴۷)۔

---

☆ مدرسہ منبع العلوم خیرآباد مئو۔

۳- "ويصير مريد السفر مسافراً إذا فارق بيوت البلد ......" (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۱/ ۴۷۳)۔

۴- "واتفق الفقهاء على أن أول السفر الذى يجوز به القصر و نحوه أن يخرج المسافر من بيوت البلد التى خرج منها ويجعلها وراء ظهره أو يجاوز العمران من الجانب الذى خرج منه" (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۲/ ۱۳۴۶)۔

۵- علامہ علاء الدین سمرقندی نے تحفۃ الفقہاء میں سفر شرعی کی شرائط بیان کرتے ہوئے ارقام فرمایا ہے: "هو أن ينوى مدة السفر ويخرج من عمران المصر......" (تحفۃ الفقہاء ۱/ ۱۴۷)۔

۶- علامہ کاسانی نے بدائع الصنائع میں سفر شرعی کی شرائط بیان کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے: "الثالث: الخروج من عمران المصر فلا يصير مسافراً بمجرد نية السفر مايخرج من عمران المصر" (بدائع الصنائع ۱/ ۹۴)۔

۷- کنز الدقائق کی عبارت "من جاوز بيوت مصره" کی شرح میں صاحب البحر الرائق علامہ ابن نجیم تحریر فرماتے ہیں: "بيان للموضع الذى يبتدأ فيه القصر...... فهو مجاوزة بيوت المصر" (البحر الرائق ۱/ ۱۲۸)۔

۸- "لايصير الشخص مسافراً بمجرد نية السفر يشترط معه الخروج قال محمد: يقصر حين يخرج من مصره ويخلف دور المصر، وفى الغياثية والمعتبر من الخروج أن يجاوز المصرو عمراناته هو المختار وعليه الفتوىٰ" (الفتاویٰ التاتارخانیہ ۲/ ۴)۔

۹- "من خرج مسافراً صلى ركعتين إذا فارق بيوت المصر" (اللباب فی شرح الکتاب جزء ۱/ ص ۱۱)۔

۱۰- "فيجب على المسافر إذا جاوز بيوت مصره أو ماتصل به من

فناء ه قصر الرباعية " (الخلاصۃ البہیۃ فی مذہب الحنفیہ رص ۸۰)۔

ان تمام نصوص فقہیہ سے ثابت ہوتا ہے کہ سفر شرعی کی ابتداء اور انتہا شہر کے مکانات و عمارات سے خروج و دخول پر ہی ہوگی، کیونکہ اگر مسافر کی قیامگاہ مسافت سفر کا مبداء اور منتہا ہوتی تو بیوت بلد سے خارج اور داخل ہونے پر حکم سفر کو معلق نہ کیا جاتا۔

نیز ان مذکورہ نصوص سے سفر شرعی کے نفاذ کی ایک اور شرط معلوم ہوتی ہے، جیسا کہ دو شرطیں یعنی پندرہ دن سے کم کی نیت سفر کا ہونا اور مسافت سفر کا ۷۸ رکلومیٹر ہونا اور وہ تیسری شرط بیوت بلد سے تجاوز کرنا ہے، کل تین شرطیں ہوگئیں۔

لہٰذا جس صورت میں یہ تینوں شرطیں پائی جائیں گی اس صورت میں سفر شرعی کا حکم نافذ ہوگا ورنہ نہیں، اس کے بعد موصول شدہ سوالنامہ میں الف اور ب کے تحت جو دو سوال مذکور ہیں ان کا جواب آسانی سے حل ہوجائے گا کہ ان دونوں صورتوں میں سفر شرعی کا حکم نافذ نہیں ہوگا، کیونکہ شرط ثالث یعنی خروج من بیوت البلد مفقود ہے۔

مذکورہ بالا فقہی نصوص کی بنیاد وہ روایات وآثار اور شروحات حدیث ہیں جو ذیل میں درج ہیں:

۱- "عن أبی هريرةؓ قال: سافرت مع النبی ﷺ و مع أبی بكرؓ وعمرؓ كلهم صلى من حين يخرج من المدينة إلى أن يرجع إليها ركعتين والمسير والمقام بمكة" (المختصر من آثار السنن و اعلاء السنن ۳ ص ۹۸، بحوالہ مسند ابی یعلی)۔

المختصر کے حاشیہ پر درج ذیل عبارت ہے:

"دل الحديث على أن القصر ابتدائه من حين يخرج المسافر من بلده والخروج من البلد إنما يتحقق بمفارقة بيوت عمرانه" (بحوالہ اعلاء السنن)۔

۲- "عن ابن عمرؓ كان يقصر الصلاة حين يخرج من بيوت المدينة ويقصر إذا رجع حتى يدخل بيوتها" (المختصر ر ۹۸ بحوالہ مصنف عبد الرزاق)۔

۳- "عن أبی حرب بن الأسود أن علیاً لماخرج من البصرة فأتی خصا،فقال :لو جاوزنا هذا الخص لصلینا رکعتین" (البنایہ شرح الہدایہ ۳/۱۶)۔

۴- "عن أنسؓ أن رسول الله ﷺ صلی الظهر بالمدینة أربعاً وصلی العصر بذی الحلیفة رکعتین'' (متفق علیہ)۔

"رکعتین'' کے تحت صاحب مرقاۃ ملاعلی قاری رقمطراز ہیں:

"لأنه کان فی السفر ، اعلم أنه لایجوز القصر إلا بعد مفارقته ببنیان البلد عند أبی حنیفة والشافعی وأحمد'' (مرقاۃ المفاتیح ۳/۲۱۹)۔

اسی طرح صاحب مرعاۃ المفاتیح مولانا عبیداللہ صاحب مبارکپوری باب صلوۃ السفر کے تحت تین صفحہ تک ایک طویل گفتگو کے بعد لکھتے ہیں:

"وأما الموضع الذی یبدأ المسافر بقصر الصلوة ، فقال ابن قدامة : لیس لمن نوی السفر القصر حتی یخرج من بیوت مصره أو قریته ویخلفها وراء ظهره ، قال: وبه قال مالک والأوزاعی وأحمد والشافعی وأبو اسحاق و أبوثور"۔

چند سطروں کے بعد لکھتے ہیں:

"الحدیث دلیل علی أن من أراد السفر لا یقصر حتی یبرز من البلد لأن النبی ﷺ لم یقصر حتی خرج من المدینة'' (مرعاۃ المفاتیح ۴/۳۸۱/۳۸۲)۔

صاحب فتح الباری ابن حجر عسقلانی "باب یقصر إذا خرج من موضعه'' کے ذیل میں لکھتے ہیں: " یعنی إذا قصد سفراً تقصر فی مثله الصلوة وهی من المسائل المختلف فیها أیضا۔

قال ابن المنذر: اجمعوا علی أن لمن یرید السفر أن یقصر إذا خرج عن جمیع البیوت القریة التی یخرج منها واختلفوا فیما قبل الخروج عن البیوت۔

فذهب الجمهور إلى أنه لا بد من مفارقة جميع البيوت، ورجح ابن المنذر الأول بأنهم اتفقوا على أنه يقصر إذا فارق البيوت......

قال: ولا أعلم النبي ﷺ قصر في شئ من أسفاره إلا بعد خروجه عن المدينة" (فتح الباری ۲/۷۲۵)۔

☆☆☆

# سفر کی ابتداء آبادی کے نکلنے کے بعد

مولانا محمد شاہد قاسمی ☆

یہ بات اجماعی ہے کہ شرعی مسافر وہ شخص ہے جو تین دن کی مسافت کا قصد کر کے اپنے گھر سے نکل جائے، اس میں تین قیود ہیں: ایک جس جگہ جانے کا ارادہ ہو، اس کا کم از کم تین دن کی مسافت پر واقع ہونا، دوسری قید سفر کی نیت کا ہونا اور تیسری قید عمل خروج کا پایا جانا۔

**"ولا یصیر مسافرا حتی یخرج، و یصیر مقیما بمجرد النیة، کذا فی محیط السرخسی"** (ہندیہ ۱/ ۱۴۰)۔

## شرعی مسافر کی سہولتیں:

شرعی مسافر کو شریعت نے متعدد سہولتیں مرحمت فرمائی ہیں: رباعی نماز میں قصر کرنا، صوم رمضان کو اس وقت نہ رکھ کر بعد میں رکھنا، جمعہ، عیدین وغیرہ کا واجب نہ ہونا اور خفین پر مسح کی مدت تین دن و رات کا ہونا۔

## کیا ان سہولتوں کے حصول کے لئے کوئی شرط ہے:

ان سہولتوں میں بعض وہ ہیں جن کے حصول کے لئے کوئی شرط نہیں ہے، مثلاً جب آدمی اپنے گھر سے نکل گیا تین دن کی مسافت کے ارادے سے، تو اس کے لئے خفین پر مسح کی مدت تین دن و تین رات ہوجائے گی، بعض سہولتیں وہ ہیں جن کے حصول کے لئے شرطیں ہوتی ہیں، جب تک وہ شرطیں نہ پائی جائیں، اس وقت تک وہ سہولت حاصل نہیں ہوسکتی، ہر چند کہ نفس سفر

☆ جامعہ فیضان القرآن، احمد آباد۔

متحقق ہوگیا ہو، مثلاً نماز ہے، اس کے لئے صرف مسافر ہونا کافی نہیں ہے، بلکہ جس آبادی سے وہ سفر کر رہا ہے، اس آبادی سے تجاوز کرنا قصر نماز کے لئے شرط ہے، جب تک آبادی سے تجاوز نہ کرجائے، نماز میں قصر جائز نہیں ہے، جس کی دلیل حضرت علیؓ کا یہ واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ وہ بصرہ سے سفر کے ارادہ سے نکلے، ابھی شہر بصرہ سے مکمل باہر نہیں ہوئے تھے، بلکہ چند مکانات نکلنے کے لئے باقی تھے کہ عصر کی نماز کا وقت ہوگیا، حضرت علیؓ نے اسی مقام پر نماز پوری ادا کی، بعد نماز ان مکانات کو دیکھ کر ارشاد فرمایا: ''أما لو كنا جاوزنا هذا الخص لقصرنا'' (مصنف عبد الرزاق ۵۲۹/۲، رقم: ۴۳۱۹)۔

## آبادی سے تجاوز قصر نماز کے لئے شرط ہے نہ کہ ثبوت مسافرت کے لئے:

سفر کا تحقق عمل خروج سے ہوجاتا ہے، لیکن قصر نماز کے لئے تجاوز عن العمران شرط ہے، ایسا ہرگز نہیں ہے کہ آبادی سے تجاوز پر آدمی مسافر ہوتا ہے، اور اس سے پہلے مسافر نہیں ہوتا ہے۔

علامہ برہان الدین بخاری تحریر فرماتے ہیں:

"قال محمد رحمه الله تعالى: و لايقصر حتى يخرج من مصره و يخلف دور المصر، و في موضع آخر يقول: و يقصر إذا جاوز عمرانات المصر قاصدا مسيرة ثلاثة أيام و لياليها، و هذا لأنه ما دام في عمرانات المصر فهو لا يعد مسافرا، و الأصل في ذلك ما روى عن عليؓ أنه خرج من البصرة يريد السفر فجاء في وقت العصر فأتمها ثم نظر إلى خص أمامه فقال: أما لو كنا جاوزنا هذا الخص لقصرنا" (المحيط البرہانی ۳۸۷/۲)۔

ایک دوسرے مقام پر تحریر فرماتے ہیں:

"فعرفنا أن الشرط أن يتخلف من عمرانات المصر لا غير" (۳۸۷/۲)۔

ہدایہ میں ہے:

"و إذا فارق المسافر بيوت المصر صلى ركعتين، لأن الإقامة تتعلق

بدخولها فيتعلق السفر بالخروج عنها"۔

محقق ابن ہمام فرماتے ہیں:

"قوله (اذا فارق) بيان لمبدأ القصر" (فتح القدیر ۲/۸)۔

ان تمام عبارتوں سے معلوم ہوا کہ شہر یا قریہ کی آبادی سے تجاوز کرنا قصر کے لئے شرط ہے نہ کہ ثبوت مسافرت کے لئے، رہا علامہ بخاری کا یہ ارشاد: "و هذا لأنه ما دام في عمرانات المصر فهو لا يعد مسافرا"، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ قصر نماز کے حکم میں وہ مسافر نہیں شمار ہوگا، کیوں کہ آبادی سے تجاوز جو کہ شرط ہے، فوت ہو رہا ہے، اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ آبادی سے نکلنے سے پہلے وہ مسافر ہی نہیں ہوگا۔

## مسافت سفر کا مبدأ اور منتہا کون سا مقام ہے؟

شہر یا گاؤں کے جس علاقہ سے وہ نکل رہا ہے، وہیں سے مسافت کی ابتدا شمار کی جائے گی، مصر یا قریہ کی تمام آبادی کے ختم سے مسافت کا آغاز نہیں ہوگا، اسی طرح دوسرے شہر یا گاؤں کے جس حصے تک جانے کی نیت ہو، وہی حصہ منتہائے مسافت ہوگا، لہذا ان دونوں مقام کے درمیان کی مسافت اگر تین دن کے بقدر ہوگی یا اس سے زیادہ ہوگی، تو وہ شخص شرعی مسافر ہوگا اور اگر اتنی مسافت نہ ہو، تو شرعی مسافر نہیں ہوگا، اس لئے کہ فقہاء نے فرمایا ہے کہ اگر اپنے گھر سے منزل مقصود تک پہنچنے کے دو راستے ہوں، ایک کی مسافت تین یوم کے بقدر ہوجاتی ہو اور دوسرے کی نہیں ہوتی ہو، تو جس راستے کو اختیار کرے، اسی کے اعتبار سے حکم لگایا جائے گا، اگر پہلے کو اختیار کرتا ہے، تو شرعی مسافر ہوگا اور اگر دوسرے کو اختیار کرتا ہے تو شرعی مسافر نہیں ہوگا اور یہ بھی فرمایا ہے کہ قصر نماز کے لئے جو آبادی سے نکلنا شرط ہے تو اسی جہت کی آبادی سے نکلنا شرط ہے جس جہت سے وہ سفر کر رہا ہے، اگر جس جہت سے وہ سفر کر رہا ہے تجاوز کر گیا، تو اس کے لئے قصر جائز ہوجائے گی، ہر چند کہ اس کے مقابل دوسری جہت میں آبادی ہو، ان دونوں باتوں کا مقتضی یہ ہے کہ جس مقام سے وہ سفر کے لئے نکل رہا ہے، وہی مقام مبدأ مسافت ہو۔

علامہ ابن عابدین شامی تحریر فرماتے ہیں:

"و لو جاوز العمران من جهة خروجه، و كان بحذائه محلة من الجانب الآخر يصير مسافرا، إذ المعتبر جانب خروجه" (ردالمحتار ۱/ ۵۲۸)۔

"و أطلق في المجاوزة فانصرفت من الجانب الذي خرج منه، و لا يعتبر مجاوزة محله بحذائه من الجانب الآخر" (بحر ۲/ ۱۲۸)۔

"وفي فتاوى قاضي خان : الرجل إذا قصد بلدة و إلى مقصده طريقان: أحدهما مسيرة ثلاثة أيام و لياليها والآخر دونها فسلك الطريق الأبعد كان مسافرا عندنا، وإن سلك الطريق الأقصر يتم" (البحرالرائق ۲/ ۱۲۹)۔

کبیری کی عبارت تقریباً صریح ہے، اس بات پر کہ مبدأ مسافت شہر یا گاؤں کا وہ مقام ہے جس میں وہ رہتا ہے، نہ کہ شہر یا گاؤں کا آخری حصہ۔

"من فارق بيوت موضع هو فيه من مصر أو قرية ناويا الذهاب إلى موضع بينه و بين ذلك الموضع المسافة المذكورة صار مسافرا" (کبیری شرح منیۃ المصلی/ ۴۹۹)۔

(جو شخص شہر یا گاؤں کے اس مقام کے گھروں سے تجاوز کر جائے جس میں وہ رہ رہا ہے، ایسی جگہ کی نیت سے جس کے درمیان اور اس مقام کے درمیان مذکورہ مسافت ہو، تو وہ مسافر ہو جائے گا)۔

علامہ سرخسی فرماتے ہیں:

"ولا يصير مسافرا بالنية، و يصير مقيما بمجرد النية" (ہندیہ ۱/ ۱۴۰)۔

علامہ برہان الدین بخاری تحریر کرتے ہیں:

"لايصير الشخص مسافرا بمجرد النية ، بل يشترط معه الخروج" (المحیط البرہانی ۲/ ۳۸۶)۔

یعنی مسافر ہونے کے لئے صرف نیت کافی نہیں ہے، بلکہ عمل خروج ضروری ہے اور عمل خروج اپنے گھر سے ہی نکلنے پر متحقق ہو جاتا ہے، اس لئے مسافت سفر کا مبدأ بھی وہی ہوگا۔

مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی تحریر فرماتے ہیں: ہیڈ کوارٹر جہاں قیام رہتا ہے، وہاں سے مسافت سفر کا اعتبار ہوگا (کفایت المفتی ۴/۳۳۲)۔

علامہ ابن نجیم مصری رقمطراز ہیں:

**"قوله: (من جاوز بیوت مصره مریدا سیرا وسطا ثلاثة أیام فی بر أو بحر أو جبل قصر الفرض الرباعی) بیان للموضع الذی یبتدأ فیه القصر و لشرط القصر و مدته و حکمه"** (بحر ۲/۱۲۸)۔

دیکھئے ابن نجیم نے فرمایا کہ آبادی سے باہر کی جگہ وہ جگہ ہے جہاں سے قصر کی ابتدا ہوئی ہے، "**بیان للموضع الذی یبتدأ فیه القصر**"، یہ نہیں فرمایا کہ وہ جگہ ہے جہاں سے مسافت سفر کا آغاز ہوتا ہے، اگر آبادی کے باہر سے مسافت کا بھی آغاز ہوتا جیسا کہ وہیں سے قصر کا آغاز ہوتا ہے، تو ابن نجیم دونوں کی تصریح فرماتے، مگر انہوں نے ایک کی تصریح فرمائی اور دوسری کی نہیں فرمائی، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آبادی کے باہر سے مسافت سفر کا آغاز نہیں ہوگا، رہا یہ سوال کہ پھر کہاں سے ہوگا؟ جواب یہ ہے کہ جہاں سے خروج کی ابتدا ہورہی ہے وہیں سے مسافت کی ابتدا ہوگی، اس لئے کہ یہی ظاہر کا تقاضہ ہے۔

جب مبدأ شہر کا وہ مقام ہے جہاں سے وہ نکل رہا ہے، تو منتہا بھی وہی مقام ہوگا جہاں کے قصد سے وہ نکلا ہے۔

**اب اصل سوال کے جوابات تحریر کئے جاتے ہیں:**

۱- اگر اپنے گھر سے ۴۸ میل، یا تین دن کی مسافت طے کرلے، مگر ابھی شہر کی حدود سے باہر نہیں نکلا ہے اور آگے جانے کا بھی قصد نہیں ہے، تو وہ شخص شرعی مسافر ہو جائے گا اور اس کے لئے وہ سہولتیں حاصل ہوں گی جن کے حصول کے لئے آبادی سے تجاوز کرنا شرط نہیں ہے، مثلاً

نشین پر تین دن وتین رات تک مسح کی سہولت، لیکن جس سہولت کے لئے آبادی سے تجاوز کرنا شرط ہے، مثلاً قصر نماز کی سہولت، اس سے وہ محروم رہے گا، دلائل ماقبل میں گذر چکے۔

**۲-** اگر کوئی شخص ایسے مقام کے ارادے سے سفر شروع کرے جو شہر کی انتہائی حدود سے تو ۴۸ میل کے فاصلہ پر نہ ہو، البتہ اس کے گھر کے پاس سے ۴۸ میل یا اس سے زیادہ کا فاصلہ ہو، تو ایسا شخص شرعی مسافر ہو جائے گا، لیکن وہ اس وقت تک قصر نہیں کرے گا جب تک کہ اپنے شہر کی آبادی سے باہر نہ ہو جائے، کیوں کہ مسافت سفر کا مبدأ اپنا گھر ہے اور قصر نماز کے لئے آبادی سے تجاوز ضروری ہے۔

امام محمد تحریر فرماتے ہیں:

**"قلت: أرأيت إذا خرج من مصره، وهو يريد السفر فحضرت الصلاة، و أمامه من مصره ذلك دار أو داران؟ قال: يصلي صلاة المقيم ما لم يخرج من مصره ذلك حتى يخلف ذلك المصر، قلت: فإن كان بينه و بين المصر الذي خرج إليه فرسخ أو أقل من ذلك، و هو يريد المقام فيه أيصلي صلاة مسافر أو صلاة مقيم؟ قال: بل صلاة مسافر حتى يدخلها"** (المبسوط للامام محمد ۲۶۶/۱)۔

(راوی کہتے ہیں کہ میں نے کہا: بتائیے جب کوئی شخص سفر کے ارادے سے اپنے شہر سے نکلے اور نماز کا وقت ہو جائے، جب کہ ابھی اس کے سامنے اس شہر کا ایک یا دو گھر ہو، (تو وہ مسافر کی نماز پڑھے یا مقیم کی؟)، ارشاد فرمایا کہ مقیم کی نماز پڑھے، جب تک کہ اس شہر سے اس طرح نہ نکل جائے کہ اس کو پیچھے چھوڑ دے، میں نے کہا: پھر اگر اپنے شہر کے نکلنے اور جس شہر کی طرف نکلا ہے ان دونوں کے درمیان ایک فرسخ یا اس بھی کم ہو اور اس کا ارادہ اس شہر میں قیام کرنے کا ہو، تو مسافر کی نماز پڑھے گا یا مقیم کی؟ ارشاد فرمایا کہ مسافر کی نماز پڑھے گا، یہاں تک کہ اس میں داخل ہو جائے)۔

# سفر شرعی

مفتی شبیر علی گجراتی ☆

سفر طویل چاہے آبادی میں ہو چاہے آبادی سے باہر ہو، اس میں مشقت ہوتی ہے اور "**المشقة تجلب التيسير**" اور تیسیر کا مطلب یہی ہے کہ قصر کرے اور مفتی کفایت اللہ صاحب نے لکھا ہے کہ مسافت سفر جہاں سے سفر کی ابتداء کر رہا ہے وہیں سے ہے (کفایت المفتی ۳/ ۳۵۳)۔

مولانا تقی عثمانی صاحب نے اب نئے حالات کے اعتبار سے یہی رائے ظاہر کی ہے کہ طویل سفر چاہے ایک شہر میں مسافت سفر ہو تو وہ قصر کرے گا اور جو فقہاء لکھتے ہیں کہ جب تک وہ آبادی سے نہ نکلے تو اتمام کرے تو وہ پہلے زمانہ کی آبادیوں کے اعتبار سے تھا جو کہ مختصر ہوا کرتی تھی، اب چونکہ شہری میں مسافت طویل ہوتی ہے، لہذا محلّہ کے اعتبار سے جو حدود متعین کیا ہے اس سے نکلنا ضروری ہوگا، مولانا تقی عثمانی نے اپنے سابق مسئلہ کے خلاف رائے ظاہر کی ہے، مثلاً مجھ گاؤں حکومت بمبئی نے ان کی حدود متعین کی ہے، اسی طرح کاسٹ پور اور مدن پورہ وغیرہ کی بھی حدود متعین کی ہے، لہذا مجھ گاؤں سے آدمی چلتا ہے تو مجھ گاؤں کی حدود کے اندر اندر ہو جو حکومت نے متعین کی ہے اتمام کرے گا، وہاں سے باہر نکل گیا تو قصر کرے گا۔ یہ میری رائے ہے۔

☆☆☆

☆ دار العلوم فلاح دارین ترکیسر، سورت۔

# جوازِ قصر کے لئے خروج بلد ضروری

مفتی حبیب اللہ قاسمی ☆

ابتداء سفر کے سلسلہ میں حضرات فقہاء کی جو تصریحات ملتی ہیں، وہ درج ذیل ہیں:

"من خرج من عمارة موضع إقامته من جانب خروجه وإن لم يجاوز من الجانب الآخر" (درمختار ۱/۵۲۵)۔

"فالمعتبر المجاوزة من الجانب الذي خرج منه حتى لو جاوز عمران المصر قصر و إن كان بحذائه من جانب آخر بنية" (موسوعہ ۲۵/۳۱، فتاوی ہندیہ ۱/۹۳)۔

"من جاوز بيوت مصره من جانب خروجه إلى أن قال قصر الفرض الرباعي" (مجمع الانہر ۱/۱۶۰)۔

والثالث الخروج من عمران المصر فلا يصير مسافرا بمجرد النية (بدائع ۱/۹۴)۔

ان عبارات سے چند اصولی باتیں معلوم ہوتی ہیں:

۱- شہری آبادی میں رہنے والوں کے لئے شہر کی آبادی سے نکلنا ابتداء سفر کے لئے ضروری ہے۔

۲- جس گوشہ سے سفر شروع کیا گیا ہے اسی گوشہ کی آبادی سے باہر ہونا معتبر ہے۔

---

☆ جامعہ اسلامیہ دار العلوم مہذب پور، اعظم گڈھ۔

۳- صرف نیت سفر کافی نہیں خروج ضروری ہے۔

ان جزئیات کے تناظر میں درج ذیل امور مفہوم ہوتے ہیں:

۱- جن بڑے شہروں کی مسلسل آبادی میلوں پھیلی ہوئی ہو، ان شہروں میں جب کوئی شخص ۴۸ میل یا اس سے زیادہ سفر کی نیت سے اپنے گھر سے نکلے تو قصر کی ابتدا اس وقت ہوگی جب وہ شہر کی پوری آبادی سے باہر ہو جائے، اگر پوری آبادی سے باہر نہ نکل پایا، خواہ اپنے گھر سے ۴۸ میل کا سفر کر چکا ہو تب بھی وہ اتمام کرے گا۔

۲- اس صورت میں بھی اتمام کرنا ہوگا۔

☆☆☆

# سفر شرعی اور اسلامی نقطۂ نظر

مفتی محمد سلمان منصور پوری☆

۱-   شہر میں رہتے ہوئے آدمی مسافر نہیں ہوتا، بلکہ شہر کی آبادی سے نکلنے کے بعد مسافر ہوتا ہے، لہٰذا مسئولہ صورت میں یہ شخص مسافر نہیں ہوگا، بلکہ مقیم ہی رہے گا اور اس پر اتمام لازم ہوگا۔

"والثالث الخروج من عمران المصر فلا يصير مسافرا بمجرد النية مالم يخرج من عمران المصر لأن النية إنما تعتبر إذا كانت مقارنة للفعل لأن مجرد العزم عفو و فعل السفر لا يتحقق إلا بعد الخروج من المصر فما لم يخرج لا يتحقق قران النية بالفعل فلا يصير مسافرا" (بدائع الصنائع ۱/ ۲۶۴)۔

"قال محمد: يقصر حين يخرج من مصره و يخلف دور المصر" (ہندیہ ۱/ ۱۳۹، فتاوی محمودیہ جدید ۷/ ۴۴۲)۔

۲-   آدمی پر مسافر ہونے کا حکم اس وقت لگتا ہے جب کہ اپنے شہر کی آبادی سے باہر نکل جائے اور گھر یا اپنے محلّہ سے نکل جانے سے مسافر نہیں ہوتا، لہٰذا جب یہ مسافر نہیں ہوگا تو مسافت سفر کی ابتدا بھی اس کے اصل گھر سے نہ ہوگی، بلکہ اس جگہ سے ہوگی جہاں سے وہ مسافر بن رہا ہے، اصول و جزئیات سے یہی بات معلوم ہوتی ہے، البتہ شہر کی تحدید میں عرف کا لحاظ رکھا جائے گا، اگر دو بڑی آبادیاں متصل ہو جائیں تو سرکاری کاغذات اور عرف کے اعتبار سے ایک آبادی کی جو حد مقرر ہو اس سے تجاوز کرنے سے سفر کا حکم شروع ہوگا (فتاوی محمودیہ جدید ۷/ ۵۴۴،

☆ مدرسہ شاہی، مرادآباد۔

فتاوی رحیمیہ ۶/ ۳۶۴)۔

قال فی المحیط البرہانی: "قال محمد رحمه الله تعالى:و لايقصر حتى يخرج من مصره و يخلف دور المصر، و في موضع آخر يقول: و يقصر إذا جاوز عمرانات المصر قاصدا مسيرة ثلاثة أيام و لياليها، و هذا لأنه ما دام في عمرانات المصر فهو لا يعد مسافرا، و الأصل في ذلک ما روى عن عليؓ أنه خرج من البصرة يريد السفر فجاء في وقت العصر فأتمها ثم نظر إلى خص أمامه فقال: أما لو كنا جاوزنا هذا الخص لقصرنا، و على هذا إذا كانت المحلة بعيدة من المصر و كانت قبل ذلک متصلة بالمصر فإنه لا يقصر حتى يجاوز تلک المحلة لأن تلک المحلة من المصر" (المحیط البرہانی ۲/ ۳۸۷)۔

"فلا يصير مسافرا قبل أن يجاوز عمران ما خر ج منه من الجانب الذى خرج حتى لو كان ثمة محلة منفصلة عن المصر و قد كانت متصلة به لايصير مسافرا ما لم يجاوزها" (ردالمحتار ۳/ ۶۰۰)۔

"الصحيح ما ذكر أنه يعتبر مجاوزة عمران المصر لاغير، إلا إذا كان ثمة قرية أو قرى متصلة بربض المصر، فحينئذ تعتبر مجاوزة القرى بخلاف القرية التى تكون متصلة بفناء المصر، فإنه يقصر الصلاة و إن لم يجاوز تلک القرية" (ہندیہ ۱/ ۱۳۹)۔

☆☆☆

# مسافت سفر اور اس کے شرعی احکام

مولانا عبد اللہ خالد☆

مسافر کو شریعت نے یہ سہولت دی ہے کہ وہ سفر میں نماز مختصر کرلے، یعنی جن اوقات میں چار رکعت فرض ہیں ان میں صرف دو رکعت پڑھے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

"و إذا ضربتم في الأرض فليس عليكم جناح أن تقصروا من الصلوة" (سورۂ نساء/۱۰۱)۔

اسی طرح اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

"صدقة تصدق الله بها عليكم فاقبلوا صدقة" (مسلم ۲۴۱/۱)۔

(یعنی یہ صدقہ (عطیہ) ہے جو اللہ تعالی نے تمہیں دیا ہے، پس اسے قبول کرو)۔

ان دو رکعت پڑھنے کو شریعت کی زبان میں قصر کہتے ہیں۔

اس قصر کے بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے:

امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک قصر کرنا رخصت ہے، یعنی اس کو کرنے اور نہ کرنے کے درمیان اختیار ہے، لیکن کرنا اولی ہے۔

امام مالک کے نزدیک سنت مؤکدہ ہے۔

امام ابوحنیفہ کے نزدیک واجب ہے، یعنی اس کا کرنا ضروری ہے۔

## قصر کا حکم کب سے ہوگا؟

اس بات پر فقہاء کرام کا اتفاق ہے کہ مسافر کے لئے نماز میں قصر کا حکم اس وقت

☆ دار العلوم مدرسہ عربیہ لونا واڑہ، گجرات۔

ہوگا جب وہ اپنی جگہ کی آبادی سے باہر نکل جائے۔

چنانچہ علامہ وہبہ زحیلی فرماتے ہیں:

"و قد اتفق الفقهاء على أن اول السفر الذى يجوز به القصر و نحوه هو أن يخرج المسافر من بيوت البلد التى خرج منها و يجعلها وراء ظهره أو يجاوز العمران من الجانب الذى خرج منه" (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۲/ ۳۲۴)۔

اسی طرح سید سابق فرماتے ہیں:

"ذهب الجمهور إلى أن قصر الصلاة بمفارقة الحضر و الخروج من البلد و إن ذلک شرط" (فقہ السنہ ۱/ ۲۱۳)۔

آپ ﷺ کے متعلق بھی آتا ہے کہ آپ ﷺ ہمیشہ مدینہ سے باہر نکل کر ہی قصر فرماتے تھے، علامہ ابن منذر فرماتے ہیں:

"ولا أعلم أن النبى ﷺ قصر فى سفر من أسفاره إلا بعد خروجه من المدينه" (فقہ السنہ ۱/ ۲۱۳)۔

۱ - مذکورہ عبارات سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ مسافر کو قصر کی سہولت مکمل طور پر آبادی سے باہر نکل کر حاصل ہوگی چاہے شہر کی آبادی بڑی ہی کیوں نہ ہو۔

چنانچہ محیط برہانی میں ہے:

"قال محمد: ولا يقصر من مصره و يخلف دور المصر ، و فى موضع آخر يقول: و قصر إذا جاوز عمرانات المصر قاصدا مسيرة ثلاثة أيام و لياليها، و هذا لأنه ما دام فى عمرانات المصر لا يعد مسافرا" (المحیط البرہانی ۲/ ۳۸۷)۔

علامہ شامی فرماتے ہیں:

"قال فى شرح المنية : فلا يصير مسافرا قبل أن يفارق عمران ما خرج منه، حتى لو كان ثمة محلة منفصلة عن المصر و قد كانت متصلة به

**لایصیر مسافرا ما لم یجاوزھا**" (ردالمحتار ۱/ ۵۲۵)۔

اسی طرح تبیین الحقائق میں ہے:

"**فإنه یقصر إذا فارق بیوت المصر**" (تبیین الحقائق ۱/ ۲۰۹)۔

علامہ طحطاوی کے قول سے بھی مزید وضاحت ہوتی ہے، وہ فرماتے ہیں:

"**(إذا جاوز بیوت مقامه) عبر بالجمع یفید اشتراط مجاوزة الکل فیدخل فیه محلة منفصلة**" (حاشیۃ الطحطاوی/ ۲۳۰)۔

ان عبارتوں سے اور اس سے پہلے کی عبارتیں جن میں فقہاء کا اتفاق نقل کیا گیا، ان سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ قصر آبادی سے باہر نکل کر ہی ہوگا چاہے آبادی کی مسافت سفر کے مسافت کے برابر کیوں نہ ہو۔

ایک شخص بڑے شہروں میں اپنے محلے سے نکلتے ہی مسافر ہوجاتا ہے یا حدود شہر کو پار کرکے، اس سوال کے جواب میں مفتی محمود الحسن صاحب فرماتے ہیں:

محلّہ سے نہیں بلکہ آبادی سے خارج ہونے پر مسافر شمار ہوگا (فتاوی محمودیہ ۷/ ۵۴۰)۔

۲- اس سلسلہ میں فقہاء نے کوئی وضاحت نہیں کی ہے کہ مسافت سفر کہاں سے شمار کیا جائے گا، اپنے مکان سے یا حدود شہر سے نکل کر، لیکن فقہاء کی عبارات سے جو بات راقم کے نزدیک واضح ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ سفر کے تمام احکام آبادی سے باہر نکل کر ہی ہوتے ہیں اور اس میں ان کی تاکید معلوم ہوتی ہے، چنانچہ علامہ طحطاوی "**إذا جاوز بیوت مقامه**" کی شرح میں فرماتے ہیں: "**عبر بالجمع یفیداشتراط مجاوزة الکل**"۔

اسی طرح علامہ شامی فرماتے ہیں:

"**فلا یصیر مسافرا قبل أن یفارق عمران**"۔

اور آگے فرماتے ہیں:

"**لایصیر مسافرا ما لم یجاوزھا**"

یعنی آبادی سے باہر نکل کر ہی سفر کے احکام جاری ہوں گے، اسی لئے مسافت سفر بھی وہاں سے شمار کیا جانا چاہئے۔

دوسری بات یہ ہے کہ عرف میں بھی مسافت سفر حدودشہر سے ہی شمار کیا جاتا ہے۔

اسی طرح کا رجحان مفتی محمود الحسن صاحب کا بھی ہے، وہ فرماتے ہیں:

وطن کے آخری مکان سے سفر کی مسافت شروع ہوگی اور جس بستی میں جانا ہے اس کی ابتدائی سرحد تک مجموعی مسافت کو دیکھا جائے گا (فتاوی محمودیہ ۷/۴۶۷)۔

نیز مفتی یوسف صاحب لدھیانوی کی بھی یہی رائے ہے، وہ کراچی کے بارے میں فرماتے ہیں:

اگر آپ کراچی کی حدود ختم ہونے کے بعد ۷۷ کلومیٹر یا اس سے زیادہ دور جاتے ہیں تو نماز قصر کریں گے (آپ کے مسائل اوران کا حل ۲/۳۸۰)۔

مفتی شفیع صاحب کی بھی یہی رائے معلوم ہوتی ہے، انہوں نے مفتی تقی عثمانی صاحب کے ایک فتوی میں تصدیق کی ہے جس میں مفتی تقی صاحب فرماتے ہیں:

اگر پوسٹ جس کی چیکنگ کے لئے جارہا ہے شہر کی آخری حدود سے ۴۸ میل دور ہے تو قصر کرسکتا ہے (فتاوی عثمانی ۱/۵۵۰)۔

اسی لئے راقم کا رجحان یہی ہے کہ مسافت سفر کا اعتبار حدودشہر سے ہوگا۔

☆☆☆

# مسافت سفر کے آغاز کا مسئلہ

مولانا سلطان احمد اصلاحی ☆

سوال نامہ میں زیر نظر مسئلہ کی جو وضاحت کی گئی ہے اس کے پیش نظر دونوں سوالوں کے جواب حسب ذیل ہیں:

**الف** ۔ ہاں اس پر مسافر کے احکام جاری ہوں گے اور وہ نماز میں قصر کرے گا۔

**ب** ۔ ایسا شخص بھی قصر کرے گا، اتمام نہیں کرے گا۔

جیسا کہ سوال نامہ کی تنقیح میں اس کا ذکر ہے کہ مسئلہ نئے دور کا ہے جس میں شہروں کی آبادیاں غیر معمولی طور پر پھیل رہی ہیں، لیکن اس سلسلے میں فقہ کا جو متن ہے اس سے یہ مسئلہ آسانی سے حل ہوسکتا ہے، تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ شریعت میں معتبر سفر جس سے کہ احکام میں تبدیلی آتی ہے اس کی تعریف یہ کی گئی ہے:

**"السفر الذی یتغیر به الأحکام هو أن یقصد الإنسان موضعا بینه و بین المقصد مسیرة ثلاثة أیام بسیر الإبل و مشی الأقدام"** (قدوری/ص ۳۴-۳۵)۔

(وہ سفر جس سے احکام میں تبدیلی واقع ہوتی ہے وہ یہ کہ آدمی ایسی جگہ کا قصد کرے جہاں سے اور اس کے درمیان اونٹ کی چال اور پیدل سے تین دن کا راستہ ہو)۔

اونٹ یا پیدل کے اس تین دن کے سفر میں اوسط کا لحاظ ہوگا، جس کا تخمینہ ۴۸ میل سے کیا گیا ہے، جیسا کہ سوال نامہ میں اس کا ذکر ہے، اس میں اس سفر سے متعلق مطلق یہ کہا گیا

☆ ادارہ تحقیق و تصنیف اسلامی، دودھ پور، علی گڑھ۔

ہے کہ آدمی جہاں سے جارہا ہے اور اسے جہاں جانا ہے ان دونوں کے درمیان کا فاصلہ ۴۸ میل کا ہونا چاہئے، جو آج کے کلومیٹر میں ۸۰ کے قریب ہوتا ہے، سو جب اس ۴۸ میل کا تحقق ہوگیا تو آدمی شرعی مسافر ہوگیا، قطع نظر اس کے کہ وہ جس شہر سے چلا تھا وہ ختم ہوا کہ نہیں، اس کے دوسرے جزئیہ میں یہ تفصیل ضرور ہے کہ مسافر کے لئے نماز میں قصر کی سہولت کا آغاز اس وقت سے ہوگا جب کہ وہ شہر کے گھروں سے آگے نکل جائے۔

"و من خرج مسافرا صلی رکعتین إذا فارق بیوت المصر" (قدوری، ص ۳۵)۔

(اور جو شخص مسافر ہوکر نکلے تو جب وہ شہر کے گھروں سے آگے نکل جائے تو دو رکعت (قصر) پڑھے گا)۔

لیکن ظاہر بات ہے کہ یہ پرانے زمانے کے لحاظ سے ہے، جب کہ دنیا کی آبادی کم تھی اور شہر چھوٹے ہوا کرتے تھے، آج صورت حال بدل گئی ہے سو اس کی روشنی میں حکم میں بھی تبدیلی آنی چاہئے، سہولت اور آسانی جو اس دین کی ایک اہم خصوصیت اور اس کے امتیازات میں سے ہے، اس کا بھی تقاضا ہے کہ اس معاملہ میں سختی کے بجائے نرمی کے پہلو کو ترجیح دی جائے، اس رائے کو اس سے بھی تقویت ملتی ہے کہ بہت سے فقہاء کے نزدیک کسی مقدار کی تعیین کے بغیر سفر مطلق موجب رخصت ہے، چنانچہ سفر چھوٹا یا بڑا جیسا بھی ہو، اس کی بنیاد پر نماز میں قصر کے ساتھ مسح علی الخفین وغیرہ اس کی دیگر رخصتوں اور رعایتوں کا اس کو استحقاق ہوجاتا ہے۔

دوسرے سوال (ب) کے سلسلہ میں بھی یہی بات صادق آتی ہے، اوپر "إذا فارق بیوت المصر" والے جزئیہ سے یہ ضرور نکلتا ہے کہ آدمی کو سفر کی سہولت کا استحقاق اس وقت سے ہوگا جب کہ وہ شہر سے باہر نکل جائے، جس کا دوسرا مطلب یہ کہ اس کے سفر کے آغاز کا اعتبار بھی اسی مقام سے ہوگا اور یہاں سے جب اس کا قصد ۴۸ میل کے فاصلے کا ہو تبھی وہ شرعی مسافر ہوگا جس کو نماز کے قصر کی سہولت حاصل ہوتی ہے، لیکن اوپر جواب (الف) میں مسئلہ کی جو

تنقیح کی گئی ہے اس سے ظاہر ہے کہ آج کے حالات میں اس کا اعتبار ضروری نہیں ہے، یہ پرانے دور کے لحاظ سے ہے جب مکہ اور مدینہ جیسے شہروں کی آبادی بھی بیس ہزار کے آس پاس ہوا کرتی تھی، آج کی بدلی ہوئی صورت حال جب ایک بڑے شہر کے اندر ۴۸ میل کے فاصلے کا تحقق ہوجانے پر آدمی شرعی مسافر ہوجاتا ہے، تو مثال کے طور پر ایسے شہر میں اس کا دوگنا فاصلہ طے کرنے کے بعد کسی شخص کو شرعی مسافرت کے زمرے میں لانے کا مطلب اس کو غیر ضروری مشقت میں مبتلا کرنے کے سوا کچھ اور نہیں۔

بنا بریں ایسے شخص کے لئے شرعی مسافرت کا تحقق اس کے گھر کے پاس سے ہوگا، یہاں سے جب وہ ۴۸ میل کا قصد کرلے تو وہ شرعی مسافر ہوجائے گا، شہر کی انتہا کی حدود سے ۴۸ میل کا فاصلہ پورا کرنا ضروری نہیں ہوگا۔

☆☆☆

# آغاز سفر کے احکام ومسائل

مفتی انور علی اعظمی ☆

الف- اگر کوئی شخص اتنے بڑے شہر میں رہتا ہو جس کے دو کناروں کے درمیان کا فاصلہ سوکلومیٹر سے تجاوز کر گیا ہو تو ایسے شہروں میں مسافرت کے آغاز کے لئے شہر کی آخری حدود سے تجاوز کرنے کو بنیاد بنانا انتہائی حرج پیدا کرنے والا حکم ہوگا، شریعت میں تین دن کی مسافت پر مسافر کے لئے رخصتوں کی بنیاد رکھی گئی ہے اور تین دن کے مسافت کی ایک اوسط مقدار ۴۸ میل یا سوا ستتر کلومیٹر ہے، آج جبکہ شہروں کی وسعت بڑھتی جارہی ہے اور دنیا میں ہی نہیں بلکہ ہندوستان میں بھی ایسے شہر موجود ہیں جن کی آبادیوں کا سلسلہ سوکلومیٹر تک پھیلا ہوا ہے، اگر ایسے شہروں میں رہنے والا ایک شخص اپنے مقام سے ۴۸ میل کے ارادے سے نکلتا ہے تو وہ سفر اتنا طویل ہے کہ اس کو سفر کی رخصت ملنی چاہئے، چاہے وہ اپنے شہر کے سلسلہ آبادی کو تجاوز کرے یا نہ کرے، اس سلسلہ میں مفتی کفایت اللہ صاحب اور مفتی نظام الدین صاحب کی آراء آج کے حالات کے زیادہ موافق ہیں۔

مفتی کفایت اللہ صاحب نے مبداء سفر کے لئے اس مقام ومکان کا لحاظ کیا ہے جہاں سے سفر کا آغاز ہورہا ہے، مفتی صاحب نے اپنے مدعا پر شامی کی عبارت "من خرج من عمارة موضع إقامته" سے استدلال کیا ہے، اور مفتی نظام الدین صاحب نے فناء شہر اور ربھہ کو بنیاد بنایا ہے اور جہاں فناء شہر اور ربھہ متصل ہو تو محلّہ کی آبادی کو تجاوز کرنے کو اصل قرار دیا ہے۔

---

☆ دارالعلوم مئو۔

اس سلسلہ میں یہ بات زیادہ واضح معلوم ہوتی ہے کہ اس طرح کے بڑے شہر الگ الگ علاقوں میں تقسیم ہوتے ہیں اور ہر علاقہ خود ایک اچھا خاصہ شہر ہوتا ہے اس میں بس اسٹیشن اور ریلوے اسٹیشن ہوتے ہیں، جیسے ممبئی ایک بہت بڑا شہر ہے مگر اس کے الگ الگ حصے ہیں اور ہر حصہ ایک مستقل شہر کی حیثیت رکھتا ہے، لہذا جو آدمی جس ریلوے اسٹیشن یا بس اسٹینڈ کے قریب ہے اور وہ اپنے سفر کا آغاز بھی عام طور پر وہیں سے کرتا ہے، لہذا اسی جگہ کو مبدأ سفر بنانا زیادہ آسان ہے، مسافت کی مقدار کا شمار وہاں سے کرنے میں سہولت ہے، البتہ احکام سفر کا آغاز اس قریبی ریلوے اسٹیشن یا بس اسٹینڈ کو تجاوز کرنے کے بعد ہونا چاہئے اگر وہ اس علاقہ کی آبادی کے اندر رہو۔

اس تمہید کے بعد یہ عرض ہے کہ اگر کوئی شخص بمبئی شہر میں کرلا یا دادر میں رہتا ہو اور کرلا اسٹیشن سے ۴۸ میل کے ارادہ سے روانہ ہو اور ۴۸ میل کا سفر کرنے کے بعد ابھی بمبئی کا سلسلہ آبادی ختم نہیں ہوا اور اس کی منزل آگئی تو یہ شخص مسافر ہوگا اور اس کے اوپر مسافرت کے احکام لاگو ہوں گے۔

ب۔ اوپر کی تفصیل سے اس حصہ کا جواب بھی واضح ہے اگر وہ شخص ایسے مقام کا سفر کر رہا ہے جو شہر کی انتہائی حدود سے تو ۴۸ میل کے فاصلے پر نہیں ہے، لیکن اس کے گھر کے پاس سے ۴۸ میل یا اس سے زیادہ فاصلے پر ہے تو یہ شخص بھی مسافر ہوگا اور قصر کرے گا، وجہ ظاہر ہے کہ شرع میں جتنی مسافت پر رخصت سفر ملتی ہے یہ شخص اس کا ارادہ کر کے نکلا ہے۔

☆☆☆

# مسافت سفر کی ابتداء

مفتی عزیز الرحمن فتحپوری☆

سفر جائے اقامت سے دوسری جگہ جانے کی نیت سے نکل جانے کا نام ہے اور اس ارادہ سے نکلنے والا مسافر کہلاتا ہے۔

سفر کے سلسلہ میں تین چیزیں بنیادی ہیں : اول مسافتِ سفر، اس سلسلہ میں جو علمی بحثیں ہیں، اہل علم ان سے بخوبی واقف ہیں اور یہ ہمارا موضوع بھی نہیں ہے، دوسری چیز یہ ہے کہ مسافر پر احکامِ سفر کب عائد ہوں گے، گھر سے نکلتے ہی یا اس کے بعد کس مقام سے؟ عبارات فقہاء میں اس موقع پر عام طور سے شہر کی آبادی سے باہر نکل جانے کا تذکرہ ہے، چنانچہ قریب قریب چھوٹی بڑی سبھی کتابوں میں یہ ملتا ہے کہ مسافر جب شہری آبادی سے باہر نکل جائے اس کے بعد قصر کرے گا، اس سے پہلے نماز پڑھنی ہو تو جب تک آبادی سے باہر نہ نکلے پوری نماز پڑھتا رہے، تیسری اہم اور بنیادی بات یہ ہے کہ وہ مسافر کب سے شمار ہوگا، گھر سے نکلتے ہی یا آبادی آنے کے بعد یا کسی اور مقام سے؟ اس سلسلہ میں علامہ کاسانی نے جو تحریر کیا ہے اس سے اس سوال کا جواب مل جاتا ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ مقیم کے مسافر ہو جانے کے لئے تین چیزوں کا اعتبار ضروری ہے:

**"أمابيان مايصيربه المقيم مسافراً فالذی يصيربه المقيم مسافرا نية مدة السفر و الخروج من عمران المصرفلابد من اعتبار ثلاثة أشياء"** (بدائع ۱/۲۶۱)۔

---

☆ دار العلوم عزیزیہ، ممبئی۔

اس کے بعد اپنے اسلوب کے مطابق تفصیل سے ان پر بحث کی ہے، چنانچہ لکھتے ہیں:

"أحدها مدة السفر و أقلها غير مقدر عند أصحاب الظواهر و عند عامة العلماء مقدر و اختلفوا في التقدير" (۱/۲۶۱)۔

لیکن فقہ اکیڈمی کے سوالنامہ سے اس بحث کا کوئی تعلق نہیں، اس لئے اس پر مزید گفتگو بے موقع ہوگی۔

اس کے بعد دوسری چیز جس کا انہوں نے اعتبار کیا ہے وہ ہے مدتِ سفر کی نیت: "و الثاني نية مدة السفر" (۱/ ۲۶۳) لیکن اس کا بھی موضوع سے کوئی تعلق نہیں، تیسری اہم اور بنیادی چیز جو مقیم کے مسافر ہونے کے لئے معتبر ہے، وہ ہے "خروج من عمران المصر"۔

علامہ کاسانی لکھتے ہیں:

"و الثالث الخروج من عمران المصر فلا يصير مسافراً بمجرد نية السفر مالم يخرج من عمران المصر"۔

(یعنی تیسری چیز جو مسافر ہوجانے کے لئے معتبر ہے وہ ہے شہری آبادی سے باہر نکل جانا، پس محض نیت سفر سے مسافر نہ بنے گا جب تک کہ آبادی سے باہر نہ نکل جائے) (بدائع ۱/ ۲۶۴)۔

اس تفصیل کے مطابق مقیم اسی وقت مسافر بنے گا، جب آبادی سے باہر آجائے گا۔

مسافت سفر کہاں سے شمار ہو؟ اس سوال کا جواب علامہ کاسانی کی اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے جسے مختصراً اس طرح کہا جاسکتا ہے کہ محض نیت سے آدمی مسافر نہیں ہوتا، نیت تو گھر سے نکلتے وقت بلکہ اس سے بھی پہلے کر چکا ہے، احکام اس پر آبادی سے نکلنے کے بعد عائد ہوں گے، گھر سے آبادی کی آخری حد تک جو درمیانی راستہ ہے اس میں نیت تو بدستور موجود ہے، لیکن احکام ابھی عائد نہیں ہوں گے، یہاں تھوڑی دیر کے لئے ہمیں سوچنے کی ضرورت ہے کہ وہ

گھر سے باہر اور آبادی کی حد سے پہلے کا جو فاصلہ ہے اگر یہ مسافتِ سفر ہی کا حصہ ہے تو آخر احکام مسافر کیوں گھر سے نکلنے کے بعد سے عائد نہیں ہوئے؟ علامہ کاسانی کی یہ عبارت اس امر کو بخوبی واضح کر رہی ہے کہ مقیم مسافر آبادی سے باہر نکلنے کے بعد ہی قرار پائے گا، یہ بھی نہیں کہ صرف قصر وغیرہ کا حکم تو آبادی سے نکلنے کے بعد کے لئے، لیکن یہ مسافر گھر سے نکلتے ہی مسافر بن چکا ہے اور اسی سے یہ بھی سمجھ میں آتا ہے کہ جب آبادی سے نکلنا مسافر کہلانے کے لئے بھی شرط ہے تو اس سے پہلے گھر سے یہاں تک کا جو فاصلہ ہے معقول تو یہی ہے کہ اسے مسافتِ سفر کا حصہ نہیں ہونا چاہئے، بلکہ جس طرح قصر کا حکم آبادی سے نکلنے کے بعد پر موقوف ہے، مسافت سفر بھی یہیں سے شروع ہو اس سے پہلے نہیں۔

بڑے شہروں کی جو وسعت ہے وہ تو ظاہر ہے، لیکن بڑے شہر پہلے بھی تھے اور رقبہ بھی وسیع وعریض کئی شہروں کا بتایا جاتا ہے، لیکن ہمارے قدیم فقہاء نے اس کے باوجود اس انداز سے کہیں گفتگو نہیں کی، بلکہ ان کی عبارتیں عموماً یہی بتاتی ہیں کہ آبادی سے باہر آنے کے بعد ہی احکام سفر عائد ہوں گے، مفتی محمود صاحب نے اپنے فتاویٰ میں جو لکھا ہے اسے دہرانے کی ضرورت نہیں، سبھی حضرات اس سے واقف ہیں، یہاں میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ قدیم فقہاء کی عبارتوں سے اس کی تائید ہوتی ہے، اس لئے میرے نزدیک راجح یہی ہے کہ شہر چھوٹا ہو یا بڑا، جب آدمی اس کی آبادی کی آخری حد سے نکل جائے تو جس طرح قصر کی ابتداء وہاں سے ہوگی، ابتدائے مسافت بھی وہیں سے شمار کی جائے گی۔

بس اڈے، ریلوے اسٹیشن، ہوائی اڈے وغیرہ سے مسافت کی ابتداء پر غور کیا جاسکتا ہے، مگر اس کے لئے کم از کم فقہائے قدیم کی اس طرح کی صراحت تلاش کی جائے جس طرح کی صراحت ''خروج من عمران المصر'' کے متعلق ہر ایک نے کی ہے۔

☆☆☆

# مسافت سفر سے متعلق فقہی نقطۂ نظر

مفتی عبدالرحیم قاسمی ☆

الف- وطن اصلی یا وطن اقامت کی آبادی سے باہر ہوجانے پر شرعی مسافر کا اطلاق ہوگا، دوسری آبادی اگر چہ متصل ہو مگر وہ دوسری آبادی ہے، دونوں کے نام الگ ہیں، حکومت اور کارپوریشن (یعنی میونسپلٹی نگر پالیکا) نے دونوں آبادیوں کی حدود الگ الگ مقرر کئے ہیں، اس لئے وہ دونوں دو مستقل آبادیاں یعنی شہر شار ہوں گی اور شرعی مسافر کا اطلاق اس وقت ہوگا جب کہ اپنی آبادی یعنی شہر کی حدود سے تجاوز کرجائے اور اگر متصل ہونے کی وجہ سے کارپوریشن نے دونوں کو ایک کردیا ہوتو اب وہ آبادی شہر کا محلّہ ہے اور وہ محلّہ شہر کا جز ہے، لہذا اب اس سے تجاوز ہونے پر مسافرت کے احکام جاری ہوں گے (فتاوی رحیمیہ ۶/ ۳۶۳)۔

شہر کی جس جانب سے بنیت سفر نکل رہا ہو، اس جانب کے مکانات سے باہر نکلنے پر حکم قصر شروع ہوتا ہے، مکانات سے آباد مکان مراد ہیں غیر آباد کھنڈرات کا اعتبار نہیں، اسی طرح بوقت واپسی مکانات کی حدود میں داخل ہونے پر حکم قصر ختم ہوجاتا ہے، مکان خواہ پختہ ہوں یا شہر سے ملحق جھونپڑیاں ہوں، بلکہ جھونپڑیوں کے بعد ان سے متصل بستی بھی اسی شہر کے حکم میں ہے، اگر فناء مصر (یعنی شہر کی ضروریات مثلاً قبرستان اور گھوڑ دوڑ اور گھوڑے وغیرہ کے لئے متعین میدان) کے درمیان زرعی زمین حائل نہ ہو اور عمارات سے قدر غلوہ (۱۳۷ء۱۶ میٹر) سے کم فاصلہ پر ہوتو فناء سے بھی تجاوز کے بعد قصر کا حکم ہوگا، البتہ ایسی فناء کے بعد اس ملحق بستی کا اعتبار

---

☆ جامعہ خیر العلوم نور محل روڈ، بھوپال۔

نہیں، فناءِ مصر میں صحت جمعہ کے لئے عدم المزارع وقدر غلوہ شرط نہیں، صرف حکم قصر کے لئے یہ شرط ہے، شامیہ باب المسافر میں قدر غلوہ کے عدم اعتبار سے مقصد یہ ہے کہ خود فناءِ مقید بقدر غلوہ نہیں، شہر سے فصل بقدر غلوہ معتبر ہے، اگر شہر کی جانب سفر میں مقامات ختم ہوگئے، مگر کسی ایک جانب راستہ سے دور کوئی محلّہ اس طرف بڑھا ہوا ہے تو اس کا اعتبار نہیں، البتہ اگر دونوں جانب اس قسم کی آبادی ہو تو ان کی محاذات سے خروج کے بعد حکم قصر ہوگا، کراچی کی عمارات غالبًا پیری اسٹیشن تک پہنچ چکی ہیں، سٹی اسٹیشن اور لانڈھی اسٹیشن پر بہر صورت قصر جائز نہیں پوری نماز پڑھے (احسن الفتاوی ۴/ ۷۲)۔

دہلی کا اسٹیشن شہر کے اندر ہے، یہاں نماز پوری پڑھنی چاہئے (کفایت المفتی ۳/ ۳۵۴)۔

اگر اسٹیشن شہر کی آبادی ہی کا حصہ ہو تو وہاں نماز پوری پڑھیں (خیر الفتاوی ۲/ ۶۷۰)۔

ب- شہر کے آس پاس کے مکانات فناءِ مصر اور متصل بستیاں جن کو سرکاری طور پر یا عرف عام میں اسی شہر کے محلے سمجھے جاتے ہوں، ان سے گذر جانے کے بعد سے مسافت سفر شروع ہوگی، شامی میں ہے:

"و أشار إلى أنه يشترط مفارقة ما كان من توابع موضع الإقامة كربض المصر، و هو ما حول المدينة من بيوت و مساكن فإنه في حكم المصر، و كذا القرى المتصلة بالربض في الصحيح" (شامی ۱/ ۵۲۵)۔

(اقامتی بستی کے توابع جیسے گھوڑ دوڑ کا میدان اور شہر کے آس پاس کے مکانات اور رہائش گاہوں کو چھوڑ کر آگے بڑھنا شرط ہے، کیونکہ یہ شہر کے حکم میں ہے، اسی طرح جو بستیاں گھوڑ دوڑ سے لگی ہوئی ہوں صحیح قول کے مطابق شہر کے حکم میں ہیں)۔

مراقی الفلاح میں ہے:

"كما يشترط مجاوزة ربضه، وهو ما حول المدينة من بيوت و مساكن، فإنه في حكم المصر، و كذا القرى المتصلة بربض المصر يشترط

مجاوزتها في الصحيح" (مراقی الفلاح ۲۳۰)۔

جس طرح گھوڑ دوڑ کی جگہ اور شہر کے آس پاس کے مکانات اور رہائش گاہوں سے گذرنا شرط ہے ان کے شہر کے حکم میں ہونے کی وجہ سے، اسی طرح شہر کے گھوڑ دوڑ سے ملی ہوئی بستیوں سے گذرنا بھی شرط ہے، صحیح قول کے مطابق)۔

کبیری کی عبارت میں وضاحت ہے کہ موضع سے مراد شہر یا بستی ہے، یا گاؤں مراد ہے محلّہ مراد نہیں اور شہر کی آبادی سے باہر نکلنے کے بعد ہی مسافر قصر کرے گا۔

"و في حكم المسافر: من فارق بيوت موضع هو فيه من مصر أو قرية ناويا الذهاب إلى موضع بينه و بين ذلك الموضع المسافة المذكورة صار مسافرا فلا يصير مسافرا قبل أن يفارق عمران ما خرج منه من الجانب الذى خرج منه" (کبیری)۔

شہر کی حدود سے سفر شرعی شمار ہوگا صرف مسافر کے محلّہ سے مسافت شرعیہ کا اعتبار نہ ہوگا، کتاب الفتاوی میں ہے، علماء نے لکھا ہے کہ نمازوں میں قصر اس کے لئے درست ہے جو سفر کی نیت کے ساتھ شہر اور اطراف شہر سے باہر نکل جائے (کتاب الفتاوی ۲/ ۴۷۸)۔

☆☆☆

# مسافت سفر کا مقدار شرعی

مولانا محمد صدر الحسن ☆

الف- جب اس بات پر تقریباً اتفاق ہے کہ ان سہولتوں کا فائدہ عملاً شہر کی آبادی اور شہر کے متعلقات سے باہر نکلنے کے بعد ہی اٹھایا جا سکتا ہے، تو مذکورہ صورت میں وہ نماز میں اتمام کرے گا۔

(ب)۔ پہلے یہ ثابت ہوجائے اور اس پر اتفاق ہو کہ مسافت سفر کی ابتداء اس کے گھر کو تسلیم کیا جائے تو اس صورت میں اس کے گھر سے خروج جس جانب سے ہوگا اگر اس جانب میں ۴۸ میل سفر کا ارادہ ہے تو شہر کی آبادی سے نکلنے کے بعد ہی وہ قصر کرے گا، اور اگر شہر کی آبادی سے باہر نکلنے پر مسافت کی ابتدا تسلیم کیا جائے تو وہ مذکورہ صورت میں مسافر نہیں ہے، لہذا اس پر سفر کے احکام نافذ نہیں ہوں گے۔

تحقق سفر اور مسافت سفر کے لئے تمام فقہاء کا رجحان تقریباً متفق ہے کہ اس میں عرف عام کی بنیاد پر ہی تحقق سفر اور مسافت سفر کا حکم قابل قبول ہوگا، چنانچہ ائمہ اربعہ تقریباً متفق ہیں کہ مسافت سفر ۴۸ میل شرعی ہے، پھر انگریزی کیلومیٹر میں اختلاف ہے۔

البتہ مسافت کی ابتداء اور انتہا میں دو طرح کا فتوی آیا ہے، ایک یہ کہ مسافت کی ابتدا گھر سے نکلنے پر گھر سے ہی ہوگی، دوسرا فتوی یہ ہے کہ جب احکام سفر کا نفاذ آبادی سے نکلنے کے بعد ہوتا ہے تو مسافت کی ابتدا بھی آبادی سے نکلنے کے بعد ہی تسلیم کی جائے اور یہ دونوں فتاوی

☆ جامع العلوم مظفر پور، بہار۔

بھی عرف کو دلیل بنا کر ہی دیئے گئے ہیں۔

لیکن اس مسئلہ میں جبکہ کوئی نص موجود نہیں ہے اور نہ اجماع ہے اور نہ قیاس کی بظاہر کوئی علت ہی معلوم ہوتی ہے اور قیاس کا ایک جز تعامل ناس بھی ہے جس کو عرف کہا جاسکتا ہے اور عرف بھی ہر جگہ کا الگ الگ ہے تو بجائے سہولت کے دشواری علی حالہ برقرار ہے، لہذا میونسپلٹی اور کارپوریشن جو سرکار کے بنائے ہوئے قانون کے مطابق شہر کی حدود متعین کرتے ہیں اور پھر ایک شہر سے دوسرے شہر کا جو فاصلہ کیلومیٹر کے ذریعہ مقرر کئے گئے ہیں اس کو ہی مسافت کی ابتدا اور انتہا مان لی جائے اور اسی میں سہولت بھی ہے، گاؤں اور دیہات وقصبات میں بھی جو میل یا کیلومیٹر کا فاصلہ عوام کی طرف سے ہو یا سرکار کی طرف سے ہو اسی کو ابتدائے مسافت اور انتہائے مسافت تسلیم کرنے میں ہر ایک کے لئے سہولت ہے اور ہر عاقل و بالغ کا اس پر عمل کرنا آسان ہے ورنہ دشواری جوں کی توں بنی رہے گی، اگر ہر جگہ کے عرف کو الگ الگ کر کے الگ الگ مسئلہ بیان کیا جائے تو دشواری ہوگی۔

بلکہ عرف میں بھی کیلومیٹر کی ابتدا وانتہا سرکار کے مطابق جو مقرر ہیں اس سے نکلنے کے بعد ہی اس پر مسافر کا اطلاق کرتے ہیں ورنہ جب تک اندرون شہر ہوتے ہیں اس کو مسافر نہیں کہتے ہیں اور اس پر سفر شرعی کا اطلاق نہیں ہوتا ہے۔ لہذا مسافت کی ابتدا اور انتہا سرکاری قوانین کے وضع کئے ہوئے اصول وضوابط کی روشنی میں طے کیا جانا مناسب ہے۔

☆☆☆

# مسافت سفر کی شرعی تحدید

مولانا ابو سفیان مفتاحی ☆

الف- اگر ایک شخص اپنے گھر سے ۴۸ میل کا راستہ طے کرے، لیکن ابھی وہ شہر ہی میں ہو، شہر کی حدود سے باہر نکلنے کی نوبت نہ آئی ہو اور اس سے آگے جانے کا ارادہ بھی نہ ہو تو اس صورت مسئولہ میں چونکہ وہ شہر ہی میں ہے، اس لئے اس پر مقیم کے احکام جاری ہوں گے اور وہ نماز میں اتمام کرے گا، چنانچہ احسن الفتاوی (۴/ ۷۳) میں ہے: شہر کی جس جانب سے بنیت سفر نکل رہا ہو اس جانب کے مکانات سے باہر نکلنے پر حکم قصر شروع ہوتا ہے۔

پس جو شخص شہر کی حدود سے باہر نہیں نکلا اور اس کا اس سے آگے جانے کا ارادہ بھی نہیں ہے لہذا وہ شہر ہی میں ہے۔

لیکن ایک بات غور طلب یہ ہے کہ مسافت سفر کی تحدید ۴۸ میل کے ساتھ کسی نص میں موجود نہیں ہے، لہذا اصل اعتبار عرف وعادت کا ہے کہ عادتاً لوگ حالات ومحل وقوع کے مطابق تین دن میں جس قدر مسافت طے کر سکتے ہیں وہی دراصل مسافت سفر ہے، اور یہ امر سراسر عرف وعادت اور تجربہ پر موقوف ہے، بلکہ بہت سے فقہاء کرام نے تو اس بات کی صراحت بھی فرمائی ہے کہ یہ ایک تقریبی تحدید ہے جسے لوگوں کے حالات، راہ سفر اور محل وقوع کو دیکھ کر متعین کیا جائے گا اور شبہ کے وقت لوگوں کی طرف ہی مراجعت کی جائے گی، کیونکہ وہ اس مقدار کے واقف ہیں، چنانچہ مبسوط سرخسی (۱/ ۹۴) میں ہے:

☆ جامعہ مفتاح العلوم مئو۔

"ولامعنی للتقدير بالفراسخ فإن ذلک يختلف باختلاف الطرق فی السهول والجبال والبحر والبر، وإنما التقدير بالأيام والمراحل وذلک معلوم عند الناس فيرجع إليهم عند الاشتباه فإذا قصد مسيرة ثلاثة أيام قصر الصلاة حين تخلف عمران المصر" (البدائع ۱/ ۹۴، فتح القدیر ۲/ ۲۹، البحر ۲/ ۱۳۰، رد المحتار ۱/ ۱۳۲، الابہاج للسبکی ۱/ ۳۶۵، فتاوی ابن تیمیہ ۱۹/ ۲۴۳)۔

**الغرض** ۴۸ میل کے ساتھ تحدید کو تقریبی تحدید ہے اور مفتی کے فرائض منصبی میں ہے کہ دائرہ شریعت میں رہتے ہوئے عوام کے لئے سہل صورت کا فتوی دے اور عوام کو اس کو اختیار کرنے کی تلقین کرے، تا کہ الجھاؤ کی وجہ سے وہ حکم شریعت سے متنفر نہ ہوں، لہذا صورت مسئولہ میں اپنے گھر سے نکلنے کے بعد مسافر ہوگا اور قصر کرے گا گو حدود شہر ہی میں ہے، جیسا کہ فتاوی دار العلوم دیوبند فتوی نمبر ۲۲۹۰ میں ہے: اگر گھر سے نکلتے وقت اس نے ارادہ کیا تھا کہ اس دورہ میں منتہائے سفر فلاں مقام ہے جو ۴۸ میل یا زیادہ جائے رہائش سے ہے تو قصر لازم ہے ورنہ نہیں۔

**ب**- اگر وہ ایسے مقام کا سفر کر رہا ہو جو شہر کی انتہائی حدود سے ۴۸ میل کے فاصلہ پر نہیں ہے، لیکن اس کے گھر کے پاس سے ۴۸ میل یا اس سے زیادہ کا فاصلہ ہو تو اس صورت مسئولہ میں حکم قصر گھر سے نکلنے کے بعد ہوگا، جیسا کہ فتاوی دار العلوم دیوبند کے فتوی نمبر ۲۲۹۰ میں فتوی دیا گیا ہے۔

☆☆☆

# شہری حدود سے خروج اور مسافرت کا آغاز

مولانا محمد جعفر علی رحمانی ☆

شریعت اسلامیہ میں سفر کی بنیاد پر اپنے ماننے والوں کے لئے بعض سہولتیں دی گئی ہیں، مثلاً نماز میں قصر کرنا، افطار کا مباح ہونا، مدت مسح علی الخفین کا تین دن تک دراز ہونا، جمعہ عیدین اور قربانی کے وجوب کا ساقط ہونا اور آزاد عورت کے لئے بلا محرم نکلنے کا حرام ہونا وغیرہ (حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۲۴۸، الفتاوی الہندیہ ۱/ ۱۳۸، رد المحتار ۲/ ۶۰۲)۔

مگر یہ سہولتیں علماء کرام کے مشہور نقطہ نظر کے مطابق اسی وقت حاصل ہوں گی جبکہ مسافت سفر ۴۸ میل ہو، **"ولا معتبر بالفراسخ هو الصحيح"** (الہدایہ: باب صلوۃ المسافر ۱/ ۱۴۵، الفتاوی الہندیہ ۱/ ۱۳۸، رد المحتار ۲/ ۶۰۲)۔

نیز فقہاء کرام کی عبارتیں اس بات پر شاہد ہیں کہ مسافر ان سہولتوں سے اسی وقت فائدہ اٹھا سکتا ہے جبکہ عملاً شہر کی آبادی اور اس کے متعلقات سے باہر نکل جائے، **"من جاوز بيوت مصره مريدا سيرا وسطا ثلاثة أيام"** (تبیین الحقائق ۱/ ۵۰۶)۔

لیکن آج آبادی میں اضافہ اور دیہی آبادیوں کے شہر کی طرف منتقل ہونے کی وجہ سے شہر پھیلتے جارہے ہیں اور بعض شہر تو اتنے پھیل چکے ہیں کہ مسافت سفر شہری حدود ہی میں پوری ہوجاتی ہے تو اب فقہاء کرام کے سامنے یہ سوال آکھڑا ہوا کہ مسافت سفر، آیا مسافر کے گھر سے شمار ہوگی یا شہری حدود کی انتہاء سے؟

☆ مدرسہ اشاعت العلوم، اکل کوا، مہاراشٹر۔

تو فقہاء کرام کی عبارتوں سے یہ بات مفہوم ہوتی ہے کہ جہاں حدود شہر ختم ہو وہیں سے مسافت سفر شمار ہو، کیوں کہ شہر کی آبادی خواہ کتنی ہی تجاوز کر لے وہ حکما بلد واحد ہی ہے۔

"**قوله: (لا بمكة و منى) ...... قيد بالمصرين و مراده موضعان صالحان للإقامة لافرق بين المصرين أو القريتين أو المصر والقرية للاحتراز عن نية الإقامة في موضعين من مصر واحد أو قرية واحدة فإنها صحيحة لأنهما متحدان حكما ألا ترى أنه لو خرج إليه مسافرا لم يقصر**" (البحر الرائق ۲/ ۲۳۳، مکتبہ دار الکتب العلمیہ بیروت)۔

صاحب بحر الرائق کی اس عبارت کا آخری جزء "**ألا ترى أنه لو خرج إليه مسافرا لم يقصر**" صاف طور پر یہ بتلا رہا ہے کہ ایسا شہر جو مسافت سفر کی بقدر آبادی پر مشتمل ہو اور کوئی شخص اس شہر کی ایک جگہ سے دوسری جگہ کی طرف بہ قصد سفر نکلے تو وہ مسافر نہیں ہوگا اور اسے قصر کی رخصت نہیں دی جائے گی۔

یہی رجحان **مولانا** مفتی محمود الحسن صاحب کا معلوم ہوتا ہے، آپ ایک استفتاء کے جواب میں لکھتے ہیں:

وطن کے آخری مکان سے مسافت سفر شروع ہوگی اور جس بستی میں جانا ہے اس کی ابتدائی سرحد تک مجموعی مسافت کو دیکھا جائے گا (فتاوی محمودیہ ۷/ ۴۷۶)۔

**مولانا** مفتی تقی عثمانی صاحب کا رجحان یہ ہے کہ شہروں کے درمیان مسافتوں کا تعین سرکاری کاغذات میں جس بنیاد پر ہوتا ہے اسی کو سفر شرعی کے تعین کی بنیاد قرار دینے میں سہولت معلوم ہوتی ہے، اس لئے:

۱- اگر کوئی شخص ۴۸ میل کا راستہ طے کر لے، لیکن ابھی وہ شہر میں ہی ہو، شہر کی حدود سے باہر نکلنے کی نوبت نہ آئی ہو، اور اس سے آگے جانے کا ارادہ بھی نہ ہو تو اس پر مسافر کے احکام جاری نہیں ہوں گے۔

۲- اگر وہ ایسے مقام کا سفر کر رہا ہو جو شہر کی انتہائی حدود سے تو ۴۸ میل کے فاصلے پر نہ ہو، لیکن اس کے گھر کے پاس سے ۴۸ میل یا اس سے زیادہ کے فاصلے پر ہو تو بھی وہ مسافر نہیں ہوگا۔

☆☆☆

# مسافت سفر کا شمار حدود شہر سے یا باہر سے؟

مولانا ابوالبقاندوی☆

حضرات صحابہ کرام کا عمل اور قدیم فقہاء کی عبارتیں اس بات کی متقضی ہیں کہ آدمی جب تک شہر اور شہر سے ملحق آبادیوں سے نہ نکل جائے اس وقت تک سفر کی وجہ سے دی گئی شرعی سہولتیں اسے حاصل نہ ہوں گی۔

چنانچہ علامہ مصری فرماتے ہیں:

"أما الأول: فهو مجاوزة بيوت المصر و يدخل في بيوت المصر ربضه و هو ما حول المدينة من بيوت و مساكن فإن كانت في الجانب الذي خرج منه محلة منفصلة عن المصر و في القديم كانت متصلة بالمصر لايقصر الصلوة حتى يجاوز تلك المحلة كذا في الخلاصة" (البحر الرائق ۲/ ۱۲۸)۔

علامہ کاسانی فرماتے ہیں:

"وفعل السفر لايتحقق إلا بعد الخروج عن المصر" (بدائع الصنائع ۱/ ۴۷۷)۔

اور علامہ مرغینانی رقمطراز ہیں:

"إذا فارق المسافر بيوت المصر صلى ركعتين" (ہدایہ ۱/ ۱۴۶)۔

لیکن دوسری طرف موجودہ زمانے میں شہر کے پھیلاؤ کی وجہ سے اس حکم کو مکمل طور پر

---

☆ جامعۃ الفلاح، اعظم گڈھ۔

معمول بہ قرار دینے میں بے انتہا ضرر اور حرج ہے۔

اس لئے دفع حرج اور حکم مذکور کو جزوی حد تک معمول بہ باقی رکھنے کے لئے اعتدال اور میانہ روی کو اختیار کرتے ہوئے راقم الحروف کی رائے یہ ہے کہ:

الف ۔ اس صورت میں وہ شخص مسافر نہ ہوگا اور اسے اتمام کرنا ہوگا۔

ب ۔ اس صورت میں اس کے لئے قصر کی گنجائش ہے، بشرطیکہ اس کے قریبی ریلوے اسٹیشن یا بس اسٹینڈ یا اس کے وارڈ کی آخری حد سے اس مقام کی مسافت ۴۸ میل ہو۔

☆☆☆

# حدود شہر میں مسافت پوری ہو جانے کا حکم

مولانا نعیم اختر قاسمی☆

سفر کے لغوی معنی ہیں: "قطع المسافة من غير تقدير" (شامی ۱/ ۵۷۷، التعریفات للجرجانی/ ۱۳۴)۔

(یعنی مطلق سفر کرنا اور مسافت طے کرنا خواہ وہ کم ہو یا زیادہ)۔

لیکن تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ وہ سفر جس سے بعض احکام شرعیہ میں تبدیلی پیدا ہوتی ہے اس سے مراد سفر لغوی نہیں بلکہ سفر شرعی ہے، پھر چونکہ سفر شرعی کی تعریف منصوص علیہ نہیں ہے بلکہ مجتہد فیہ ہے، اس لئے اس کی تعریف اور اس سے متعلق دیگر شرعی احکام میں ائمہ کرام کا خاصا اختلاف ہے جو کتب فقہ میں مذکور ہے، تاہم اس بات پر تمام فقہاء متفق نظر آتے ہیں کہ احکام سفر کا نفاذ حدود شہر سے باہر نکلنے کے بعد ہی ہوگا، اس سلسلہ میں چھوٹے یا بڑے شہر کے اندر کوئی فرق بیان نہیں کیا گیا ہے اور نہ ہی کوئی ایسا معیار مقرر کیا جاسکتا ہے جس کو بنیاد بنا کر کسی شہر کو چھوٹا یا بڑا کہا جاسکے۔

علامہ عبد الرحمٰن جزیری نے اس مسئلہ میں کہ احکام سفر کا نفاذ کہاں سے ہوگا، چاروں ائمہ کرام کے اقوال بیان کئے ہیں اور تقریباً تمام ائمہ نے عرف کا اعتبار کرتے ہوئے کہا ہے کہ مسافر جب تک اپنی آبادی سے نکل کر اس حصہ تک نہ پہنچ جائے جہاں سے عرف میں اسے مسافر کہا جانے لگے تب تک اس پر احکام سفر کا نفاذ نہ ہوگا (کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ ۱/ ۴۷۶)۔

---

☆ مدرسہ عربیہ امداد العلوم، کوپا گنج، مئو۔

ملا علی قاری نے بھی نماز میں قصر کے جائز ہونے کے لئے شہری آبادی سے باہر نکلنے کی شرط پر چاروں ائمہ کا اتفاق نقل کیا ہے (مرقاۃ ۳/ ۲۴۴)۔

مسافر جب تک اپنے شہر کے علاقوں اور محلوں کے بیچ سے گزرتا رہتا ہے، عرفاً اسے مسافر نہیں سمجھا جاتا، چنانچہ اسی بنا پر حضرت علیؓ ایک بار جب بصرہ سے کوفہ تشریف لے جارہے تھے تو راستہ میں نماز ظہر میں آپ نے اتمام فرمایا اور رفقائے سفر کے شبہ کو دور کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ سامنے جو جھونپڑی نظر آرہی ہے جب ہم اس سے آگے بڑھ جائیں گے تب قصر کریں گے (ہدایہ ۱/ ۱۶۶، فتح القدیر ۲/ ۳۳)۔

حضرت علیؓ کا یہ ارشاد اسی بنا پر ہوسکتا ہے کہ وہ جھونپڑی شہر بصرہ کی انتہا رہی ہو، ہدایہ کی عبارت ہے:

**"و إذا فارق المسافر بيوت المصر صلى ركعتين، لأن الإقامة تتعلق بدخولها فيتعلق السفر بالخروج عنها"** (ہدایہ ۱/ ۱۶۶)۔

(مسافر جب شہری آبادی کو چھوڑ دے تو دو رکعت پڑھے گا، کیونکہ جب اقامت کا تعلق شہر میں داخل ہونے سے ہے تو سفر کا تعلق شہر سے نکلنے سے ہوگا)۔

فقہاء نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ سفر کے دوران راستہ میں اگر شہر کی آبادی ختم ہوجائے مگر مسافر کی دائیں اور بائیں سمت شہری آبادی اگر ختم نہ ہوئی ہو تو بھی اس پر سفر کے احکام جاری نہ ہوں گے، **"فلو كان العمران من الجانبين فلا بد من مجاوزته"** (شامی ۱/ ۵۸۷)۔

موجودہ دور میں جب کہ بعض شہر کے رقبے اتنے وسیع ہوچکے ہیں کہ اس میں کوئی مسافر مسافت طے کرنے کے باوجود ابھی شہر کی حدود کے اندر ہی چلتا رہے، یہ صورت قدیم فقہاء کے دور میں نہیں تھی، لہذا اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ سفر کے دوران شریعت کی طرف سے مسافر کو جو بعض سہولتیں قصر وافطار وغیرہ کی عطا کی گئی ہیں، اس کی حکمت ومصلحت مسافر سے حرج ومشقت کا دور کرنا ہے اور شرعاً جب ایک متعین مسافت تسلیم کرلی گئی کہ اس کے اندر مسافر کو مشقت لاحق

ہوگی اور اس بنا پر سفر کی رخصتوں سے فائدہ اٹھانے کا اسے اہل مان لیا گیا تو پھر حدود شہر اور آبادی کے آخری حصہ سے نکلنا ضروری نہیں ہونا چاہئے، بلکہ مسافت سفر اگر طے کر رہا ہو تو اسے مسافر قرار دے دینا چاہئے۔

اس کا جواب جیسا کہ بیان کیا گیا یہ ہے کہ مسافر جب تک اپنے شہر کی حدود میں چلتا رہتا ہے اسے عرف میں مسافر نہیں کہا جاتا، بلکہ محلوں اور علاقوں کے درمیان سے گزرنے والا سمجھا جاتا ہے، لہذا محض مسافت سفر قطع کرنا احکام سفر کے نافذ ہونے کے لئے کافی نہیں ہے، بلکہ حدود شہر سے باہر نکل جانا بھی شرط ہے، جیسا کہ فقہاء کی عبارتیں بطور دلیل پیش کی گئیں، اس لئے حدود شہر کے اندر احکام سفر کا نفاذ نہیں ہونا چاہئے، اگر چہ وہ مسافت سفر طے کر چکا ہو۔

جہاں تک دفع حرج ومشقت کی بات ہے تو شریعت کے اندر جس طرح مسافت سفر سے کم مقدار کا سفر کرنے کے دوران پیش آنے والی مشقتوں کا اعتبار نہیں، اسی طرح اپنے شہر کی حدود کے اندر سفر کرنے کے دوران پیش آنے والی مشقتوں کا بھی اعتبار نہیں۔

**مسافت سفر کا شمار کہاں سے ہوگا؟**

اس سلسلہ میں سوالنامہ کے بعد موصول ہونے والے ایک استفتاء اور اس کے تفصیلی جواب میں جو بات بیان کی گئی ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس کا مدار عرف پر ہوگا، کیونکہ یہ مسئلہ منصوص علیہ نہیں ہے اور جس بات کی تعیین وتحدید نص میں موجود نہ ہو اور نہ ہی لغت اس کا فیصل بن سکتی ہو تو اس کی تعیین وتحدید عرف کے اعتبار سے کی جائے گی، لہذا عرف عام میں جس جگہ کو بستی یا شہر والے مسافت سفر کا مبدأ ومنتہاء مانتے ہوں، اسی جگہ سے مسافت سفر کی ابتدا وانتہا مانی جائے گی۔

بیان کئے گئے مسئلہ کی معقولیت میں کوئی کلام نہیں، لیکن بڑے اور میلہا میل تک پھیلے ہوئے شہر میں اگر اہل شہر کا کوئی ایک متعینہ عرف ہوتا تو شاید اس مسئلہ پر بحث اور غور وخوض کرنے کی ضرورت ہی محسوس نہ کی جاتی، مگر بڑے شہروں میں جیسا کہ معلوم ہے مختلف اور الگ الگ

علاقوں میں کئی ایک ہوائی اڈے، ریلوے اسٹیشن اور بس اسٹاپ ہوتے ہیں اور سہولت کے پیش نظر الگ الگ اسٹیشنوں سے ایک خاص سمت اور روٹ کی ٹرینیں اور بسیں چلائی جاتی ہیں، ممکن ہے کہ مثلاً ایک آدمی کو دہلی سے ممبئی جانا ہو، مگر علاقائی اور قریبی ریلوے اسٹیشن سے ممبئی کے لئے ٹرین نہ ملے، بلکہ شہر کے دوسرے اسٹیشن سے ٹرین ملے جو کافی فاصلہ پر واقع ہو، ایسی صورت میں اہل شہر کا کوئی متعینہ عرف ہونا یا بننا مشکل ہے اور مسافر ابتداء مسافت سفر کی تعیین نہیں کر پائے گا اور شاید اسی قسم کے تردد کو دفع کرنے کے لئے اصحاب علم وفکر کو اس مسئلہ پر غور وخوض کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔

راقم کے خیال میں مسافت سفر کا مبدأ اصلاً انسان کا گھر ہے، جیسا کہ مذکورہ استفتاء کے اندر علامہ شامی کی عبارت ''من خرج من عمارة موضع إقامته'' اور مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب کا قول بیان کیا گیا اور جس کی طرف آیت قرآنی: ''و من یخرج من بیته مهاجرا إلی الله'' (سورۂ نساء/۱۰۰) سے اشارہ ہوتا ہے، اس لئے اس مسئلہ میں انسان کے گھر اور اس کی جائے اقامت ہی کو بنیاد مانا جائے اور جن اقوال میں بستی کی آخری عمارت سے مسافت سفر کی ابتدا مانی گئی ہے، اس سے مراد چھوٹے شہر اور قصبے ہیں جہاں مسافر کی رہائش گاہ اور بستی کی انتہا کے درمیان کوئی لائق اعتبار فاصلہ نہیں مانا جاتا اور مسافت سفر کی تعیین میں ایک دو کلومیٹر کے فرق کو ملحوظ نہیں رکھا جاتا، بڑے شہروں میں چونکہ یہ فرق قابل اعتبار ہوتا ہے، اس لئے اصل مبدأ یعنی مسافر کے گھر اور اس کی رہائش گاہ سے ہی مسافت سفر کی ابتدا مانی جائے گی، لہٰذا:

ایک آدمی اگر ایسی جگہ جانے کا ارادہ کرے جو اس کے شہر کی آخری حد سے تو مسافت سفر پر واقع نہ ہو، مگر اس کی جائے اقامت سے مسافت سفر پوری ہو رہی ہو تو اسے مسافر مانا جائے گا۔

☆☆☆

# سفر کا مبدأ و منتہا

مفتی محمد فیاض قاسمی ☆

دو چیزیں ہیں: احکام سفر، مسافت سفر۔

احکام سفر کے مبدأ و منتہا کے سلسلہ میں تو عبارات فقہیہ واضح اور دو ٹوک ہیں کہ جمیع بیوت بلد سے تجاوز کے بعد یا فناء اگر متصل ہو تو اس سے تجاوز کے بعد ہی احکام سفر شروع ہوں گے۔

"و الثالث: الخروج من عمران المصر فلا يصير مسافرا بمجرد نية السفر ما يخرج من عمران المصر، و أصله ما روى عن علي ؓ أنه لما خرج من البصرة يريد الكوفة صلى الظهر أربعا، ثم نظر إلى خص أمامه وقال: لو جاوزنا هذا الخص لصلينا ركعتين" (بدائع الصنائع ۱/ ۹۴)۔

اور شامی میں ہے:

"من خرج من عمارة موضع إقامته من جانب خروجه و إن لم يجاوز من الجانب الآخر الخ والفناء وهو المكان المعد لمصالح البلد كركض الدواب و دفن الموتى و إبقاء التراب فإن اتصل بالمصر اعتبر مجاوزته و إن انفصل بغلوة او مزرعة فلا" (درمع الشامی ۱/ ۵۲۵)۔

لیکن مسافت سفر کا آغاز اور اس کی انتہا کس مقام کو گردانا جائے اور اس کا نقطۂ متعینہ کیا

---

☆ جامعہ اسلامیہ دار العلوم مہذب پور، اعظم گڈھ۔

ہونا چاہئے؟ یہ مسئلہ حل طلب ہے، خصوصاً ایسے وقت اور حالات میں جب کہ شہر کی آبادی متصلاً میلہا میل تک پھیل چکی ہے، فقہاء کی عبارتوں میں اس کی کوئی صراحت نہیں ملتی، اگر مسافت کی دوری کو دیکھا جائے تو متعینہ ۴۸ میل کا سفر طے کرنے والا شخص مسافر سمجھا جائے گا یا وہ ابھی شہر کی آبادی سے باہر نہ نکلا ہو اور اگر خروج اور عدم خروج کو دیکھا جائے تو وہ ابھی مسافر نہیں کہلائے گا، کیوں کہ ابھی وہ شہر کی آبادی سے باہر نہیں نکلا ہے۔

اس سلسلہ میں یہ بات ذہن میں آتی ہے کہ جب فقہاء نے فناء مصر کے متصل ہونے کی صورت میں اس سے تجاوز کو شرط لقصر الصلوۃ قرار دیا ہے، تو مبدأ سفر فناء مصر ہوگا اور فناء کہتے ہیں آبادی کے اس خاص جگہ کو جو اس کی ضروریات کے لئے متعین کی گئی ہو، چونکہ اس طرح کے بڑے شہر مختلف محلے، کمپاؤنڈز، کالونیاں اور احاطے وغیرہ پر مشتمل ہوتے ہیں جن کی وجہ سے ان کی شہر میں ہوتے ہوئے بھی جداگانہ حیثیت ہوتی ہے، اور ان محلوں، کالونیوں وغیرہ کی ضرورت کے لئے کوئی نہ کوئی خاص جگہ متعین ہوتی ہے، مثلاً ریلوے اسٹیشن، بس اڈہ، ہاٹ، سبزی منڈی اور کوڑا وغیرہ پھینکنے کی جگہ، جہاں پر ان لوگوں کی اجتماعی ضرورت پوری ہوتی ہے، لہذا شہر کے ان علاقوں کے لوگوں کے لئے اس طرح کی خاص جگہیں فناء کہلائیں گی، جیسا کہ بحر الرائق میں ہے: **ویقال لحرم المسجد ربضا ایضا** یعنی حرم مسجد کے لئے بھی ربضہ اور توابع ہوتا ہے، اس طرح مسجد کا غسل خانہ، طہارت خانہ وغیرہ بھی ربضہ ہوگا، اور ہر محلّہ کی الگ الگ مسجد کے اعتبار سے اس کا ربضہ بھی الگ ہوگا علی ہذا القیاس، لہذا ہر محلّہ والے کے لئے اس کا فناء مبدأ سفر کہلائے گا اور اس سے تجاوز کرنے کے بعد اس کو قصر کرنے کی اجازت ہونی چاہئے۔

نیز ایسے مشکل مسئلہ میں چونکہ کوئی فقہی نظیر فیصل نہیں ہے، اس لئے قیاس یا عرف سے بھی کام چلایا جا سکتا ہے، لہذا اس طرح کے بڑے شہر میں وہ اپنی جائے قیام سے بنیت سفر اتنی دور نکل چکا ہو کہ عرفاً اسے اجنبیت لاحق ہوگئی ہو اور اسے مسافر سمجھا جاتا ہو تو عرف کا اعتبار کرتے ہوئے وہ جگہ اس کے لئے مبدأ سفر ہونی چاہئے، جیسا کہ مسلک حنبلی میں بھی یہ بات کہی

گئی ہے کہ جب وہ اپنی جگہ سے اتنی دور چلا جائے کہ عرفاً اسے مفارقت کہا جا سکتا ہو تو وہ وہاں سے قصر کرے گا۔

"مذهب الحنابلة أنه تشترط مفارقة بيوت قريته العامرة سواء كانت داخل السور أو خارجه، فيقصر إذا فارقها بما يقع عليه اسم المفارقة بنوع البعد عرفاً" (الموسوعۃ الفقہیہ ۲۵/۳۲)۔

**لہٰذا صورت مسئولہ میں:**

**الف۔** جب ایک شخص اپنے گھر سے ۴۸ میل کا راستہ بنیت سفر طے کر چکا اور ابھی شہر سے نکلنے کی نوبت نہیں آئی، لیکن جب وہ اپنے علاقہ کے فناء سے باہر نکل گیا اور اسے عرفاً اجنبیت لاحق ہوگئی تو وہ قصر کرے گا اور اس پر مسافر کے احکام جاری ہوں گے۔

**ب۔** اسی طرح اگر وہ ایسے مقام کا سفر کر رہا ہو جو مذکورہ شہر کی انتہائی حدود سے تو ۴۸ میل کے فاصلہ پر نہیں ہے، لیکن اس کے گھر کے پاس سے ۴۸ میل یا اس سے زیادہ کا فاصلہ ہے، تو یہ دیکھا جائے گا کہ اس کے فناء سے اس مقام سفر کی دوری ۴۸ میل یا اس سے زیادہ ہے تو وہ عرفاً مسافر سمجھا جائے گا، اور اگر اس کے فناء سے مذکورہ مقام کی دوری ۴۸ میل پر نہیں تو پھر وہ مقیم ہی کہلائے گا۔

یہ خیال رہے کہ فناء کی تقسیم کا یہ مقصد ہرگز نہیں کہ اگر اس کے گھر کے پاس ہی اس طرح کی ضروریات بلد کی جگہ ہو تو وہ اسی جگہ سے مسافر سمجھا جائے گا، بلکہ وہاں سے اتنی دور نکل گیا ہو کہ عرفاً وہ مسافر کہا جائے تو پھر وہ اتنی دوری پر قصر شروع کر سکتا ہے۔

☆☆☆

# مسافت سفر کا شمار کہاں سے ہو؟

مولانا اشتیاق احمد اعظمی قاسمی ☆

آبادی میں اضافہ اور دیہی آبادیوں کی شہر کی طرف منتقلی کی وجہ سے شہر پھیلتے جا رہے ہیں اور بعض شہر تو ایسے ہیں کہ اس کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک فاصلہ سو کلومیٹر سے بھی تجاوز کر گیا ہے۔

عند الحنفیہ ایک آدمی جب شرعی سفر کا ارادہ کرتا ہے، جس کی مقدار ۴۸ میل یا سوا ستہتر کلومیٹر ہے، تو وہ اپنے موضع اقامت سے نکل کر شہری آبادی اور مکانات سے آگے بڑھ جانے پر شرعاً مسافر ہو جاتا ہے، ایسے شخص کو سفر کی رخصتیں اور سہولتیں حاصل ہوا کرتی ہیں، یہ آدمی نماز میں قصر کرے گا۔

اس کی دلیل میں فقہاء نے حضرت انسؓ کی روایت پیش کی ہے، وہ فرماتے ہیں:

"صليت الظهر مع رسول الله ﷺ بالمدينة أربعا و صليت معه العصر بذی الحليفة ركعتين" (أخرجه البخاری (دیکھئے: فتح الباری ۲/ ۲۲۳، حدیث رقم: ۱۰۸۹) و مسلم ۱/ ۲۸۰ طبعہ دار عالم الکتب، الریاض واللفظ لمسلم)۔

اسی طرح حضرت علیؓ سے ایک روایت ملتی ہے، وہ یہ کہ:

"أنه لما خرج من البصرة يريد الكوفة صلى الظهر أربعا ثم نظر إلى خص أمامه و قال: لو جاوزنا هذا الخص صلينا ركعتين" (بدائع ۱/ ۲۶۳، اور دیکھئے:

---

☆ دار العلوم مئو۔

الموسوعۃ الفقہیہ ۲۷۹/۲۷)۔ ’’الخص : البیت من القصب‘‘۔

ان روایتوں کی روشنی میں فقہاء نے سفر کی رخصتوں کے حصول کے لئے مجاوزۃ العمران کی شرط لگائی ہے، چنانچہ علامہ شامی درمختار کی عبارت: ”من خرج من عمارة موضع إقامته“ کی شرح میں لکھتے ہیں:

”قال في الإمداد: فيشترط مفارقتها و لو متفرقة“۔

تھوڑا اور آگے تحریر فرماتے ہیں:

”و أشار إلى أنه يشترط مفارقة ما كان من توابع موضع الإقامة كربض المصر و هو ما حول المدينة من بيوت و مساكن فإنه في حكم المصر و كذا القرى المتصلة بالربض في الصحيح“ (درمختار مع الشامی ۵۹۹/۲)۔

معلوم ہوا کہ موضع اقامت کے توابع میں شہر کے مکانات اور شہر سے متصل قریٰ اور بستیاں بھی مذہب صحیح میں داخل ہیں اور ان سب کی مفارقت کی فقہاء نے شرط لگائی ہے۔

رہا فناء شہر (فناء شہر میں وہ جگہیں شامل ہوتی ہیں جو شہر کے مصالح کے لئے بنائی جاتی ہیں، جیسے گھوڑ دوڑ کے میدان، تدفین میت کے مقابر اور القاء تراب کے اماکن) یہ چیزیں اگر شہر سے متصل ہیں تو ان کی مجاوزت بھی معتبر ہوگی (قال اتصل بالمصر اعتبر مجاوزته)، اور بقول امام محمد اگر فناء شہر کی دوری غلوہ یا مزرعہ کے بقدر ہو تو ان کی مجاوزت کا اعتبار نہیں کیا جائے گا، (و ان انفصل بغلوة او مزرعة فلا) (شامی مع الدر ۶۰۰/۲)۔

مذکورہ بالا تصریحات سے پتہ چلا کہ سفر کی رخصتوں کا حصول، مفارقۃ العمران، مجاوزۃ البیوت اور فناء شہر کے متصل ہونے کی صورت میں فناء شہر کی مجاوزت بھی مطلوب ہے۔

لیکن ایک آدمی کی رہائش محتطب (جنگل) یا پانی (نہر) کے پاس ہے تو یہاں کے رہنے والے کے لئے سفر کی سہولتوں کے حصول کے لئے محتطب اور ماء کی مجاوزت بھی معتبر ہوگی، ظاہر ہے کہ مجاوزت محتطب اور مجاوزت ماء کا تصور اسی وقت ممکن ہے جبکہ یہ بہت پھیلے ہوئے نہ

ہوں اور ان دونوں کے پھیلاؤ کی صورت میں مجاوزت کا اعتبار ناممکن نہیں تو دشوار یقیناً ہوگا، اسی دشواری کے پیش نظر علامہ شامی نے: "و إن نزلوا علی ماء أو محتطب یعتبر مفارقته" کے بعد یہ نوٹ لگانا ضروری سمجھا کہ: "و لعله ما لم یکن محتطبا و اسعا جدا، و کذا ما لم یکن الماء نهرا بعید المنبع"۔

علامہ شامی کے اس نوٹ نے مسافت سفر کا شمار کہاں سے ہوگا کے تحت پوچھے جانے والے دونوں سوالوں کا جواب آسان بنادیا۔

جواب (الف)۔ ایسے شہر کا باشندہ، جس کی آبادی سوکلومیٹر سے بھی متجاوز ہے، جب اپنے گھر سے ۴۸ میل کے ارادہ سے نکل جائے گا تو اس کا یہ سفر شرعاً اتنا طویل ہوگیا ہے کہ اس کو اس صورت میں سفر کی رخصتیں حاصل ہونی چاہئیں، خواہ وہ سلسلہ آبادی سے تجاوز کر جائے یا نہ کرجائے، اور اس کا مبدأ سفر وہیں سے مانا جانا چاہئے جہاں سے وہ سفر کا آغاز کر رہا ہے، جیسا کہ مفتی کفایت اللہ صاحب کی رائے ہے۔

جواب (ب)۔ اگر وہ شخص ایسے مقام کا سفر کر رہا ہو جو شہر کی انتہائی حدود سے تو ۴۸ میل کے فاصلہ پر نہیں ہے، لیکن اس کے گھر کے پاس سے ۴۸ میل یا اس سے بھی زیادہ کا فاصلہ ہے تو ایسی صورت میں بھی اسے قصر کی اجازت ملنی چاہئے۔

☆☆☆

# مسافت سفر کا شمار شہر یا محلّہ کی حدود سے

مولانا عبدالستار☆

مسافت سفر (سو اٹھتر کلومیٹر) کا شمار اپنے اس مقام ومکان سے ہوگا جہاں سے مسافر سفر کا آغاز کررہا ہے، چنانچہ مفتی کفایت اللہ صاحبؒ فرماتے ہیں:

''ہیڈکوارٹر کا جہاں قیام رہتا ہے وہاں سے مسافتِ سفر کا اعتبار ہوگا'' (کفایت المفتی ۳؍ ۳۵۳)۔

## مسافر قصر کی ابتدا کہاں سے کرے گا؟

واضح ہو کہ ''مسافت سفر کا شمار'' الگ ہے اور اور ''قصر کی ابتداء کرنا'' الگ ہے۔ مسافت سفر کا شمار تو اوپر بیان ہوگیا، قصر کی ابتداء کب سے ہوگی؟ اس بارے میں علامہ ابن الہمام صاحب فتح القدیر اپنی کتاب میں رقم طراز ہیں:

"وإذا فارق المسافر بيوت المصر صلى ركعتين، لأن الإقامة تتعلق بدخولها فيتعلق السفر بالخروج عنها، وفيه الأثر عن عليؓ لو جاوزنا هذا الخص لقصرنا، قوله (إذا فارق) بيان لمبدأ القصر ويدخل في بيوت المصر ربضة" (فتح القدير ۲؍ ۳۳)۔

اسی طرح علامہ ابن عابدین شامی نے اپنی کتاب رد المحتار میں ذکر کیا ہے:

"وأشار إلى أنه يشترط مفارقة ماكان من توابع موضع الإقامة كربض

☆ الجامعۃ الاسلامیہ دار العلوم ہیپانی، کرناٹک۔

**المصر فإنه في حكم المصر و كذالقرى المتصلة بالربض"** (ردالمحتار ۱/۳۳)۔

مراقی الفلاح میں مذکور ہے:

**"ويشترط أن يكون قد جاوز أيضا ما اتصل به أي بمقامه من فنائه كما يشترط مجاوزة ربضه و كذالقرى المتصلة بربض المصر يشترط مجاوزتها في الصحيح"** (۱/ص ۴۲۴، نیز تفصیل کے لئے دیکھئے: فتاوی ہندیہ ۱/ ۱۳۹، البحرالرائق اور تاتارخانیہ وغیرہ)۔

نیز اس کے متعلق اردو فتاوی میں یہ تحریر ہے کہ اگر کوئی بستی شہر تک مسلسل آباد ہو، یعنی عمارات وغیرہ اور درمیان میں قدر غلوۃ (۱۴۳ء۷ ۱۶ میٹر) یا اس سے زائد خلاء یا درمیان میں زرعی اراضی نہیں ہے تو یہ بستی شہر میں داخل ہے، اس لئے دونوں کی حدود سے باہر نکلنے پر مسافر ہوگا، اگر ایسا نہیں ہے تو پھر دونوں مستقل آبادی شمار ہوں گے، لہذا جس آبادی سے سفر شروع کرے گا، اس کے مکانات سے نکلنے پر قصر کا حکم شرعی ہو جائے گا، نیز یہ بھی تحریر ہے کہ فصل مذکور کے باوجود اگر عام عرف میں دو مقام ایک ہی شہر کے دو محلے سمجھے جاتے ہوں تو حکم اتحاد ہوگا (احسن الفتاویٰ ۴/ ۷۳)۔

مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوری کی کتاب فتاوی رحیمیہ میں اسی کی متعلق یہ مذکور ہے کہ کسی شخص کے وطن اصلی یا وطن اقامت کی آبادی سے باہر ہو جانے پر شرعی مسافر کا اطلاق ہوگا، دوسری آبادی اگر چہ متصل ہو، مگر وہ دوسری آبادی ہے، دونوں کے نام الگ ہیں، حکومت اور کارپوریشن نے دونوں آبادیوں کی حدود الگ الگ مقرر کئے ہیں، اس لئے وہ دونوں دو مستقل آبادیاں شمار ہوں گی، اور اگر متصل ہونے کی وجہ سے کارپوریشن نے دونوں کو ایک کر دیا ہو تو اب وہ آبادی شہر کا محلہ ہے اور وہ محلہ شہر کا جز ہوتا ہے، لہذا اب اس سے تجاوز ہونے پر مسافرت کے احکام جاری ہوں گے۔

**خلاصہ کلام:**

مذکورہ عبارت فقہیہ سے معلوم ہو رہا ہے کہ مسافر شرعی قصر کی ابتداء گاؤں یا شہر کی حدود

سے نکلنے کے بعد ہی کرے گا، شہر سے متصل کالونیاں، محلات، کمپنیوں سے بھی تجاوز کرنا ضروری ہے۔

فقہائے کرام کی جزئیات میں کوئی ایسا متعینہ اصول تو معلوم نہ ہو سکا جس میں صراحت ہو کہ قصر کی ابتداء یہاں سے ہوگی، صرف اتنا ہے کہ آبادیاں ختم ہونے پر ہوگی، اس لئے زیادہ واضح یہی معلوم ہوتا ہے کہ کارپوریشن نے جہاں حد قائم کی ہے اس سے تجاوز کے بعد ہی قصر کی ابتداء ہوگی، اگر حدودِ کارپوریشن سے آگے بھی آبادیاں بڑھ گئی ہیں اور کارپوریشن نے اسے شہر میں داخل نہیں کیا ہے تو معلوم کیا جائے گا کہ عوام الناس اور خواص میں اضافہ شدہ آبادیوں کا شمار شہر میں ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو ان آبادیوں سے بھی تجاوز کے بعد قصر ہوگی اور اگر عرفاً شمار نہیں ہیں تو آبادیاں تجاوز کرنا ضروری نہیں ہے، جیسے کہ قاعدہ کلیہ ہے:

**"الثابت بالعرف كالثابت بالنص، استعمال الناس حجة يجب العمل بها"** (قواعد الفقہ رص ۷۴، ۷۵)۔

حدودِ کارپوریشن کے بعد انڈسٹریز علاقہ بن گئے ہیں تو دیکھا جائے گا کہ حدود اور انڈسٹریز کے مابین کتنا فاصلہ ہے، اگر ۱۴۳۸ میٹر کا فاصلہ ہے تو حدود کے بعد ہی قصر شروع کر دینا جائز ہے اور اگر ۱۴۳۸ میٹر کا فاصلہ نہیں ہے تو انڈسٹریز سے تجاوز کرنا بھی ضروری ہوگا اس سے قبل قصر جائز نہیں۔

مزید یہ حکم معلوم ہوتا ہے کہ توسیع آبادی سے پہلے دونوں شہروں کے درمیان مسافت قصر تھی، لیکن توسیع کے بعد مسافت قصر کم ہوئی ہے، تو اب ایسی حالت میں ان دونوں شہر کے مابین سفر کرنے سے قصر کا حکم نہیں دیا جائے گا، گاؤں یا شہر کی توسیع سے پہلے ریلوے اسٹیشن اور بندرگاہ وغیرہ شہر میں داخل نہیں تھے، لیکن توسیع اتنی ہوئی کہ مکانات وغیرہ اسٹیشن وغیرہ تک پہنچ گئے ہیں، تو مسافرت کے احکام اسٹیشن وغیرہ کے بعد ہی سے شروع ہوں گے۔

☆☆☆

# مسافت سفر کے احکام

مولانا محمد عثمان☆

(الف) موضع اقامت کی حقیقی اور حکمی دونوں (یعنی جہاں تک عرف عام میں موضع اقامت کی آبادی مانی جاتی ہے اور فناء متصل نیز اگر کوئی مستقل آبادی موضع اقامت سے متصل ہے، اسی طرح جو میدان موضع اقامت کی دوطرفہ آبادیوں کے درمیان میں ہے ان سب) قسم کی آبادیوں سے نکلنے کے بعد حکم قصر کی ابتدا ہوگی اور آبادیوں میں داخل ہوتے ہی حکم قصر کی انتہا بھی ہوگی، (جہاں سے ابتدا ہوگی وہیں انتہا بھی ہوگی) اس کی تصریح روایات اور حضرات فقہاء کی عبارات میں موجود ہیں، جو درج ذیل ہیں:

۱- "عن ابی هريرةؓ قال: سافرت مع رسول الله ﷺ و مع أبی بكر و عمرؓ كلهم صلی من حيث يخرج من المدينه، إلی أن يرجع إليها ركعتين فی المسير و المقام بمكة"۔

۲- "عن أبی حرب بن أبی الأسود الدؤلی أن عليا خرج من البصرة فصلی الظهر أربعا ثم قال: إنا لو جاوزنا هذا الخص لصلينا ركعتين" (رواہ ابن ابی شیبہ ورواتہ ثقات)۔

۳- "عن علی بن ربيعة الأسدی قال: خرجنا مع علیؓ و نحن ننظر إلی الكوفة فصلی ركعتين وهو ينظر إلی القرية، فقلناله ألا نصلی أربعا؟ قال: لا

☆ مدرسہ ریاض العلوم گوریني، جونپور۔

حتی ندخلها الخ" (اعلاء السنن ۷/۲۷۲، ۲۷۳)۔

۴- "وفي الشامي: خرج من عمارة موضع إقامته أراد بالعمارة ما يشمل بيوت الأخبية لأن بها عمارة موضعها، قال في الإمداد: فيشترط مفارقتها و لو متفرقة...... وأشار إلى أنه يشترط مفارقة ما كان من توابع موضع الإقامة كربض المصر، و هو ما حول المدينة من بيوت و مساكن فانه في حكم المصر، و كذا القرى المتصلة بالربض في الصحيح ...... وأما الفناء وهو المكان المعد لمصالح البلد كركض الدواب و دفن الموتى و القاء التراب فإن اتصل بالمصر اعتبر مجاوزته و إن انفصل بغلوة أو مزرعة فلا...... فلو كان العمران من الجانبين فلا بد من مجاوزته بما في الإمداد: لو حاذاه من أحد جانبيه فقط لا يضره ...... والظاهر أن محاذاة الفناء المتصل كمحاذاة العمران" (شامی ۲/۵۹۹، ٦۰۰، مطبوعہ زکریا)۔

(ب) جہاں سے حکم قصر کی ابتدا ہوگی اسی جگہ سے مسافت سفر کی ابتدا ہوگی (یعنی مقدار مسافت کو وہیں سے شمار کیا جائے گا) کیونکہ حضرات فقہاء نے اس کی تصریح کی ہے کہ جب تک اپنی حقیقی یا حکمی آبادی کے اندر موجود ہے اس وقت تک اس کے چلنے کا شرعاً اعتبار نہیں، چلنا وہ معتبر ہوگا جو اپنی حقیقی یا حکمی آبادیوں سے نکلنے کے بعد پایا جائے، لہذا جب تک اپنی آبادی میں ہے اس وقت تک صرف سفر کی نیت موجود ہے، عمل سفر کی شروعات ابھی نہیں ہوئی، سفر کی ابتدا آبادی سے نکلنے کے بعد ہوگی اور ظاہر ہے کہ جہاں سے سفر کی ابتدا ہوگی وہیں سے مسافت سفر شمار ہوگی، تصریحات فقہاء مندرجہ ذیل ہیں:

۱- "وفي المبسوط (۱/۲۳٦): فإذا قصد مسيرة ثلاثة أيام قصر الصلاة حين تخلف عمران المصر لأنه ما دام في المصر فهو ناوى السفر لا مسافر، فإذا جاوز عمران المصر صار مسافرا لاقتران النية بعمل السفر،

و الأصل فیه حدیث علي حین خرج من البصرة الخ"۔

۲- "و فی البدائع (۱/۲۶۴): الخروج من عمران المصر فلا یصیر مسافرا بمجرد نیة السفر مالم یخرج من عمران المصر، و أصله ما روي عن علي رضي الله عنه ...... لأن النیة إنما تعتبر إذا کانت مقارنة للفعل لأن مجرد العزم عفو و فعل السفر لا یتحقق إلا بعد الخروج من المصر فما لم یخرج لا یتحقق قران النیة بالفعل فلا یصیر مسافرا"۔

۳- "وفی الخانیة(۱/۱۶۴): أما شرط مجاوزة العمران لأن السفر فعل فلا یوجد بمجرد النیة فیشترط قران النیة بأدنی فعل "۔

۴- "و فی کتاب الفقه علی المذاهب الأربعة (۱/۴۷۵) : لا یصح للمسافر أن یقصر الصلوة قبل أن یشرع فی سفره و یفارق محل إقامته بمسافته مفصلة فی المذاهب...... قال الشافعیة لا بد أن یصل إلی محل یعد فیه مسافرا عرفا، و ابتداء السفر لساکن الأبنیة یحصل بمجاوزة سور مختص بالمکان الذی سافر فیه الخ"۔

۵- "و فی البنایة (۳/۳) : إذا قصد مدة السفر و لم یجاوز بیوت المصر لا یکون مسافرا لأن مجرد العزم لا یعتبر ما لم یتصل به الفعل، و هکذا فی الغنیه" (ص ۵۳۶)۔

☆☆☆

# مسافت سفر کا شمار اپنے شہر کی حدود سے تجاوز کرنے کے بعد ہوگا

مولانا محمد مصطفی قاسمی ☆

الف- شرعی نقطہ نظر سے آدمی اس وقت مسافر کہلاتا ہے جب اس کے اندر تین باتیں پائی جائیں:

۱-مسافت سفر طے کرنے کا عزم کر چکا ہو۔

۲-ابتداء سفر سے ہی کم از کم مسافت سفر کے بقدر جانے کا ارادہ ہو۔

۳-اور اسی ارادہ کے ساتھ اپنے مقام وشہر کے حدود سے نکل بھی جائے، لہٰذا اگر سفر کا صرف ارادہ کیا نکلا نہیں یا نکلا مگر بہ وقت خروج مسافت سفر کا رادہ نہیں یا سفر کے ارادہ سے ہی نکلا مگر ابھی حدود وشہر سے باہر نہیں ہوا تو ان صورتوں میں سفر کے احکام اس پر جاری نہ ہوں گے (بدائع الصنائع ۱/ ۹۳-۹۴، البحر الفائق ۱/ ۳۴۴، ابن بطال ۳/ ۸۲-۸۳ مکتبہ الرشد ریاض سعودی عرب طبع دوم ۱۴۲۳ھ، المغنی علی مختصر الخرقی ۲/ ۱۶۵، ابن قدامہ المقدسی المتوفی ۶۲۰ھ طبع دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان طبع دوم ۱۴۲۲ھ، فتاوی رضویہ ۳/ ۱۶۱ رضا اکیڈمی ممبئی طبع ۱۴۱۵ھ، فتاوی محمودیہ ۱۶/ ۴۳۲-۴۳۳ زکریا بک ڈپو دیوبند ۱۹۹۸ء)۔

اگر ایک شخص اپنے گھر سے ۴۸ میل کا راستہ طے کر لے، لیکن ابھی وہ ہو شہر میں ہی، شہر کی حدود سے باہر نکلنے کی نوبت نہیں آئی ہو اور اس سے آگے جانے کا ارادہ بھی نہ ہو تو اس

☆ مدرسہ اسلامیہ شکر پور بھروارہ، دربھنگہ۔

صورت حال میں اس پر مسافر کے احکام جاری نہیں ہوں گے اور وہ نماز میں قصر نہیں کرے گا، بلکہ اتمام کرے گا، کیونکہ وہ اپنے شہر کے اندر ہے اور اپنے شہر میں قصر کرنا جائز نہیں ہے (المبسوط ۲/ ۱۰۳-۱۱۰ دار المعرفۃ بیروت لبنان ۱۴۱۴ھ، البحر الرائق ۲/ ۱۳۸-۱۵۰، بدائع الصنائع ۱/ ۹۱-۱۰۵، فتاوی ہندیہ ۱/ ۱۳۸-۱۴۲)۔

اس سلسلہ میں مفتی محمود حسن گنگوہیؒ تحریر فرماتے ہیں:

احکام سفر جاری ہونے کے لئے ضروری ہے کہ مسافت سفر کی نیت کے ساتھ سفر کا آغاز کرے، جو شخص تین منزل مسافت کی نیت سے اپنی آبادی سے باہر نکلا وہ شرعاً مسافر ہے اس کے ذمہ قصر لازم ہے (فتاوی محمودیہ ۲/ ۲۷۴-۲۷۵، فتاوی دار العلوم دیوبند مدلل و مکمل ۴/ ۴۵۹-۴۷۲)۔

مفتی سید عبد الرحیم لاجپوریؒ سے ایسا ہی سوال دہلی کے باہر میں کیا گیا تھا، اس کا جواب تحریر فرماتے ہیں:

''وطن اصلی یا وطن اقامت کی آبادی سے باہر ہو جانے پر شرعی مسافر کا اطلاق ہوگا، دوسری آبادی اگر چہ متصل ہو مگر وہ دوسری آبادی ہے، دونوں کے نام الگ الگ ہیں حکومت اور کارپوریشن ''یعنی میونسپلٹی، نگر پالیکا'' نے دونوں آبادیوں کی حدود الگ الگ مقرر کئے ہیں، اس لئے وہ دونوں دو مستقل آبادیاں ''یعنی شہر'' شمار ہوں گی اور شرعی مسافر کا اطلاق اسی وقت ہوگا جب کہ اپنی آبادی ''یعنی شہر'' کی حدود سے تجاوز کر جائے، اور اگر متصل ہونے کی وجہ سے کارپوریشن نے دونوں کو ایک کر دیا ہو تو اب وہ آبادی شہر کا محلّہ ہے اور وہ محلّہ شہر کا جزء ہے، لہذا اب اسی سے تجاوز ہونے پر مسافرت کے احکام جاری ہوں گے'' (فتاوی رحیمیہ ۶/ ۳۴۳-۳۶۵ مکتبہ رحیمیہ، احسن الفتاوی ۴/ ۷۲-۷۳، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی طبع چہارم ۱۴۱۱ھ، انوار مناسک/ ص ۶۴-۶۶ ۴، ہٹائی مرادآباد، فتاوی قاضی خاں ۱/ ۱۶۵، فتاوی تاتارخانیہ ۲/ ۵، فتاوی ہندیہ ۱/ ۱۳۹، البحر الرائق ۱/ ۱۳۹، النہر الفائق ۱/ ۳۴۴)۔

مفتی تقی عثمانی صاحب سے ایسا ہی سوال کراچی کے بارے میں کیا گیا تھا جس کے جواب میں آپ نے یوں تحریر فرمایا تھا:

''کراچی شہر کی حدود سے نکل کر قصر کرے''۔

''صورت مسئولہ میں قصر جائز نہیں، اپنا شہر خواہ کتنا ہی طویل وعریض ہو اس میں قصر جائز نہیں'' (فتاوی عثمانی ۱/۴۴ طبع اول کتب خانہ نعیمیہ دیوبند ۲۰۰۶ء)۔

**جس راستہ سے سفر کرے گا اسی کا اعتبار ہوگا:**

**ب-** اگر وہ ایسے مقام کا سفر کر رہا ہو جو شہر کی انتہائی حدود سے تو ۴۸ میل کے فاصلہ پر نہ ہو، لیکن اس کے گھر کے پاس سے ۴۸ میل یا اس سے زیادہ کا فاصلہ ہو تو وہ قصر کرے گا، یعنی اگر کسی مقام تک پہنچنے کے لئے چند راستے ہوں ان میں ایک قریبی ہے اور دوسرا بقدر مسافت سفر طویل ہے تو مسافر جس راستہ سے سفر کرے اسی کا اعتبار ہوگا، لہذا بقدر مسافت سفر والے راستہ کو اختیار کرنے کی صورت میں مسافر ہوگا اور قصر وغیرہ کے احکام جاری ہوں گے۔ جبکہ قریبی راستہ سے جانے پر مسافر نہ ہوگا لہذا قصر نہیں کرسکتا ہے۔

اس سلسلہ میں ابن نجیم مصریؒ وضاحت کرتے ہیں:

**"الرجل إذا قصد وإلى مقصده طريقان أحدهما مسيرة ثلاثة أيام ولياليها والأخر دونها فسلك الطريق الأبعد كان مسافراً عندنا وإن سلك الأقصريتم''** (البحر الرائق ۲/۱۴۰، فتاوی قاضی خاں ۱/۱۶۵، واللفظ البحر الرائق)۔

(آدمی جب کسی شہر میں جانے کا ارادہ کرلے اور اس شہر میں پہنچنے کے دو راستے ہوں: ان میں سے ایک راستہ تین دن اور تین رات کا ہے، جبکہ دوسرا راستہ اس سے کم مسافت کا ہے، پھر اس نے دور دراز راستہ کا سفر اختیار کیا تو وہ شخص ہمارے نزدیک مسافر بن جائے گا اور اگر اس نے نزدیکی راستہ کا سفر اختیار کیا تو وہ اتمام کرے گا)۔

☆☆☆

# احکام سفر-شرعی مسائل

مولانا ریاض احمد قاسمی ☆

۱- مذکورہ شخص مسافر نہ ہوگا، اور اس پر سفر کے احکام جاری نہ ہوں گے، لہذا جب تک وہ شہر کی پوری آبادی سے نہ نکل جائے قصر نہیں کرے گا، اس پر فقہاء کی تصریحات موجود ہیں:

۱- "قال في الهداية: وإذا فارق بيوت المصر، صلى ركعتين، لأن الإقامة تتعلق بدخولها، فيتعلق السفر بالخروج منها، وفيه الأثرعن عليؓ: لوجاوزنا هذا الحض لقصرنا، وقال في الفتح: قوله: وإذا فارق الخ بيان لمبدأ القصر، ويدخل في بيوت المصر ربضه...... ثم قال: وفي فتاوى قاضيخان: فصل في الفناء: إن كان بينه وبين المصر أقل من قدر غلوة، ولم يكن بينهما مزرعة، يعتبر مجاوزة الفناء أيضاً۔ ثم قال: وإذا كانت قرية، أو قرى متصلة بالربض، لايقصر حتى يجاوزها" (فتح القدیر ۲/ ۳۴، ۳۳)۔

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ سفر کے احکام جاری ہونے کے لئے "خروج من بيوت المصر" کے ساتھ خروج من "ملحقات المصر" بھی ضروری ہے، اس کے لئے آبادی چاہے جتنی بڑی ہو، کوئی حدو مقرر نہیں ہے، جیسا کہ اطلاق کا یہی تقاضہ ہے، حتی کے شہر سے باہر خانہ بدوش خیمہ زن ہوں، تو ان کے خیموں کو عبور کرنا بھی ضروری ہے اور اگر وہ کسی پانی کی جگہ، یا لکڑی کی جگہ پڑاؤ ڈالے ہوئے ہوں، تو اس کو عبور کرنا بھی ضروری ہے۔

☆ جامعہ رحمانی، مونگیر۔

چنانچہ علامہ شامی فرماتے ہیں:

" قوله: من خرج من عمارة موضع إقامته، أراد بالعمارة مايشمل بيوت الأخبية، لأن بها عمارة موضعها، قال في الإمداد: فيشترط مفارقتها، و لومتفرقة، وإن نزلوا على ماء أومحتطب يعتبر مفارقته، كذافي مجمع الروايات" (ردالمحتار ۲/ ۵۹۹)۔

۲- "قال في الفتح: أخرج البخاري تعليقاً: وخرج علي رضي الله عنه فقصر، وهويرى البيوت، فلما رجع قيل: هذه الكوفة، قال لا، حتى ندخلها، قد أسنده عبدالرزاق" (۲/ ۳۴)۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ دخولِ آبادی سے قصر کا حکم ختم ہوجاتا ہے، پس اسی طرح خروج از آبادی سے ہی قصر کا حکم ثابت ہوگا، اس کی کوئی تفصیل نہیں کہ آبادی کتنی بڑی ہو، لہٰذا: "المطلق يجري على إطلاقه" (اصول الشاشی)۔

۳- "ولوكان للبلد محال، كل محلة منفصلة عن الأخرى كبغداد في الماضي، فمتى خرج من محلته أبيح له القصر، إذا فارق أهله وإن كان بعضها متصلاً ببعض كاتصال أحياء المُدن المعاصرة، لم يقصر حتى يفارق جميعها" (الفقہ الاسلامی وأدلتہ ۲/ ۳۳۱)۔

اس سے بھی معلوم ہوا کہ موجودہ دور کے شہروں میں جو مختلف محلات ہیں، وہ سب چونکہ متصل ہیں، اس لئے ان سب کو عبور کرنا ضروری ہے۔

۴- "وقداتفق الفقهاء على أن أول السفر الذي يجوز به القصر، ونحوه: هو أن يخرج المسافرمن بيوت البلد التي خرج منها، و يجعلها وراء ظهره، أويجاوز العمران من الجانب الذي خرج منه، وإن لم يجاوزها من جانب آخر، لأن الإقامة تتعلق بدخولها، فيتعلق السفر بالخروج عنها؛ لقوله

تعالی: وإذاضربتم فی الأرض، فلیس علیکم جناح أن تقصروا من الصلاۃ" (النساء:۱۰۱) "ولایکون ضارباً في الأرض حتیٰ یخرج" (الفقہ الاسلامی ۲/ ۳۴۴)۔

اس عبارت سے یہ معلوم ہوا کہ یہ مسئلہ اجماعی اور اتفاقی ہے کہ احکامِ سفر جاری ہونے کے لئے پوری آبادی سے نکلنا ضروری ہے، کیونکہ قرآن مجید میں ''قصر'' کے لئے '' ضرب في الأرض'' کو شرط قرار دیا گیا ہے اور ''ضرب في الأرض'' عرفاً اسی وقت محقق ہوگا، جب آبادی سے باہر نکل جائے۔

۵- "وقال الشامي: قال في التجنيس: إذا افتتح الصلاۃ في السفینۃ حال إقامته في طرف البحر، فنقلتها الریح ونوی السفر، یتم صلاۃ المقیم عند أبي یوسف خلافاً لمحمد، لأنه اجتمع في هذه الصلاۃ ما یوجب الأربع ومایمنع، فرجحنا مایجب الأربع احتیاطاً" (ردالمحتار ۲/۱۰۶)۔

عبارت میں مذکور جزئیہ کی جو دلیل بیان کی گئی ہے، اس سے ایک ضابطہ نکلتا ہے کہ جہاں قصر اور اتمام میں اشتباہ ہوجائے، ایک وجہ قصر کی مقتضی ہو، دوسری اتمام کی، تو ایسی تمام جگہوں میں احتیاط یہی ہے کہ نماز پوری پڑھی جائے، خصوصاً اس لئے بھی کہ جمہور فقہاء کے نزدیک ''قصر'' تو ایک رخصت ہے، جبکہ اتمام عزیمت ہے، پس مذکورہ صورت میں بھی مسافت سفر قطع کرنے کا تقاضہ قصر ہے اور شہر کی حدود کے اندر رہنے کا تقاضہ اتمام ہے، لہذا یہ بھی موقع اشتباہ ہوگیا، اس لئے یہاں احتیاطاً اتمام ہی کرے گا۔

۴- مذکورہ صورت میں وہ قصر کرے گا، کیوں کہ مسافتِ سفر کی ابتدا کہاں سے ہوگی، اس بارے میں فقہاء سے کوئی صراحت منقول نہیں ہے، اس لئے مناسب یہ ہے کہ جس طرح دوسرے افعالِ شرعیہ کی ابتداء'' اقدام مع النیت'' سے ہوتی ہے، مثلاً: جب کوئی آدمی بنیتِ صلاۃ تکبیر تحریمہ کہہ لے تو عملِ نماز کی ابتداء ہوجاتی ہے، اسی طرح سفر بھی ایک امر شرعی ہے، لہذا جہاں سے وہ بنیتِ سفر روانگی شروع کرے اور باضابطہ چل دے، وہیں سے مسافتِ سفر کی ابتداء مانی

جائے گی، چاہے وہ جگہ گھر ہو یا محلّہ کی سرحد ہو، یا چوک چوراہا ہو، جہاں سے گاڑی ملی ہو یا کوئی اور جگہ ہو۔

"قال الشامي: قوله قاصداً مع قوله "خرج" أشاربه إلى أنه لوخرج ولم يقصد، أوقصد ولم يخرج، لايكون مسافراً" (ردالمحتار ۶۰۰/۲)۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ "عمل سفر" شروع ہونے کے لئے دو چیزوں کا تحقق ضروری ہے: ۱۔نیت، ۲۔خروج (روانگی)، پس جس جگہ یہ دونوں چیزیں پائی جائیں گی، وہاں سے وہ مسافر ہوجائے گا اور وہیں سے اس کے سفر کی ابتداء ہوجائے گی، لیکن قصر وغیرہ احکام ابھی جاری نہیں ہوں گے، اس کے لئے پوری آبادی عبور کرنا شرط ہے، چنانچہ شروط قصر کو شمار کرتے ہوئے ڈاکٹر زحیلی فرماتے ہیں:

۳-" مجاوزة العمران من موضع إقامته: كمابينا، وللفقهاء تفريعات في توضيح هذا الشرط" (۳۲۸/۲)۔

موصوف کے بیان سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ " آبادی عبور کرنا "قصر کے لئے شرط ہے، سفر کی حقیقت میں یہ چیز داخل نہیں ہے۔

عرف اور تعامل سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے، کیونکہ ہمارے عرف میں اگر رخصت کرنے والے ساتھ ہوں، تو جب تک باضابطہ گاڑی میں بیٹھ کر روانہ نہ ہوجائے، اس وقت تک سفر کی شروعات نہیں سمجھی جاتی اور جونہی روانگی ہوجاتی ہے، سفر شروع ہوجاتا ہے، لیکن اگر کوئی آدمی اپنے گھر سے اپنی گاڑی میں بیٹھ کر روانہ ہوتا ہے تو گھر سے نکلتے ہی عرفاً اس کا سفر شروع ہوجاتا ہے، کیونکہ یہیں سے اس نے بنیتِ سفر باضابطہ روانگی شروع کردی ہے، جب عرف و تعامل یہ ہے اور اس بارے میں کوئی شرعی تحدید وتعیین موجود نہیں ہے تو فقہاء کے مشہور قاعدہ کے مطابق عرف وتعامل کا اعتبار اس باب میں کرنا چاہئے:

"قال السبكي: واعلم أن من القواعد المشتهرة على ألسنة الفقهاء: أن ماليس له حد في الشرع، ولا في اللغة يرجع فيه إلى العرف" (الابہاج ۳۶۵/۱)۔

# مسافت سفر سے متعلق مسائل

مولانا غیاث الاسلام ندوی☆

(الف) مسافت سفر کا شمار کہاں سے ہوگا اس سلسلہ میں مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب رقمطراز ہیں:

حنفیہ کا معروف مذہب تو یہی ہے کہ مسافر ہونے کے لئے کوئی مخصوص زمینی مسافت متعین نہیں ہے، بلکہ اوسط رفتار سے تین دن ورات میں جتنی دور کا سفر کیا جا سکے کم سے کم اتنی دور کے سفر سے انسان شرعی مسافر ہوتا ہے اور اس کے لئے نماز میں قصر کی اور رمضان میں وقتی طور پر روزہ نہ رکھنے کی اجازت حاصل ہوتی ہے، راستہ کی ہمواری وناہمواری کے اعتبار سے یہ مسافت مختلف ہوسکتی ہے، لیکن عوام کی آسانی کے لئے بعد کے فقہاء نے مسافت کی بھی تعیین کی ہے، فقہاء حنفیہ سے اس سلسلہ میں تین اقوال منقول ہیں:

۱-۲۱فرسخ = ۶۳ میل

۲-۱۸فرسخ = ۵۴ میل

۳-۱۵فرسخ = ۴۵ میل (کبیری ۳۹۸، ردالمحتار ۱/ ۵۲۷)۔

شافعیہ، مالکیہ اور حنابلہ سے منقول ہے:

۱۶فرسخ = ۴۸ میل، اور اس سلسلہ میں بخاری نے دو صحابی ابن عباسؓ و ابن عمرؓ کا عمل بھی نقل کیا ہے کہ یہ دونوں حضرات چار برید کے سفر پر قصر کیا کرتے تھے (بخاری ۲/ ۱۴۷)۔

---

☆ سنا دیرل جوگابائی ایکسٹینشن، جامعہ نگر، نئی دہلی۔

ایک برید چار فرسخ کا ہوتا ہے، پس یہ رائے صحابہ سے مؤید بھی ہے، ائمہ ثلاثہ کے مسلک کے مطابق بھی ہے اور پندرہ فرسخ والا قول جس پر علماء خوارزم کا فتوی ہے (رد المحتار ۱/۵۲۷) سے قریب بھی ہے، اس لئے ہمارے زمانہ میں اکثر علماء ہندوپاک نے اسی قول کو اختیار کیا ہے۔

یہ بھی ملحوظ رہے کہ ایک فرسخ تین میل کے برابر ہے اور ایک میل سے میل شرعی مراد ہے جو چار ہزار ہاتھ کے برابر ہے (رد المحتار ۱/۵۲۷)، میل انگریزی مراد نہیں، پس اس طرح ایک میل شرعی دو ہزار گز کے برابر ہوا، اور دو ہزار گز ایک کلومیٹر ۸۲۸ میٹر، ۸۰ سینٹی میٹر کے مساوی ہے، اس طرح ۴۸ میل ۴۰، ۸۲، ۸۷، (۸۷ کلومیٹر، ۸۲ میٹر، ۴۰ سینٹی میٹر) کے برابر ہوتا ہے، یہی مسافت سفر ہے (جدید فقہی مسائل ۱۴۲/۸)۔

سفر میں قصر کی ابتدا کہاں سے کی جائے، اس میں اصل یہ ہے کہ جہاں سے مسافر کو اپنی مسافرت و اجنبیت کا احساس ہونے لگے وہیں سے وہ قصر شروع کردے گا، شارع نے اس کو عرف عام پر چھوڑا ہے، عرف اگر شریعت کے معارض نہ ہو تو اس کے بدلنے سے احکام میں تبدیلی واقع ہوتی ہے، چونکہ قدیم زمانہ میں آج کی بہ نسبت شہر چھوٹے چھوٹے ہوا کرتے تھے، اس وقت کسی شہر کا ۲۵-۳۰ کلومیٹر تک تجاوز کرنا بھی محال تھا، تین روزہ مسافت طے کرنے کے بعد بھی کسی شہر کی حدود کو پار نہ کرسکنا اس زمانہ میں تصور سے بالاتر بات تھی اور شہر سے نکلتے وقت ہی مسافر کو اپنی مسافرت و اجنبیت کا احساس ہوتا تھا، اسی لئے فقہاء نے ابتدائے قصر کے لئے عزم سفر کے ساتھ جابجا خروج من البلد اور تجاوز عن المصر کی قید لگائی ہے، اب صورتحال مختلف ہوچکی ہے، آبادی میں اضافہ اور دیہی آبادیوں کی شہر کی طرف منتقلی کی وجہ سے شہروں کی حدود کافی وسیع ہوچکی ہیں اور اکثر شہر اپنے طول وعرض میں مسافت سفر سے تجاوز کرگئے ہیں، جیسا کہ سوالنامہ میں سو کلومیٹر کی وضاحت کی گئی ہے۔

اب حالت یہ ہے کہ بسا اوقات شہر میں رہنے والا شخص شہر کی وسعت کی وجہ سے اس

کے دوسرے حصوں سے ناواقف ہوتا ہے، حتی کہ اگر کبھی وہاں جانے کا اتفاق ہو تو اسے اپنے مسافر ہونے کا احساس ہوتا ہے، شہروں کی آبادی مختلف علاقوں میں منقسم ہوتی ہے، ایک ایک علاقہ کئی کئی میل پر پھیلا ہوتا ہے، ہر علاقہ میں زندگی کی تمام ضروریات مہیا ہوتی ہیں، تعلیمی ادارے، شفاخانے، تفریح گاہیں، بازار وغیرہ ہر علاقہ میں مستقل طور پر ہوتے ہیں، اگر اب بھی خروج من البلد کی قید لگائی گئی تو شریعت سے ملی ہوئی سہولت کا مقصد فوت ہو جائے گا، لہذا اب مسافت سفر کا ارادہ کر کے اپنے علاقہ کی آبادی سے نکلنا ہی ابتدائے قصر کے لئے کافی ہوگا۔

اس سلسلہ میں دارالعلوم دیوبند سے ایک استفتاء کا جواب یوں دیا گیا:

جس بستی اور آبادی میں وہ رہتا ہے اسی سے خروج ودخول کا نماز قصر وعدم قصر میں اعتبار ہے، پس جو بازار کہ بستی سے منفصل ہے جیسا کہ بلاد بنگال میں سنا گیا ہے اس میں دخول وخروج کا اعتبار نہیں ہے، پس یہ شخص جب تک اپنی بستی میں اور اس کی عمارات میں داخل نہ ہوگا اس وقت تک قصر کرتا رہے گا۔

”قال فی الشامی وأما الفناء فهو المكان المعد لمصالح البلد كركض الدواب و دفن الموتى و إلقاء التراب فإن اتصل ما لمصر اعتبر مجاوزته و إن انفصل بغلوة أو مزرعة فلا كما يأتي“ (ردالمحتار باب صلاۃ المسافر تحت قولہ من خرج من عمارۃ موضع اقامتہ)۔

ایک استفتاء اس طرح ہے:

**سوال:** اس ملک میں مکانات متصل اور ان میں باغات ہوتے ہیں، باوجود اتصال کے نام مواضعات کے علاحدہ علاحدہ ہوتے ہیں اگر کسی کو بارادہ سفر اپنے مکان سے نکل کر دوسرے موضع ہی پہنچنے کے بعد وقت نماز آ گیا ہو اور وہاں سے اپنا موضع بھی نظر آتا ہو تو یہ مسافر قصر کرے گا یا اتمام؟

**جواب:** اس صورت میں وہ شخص قصر کرے گا، کیونکہ قصر کے لئے تجاوز کرنا اپنی بستی کی آبادی سے شرط ہے، نظر آنا آبادی کا مانع قصر نہیں ہے۔

"كما في الدر المختار: من خرج من عمارة موضع إقامته من جهة خروجه و إن لم يجاوز من الجانب الآخر" (الدر المختار علی ہامش رد المحتار ۱/ ۷۳۲)۔

ان تمام تفصیلات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اب شہر کے اندر نماز میں قصر کو خروج من البلد پر موقوف نہیں رکھا جائے گا، بلکہ اگر کوئی شخص مسافت سفر کی نیت کے ساتھ اپنے علاقہ سے نکل جائے تو شہر کی حدود میں رہنے کے باوجود اس پر مسافر کے احکام جاری ہوں گے اور وہ نماز میں قصر کرے گا۔

لیکن مسافت کے بارے میں پہلے تحقیق گذر چکی ہے کہ اس کی مسافت ۸۷ کلومیٹر ۷۸۲ میٹر، ۴۰ سینٹی میٹر ہے یعنی ۴۸ میل سے کچھ زیادہ ہے، لہذا اگر کوئی شخص صرف ۴۸ میل کی نیت کر کے چلے اور یہ مسافت طے بھی کر لے اور اب آگے جانے کا ارادہ نہ ہو تو اس پر مسافر کے احکام جاری نہیں ہوں گے، وہ نماز میں قصر نہیں کرے گا، کیونکہ مذکورہ تحقیق کے مطابق اس نے مسافت سفر کی نیت نہیں کی، پھر اگر پندرہ فرسخ (۴۵ میل) والے قول سے جس پر علماء خوارزم کا فتوی ہے کچھ اشتباہ پیدا ہو تب بھی وہ قصر نہیں کرے گا کیونکہ ضابطہ ہے کہ جہاں پر قصر میں اشتباہ ہوتا ہے وہاں قصر چھوڑ کر اتمام کیا جاتا ہے۔

"قال في الشامي في موقع الاشتباه لأنه اجتمع في هذه الصلاة ما يوجب الأربع و ما يمنع فرجحنا ما يوجب الأربع احتياطا" (رد المحتار باب صلاۃ المسافر تحت قولہ قاصدا ۱/ ۷۳۳)۔

(ب) اگر کوئی شخص ایسے مقام کا سفر کر رہا ہے جو شہر کی انتہائی حدود سے تو ۴۸ میل کے فاصلہ پر نہ ہو، لیکن اس کے گھر کے پاس سے ۴۸ میل کے فاصلہ پر ہو تو وہ اتمام کرے گا، کیونکہ مذکورہ تحقیق کے مطابق مسافت سفر ۴۸ میل سے زیادہ ہے، اور اگر اس کے گھر سے ۴۸ میل سے زیادہ پر ہو تو عرف کا اعتبار ہوگا اگر گھر سے نکلنا ہی سفر کی ابتداء کا تصور ہو تو قصر کرے گا اور اگر بس اسٹینڈ وغیرہ کے پاس سے ابتداء سفر کا تصور ہو اور یہاں سے وہ مقام ۴۸ میل یا اس سے کم پر ہو تو اتمام کرے گا۔

# مسافت سفر کی ابتدا کہاں سے ہوگی

مفتی عبدالقیوم پالنپوری☆

الف- کوئی بڑے شہر کا باشندہ سفر شرعی کے ارادہ سے اپنے گھر سے نکلا اور اس نے شہر ہی میں ۴۸ میل یا اس سے زائد مسافت طے کرلی اور وہ ابھی شہر کی حدود سے باہر نہیں نکلا ہے تو اس پر مسافر کے احکام جاری نہیں ہوں گے اور وہ ابھی اتمام کرے گا، محیط برہانی میں لکھا ہے:

"قال محمد: لایقصر حتی یخرج من مصره و یخلف دور المصر، و فی موضع آخر یقول: و یقصر إذا جاوز عمرانات المصر قاصدا مسیرة ثلاثة أیام و لیالیها، و هذا لأنه ما دام فی عمرانات المصر فهو لا یعد مسافرا" (۳۸۷/۲)۔

مولانا تقی عثمانی صاحب تحریر فرماتے ہیں:

(۱) کراچی شہر کی حدود سے نکل کر قصر کرے۔ (۲) صورت مسئولہ میں قصر جائز نہیں، اپنا شہر خواہ کتنا ہی طویل وعریض ہو، اس میں قصر جائز نہیں (فتاوی عثمانی ۱/ ۵۴۴)۔

مسافت سفر کی ابتدا کہاں سے شمار کی جائے؟ اس بارے میں صراحۃً کوئی بات فقہاء کرام سے منقول نہیں ہے، البتہ فقہاء کرام کی اس طرح "من بغداد إلی کوفة مسیرة أربع لیال أو بین البلد الفلانی و بین البلد الفلانی مسیرة ثلاثة أیام أو بینهما مسیرة

☆ جامعہ نذیریہ کاکوسی، گجرات۔

سفر" کی عبارات سے مفہوم ہوتا ہے کہ فقہاء دوشہروں یا قریہ وشہر یا شہر وقریہ کے درمیان کی مسافت مراد لے رہے ہیں، اور جہاں " من موضع إقامته" جیسی عبارات ہیں، اس میں موضع اقامت سے مراد وہ گاؤں یا شہر ہے جس سے اس کو سفر کرنا ہے، ہر مسافر کے رہنے کا گھر یا اس کا محلہ مراد نہیں ہے، نیز آبادی سے تجاوز پر شرعی احکام جاری ہوتے ہیں، اس لئے کہ وہ اس وقت ہی مسافر شمار کیا جاتا ہے۔

"و في المحيط: لأنه ما دام في عمرانات المصر فهو لا يعد مسافرا" (۳۸۷/۲)۔

لہذا یہی درست معلوم ہوتا ہے کہ مسافت سفر شرعی کی ابتدا شہر کے کنارے سے مانی جائے اور اس کو سفر شرعی کی مسافت طے کرنے والا وہاں سے مانا جائے۔

فتاوی محمودیہ میں مفتی محمود صاحب تحریر فرماتے ہیں:

وطن کے آخری مکان سے سفر کی مسافت شروع ہوگی اور جس بستی میں جانا ہے اس کی ابتدائی سرحد تک مجموعی مسافت کو دیکھا جائے گا (فتاوی محمودیہ ۷/ ۴۷۶)۔

ب- مذکورہ بالا تفصیل کی روشنی میں جواب یہ ہے کہ ایسے مقام کا سفر کرنے والا کہ وہ مقام مسافر کے شہر کی انتہائی حدود سے تو ۴۸ میل کے فاصلہ پر نہیں ہے، لیکن اس کے گھر سے ۴۸ میل یا اس سے زیادہ کے فاصلہ پر ہے تو وہ اتمام کرے گا قصر نہیں کرے گا، اس لئے کہ وہ شرعاً مسافر نہیں ہے۔

☆☆☆

# مسافت سفر کی شرعی حیثیت

مفتی جمال الدین قاسمی ☆

آج کل بعض شہروں کی حدود جو غیر معمولی طور پر بڑھ گئے ہیں اور مسافت سفر یا اس سے زیادہ تک آبادی کا ایک تسلسل قائم ہوگیا ہے، ظاہر ہے کہ اتنا بڑا شہر اور اتنی بڑی آبادی کا وجود دور نبوت اور فقہاء مجتہدین کے دور میں نہیں تھا، اس لئے مسافت سفر کے کسی جگہ سے شمار کرنے کے سلسلہ میں حدیث یا پھر کوئی فقہی صریح جزئیہ ملنا تو ممکن نہیں، البتہ فقہی اشارات اور دور حاضر کے نظائر کو ہی بنیاد بنا کر کچھ کیا جا سکتا ہے، اس قسم کا ایک سوال مولانا سید عبد الرحیم صاحب لاجپوریؒ سے کیا گیا تھا تو انہوں نے میونسپلٹی کو بنیاد بنا کر جواب دیا تھا، جس کا حاصل یہ کہ میونسپلٹی اگر ایک ہو تو اس کو ایک شہر قرار دیا جائے گا، اور اگر آبادی متصل ہو لیکن میونسپلٹی دونوں آبادیوں کی الگ الگ ہو تو محض اتصال کی وجہ سے دونوں کو ایک شہر قرار نہیں دیا جائے اور یہ بات آج کل کے حالات کے لحاظ سے قرین قیاس بھی معلوم ہوتی ہے، اس کی نظیر فتاوی قاضی خاں میں بھی ملتی ہے:

"إن كان بين المصر و فنائه أقل من قدر غلوة و لم يكن بينهما مزرعة يعتبر مجاوزة الفناء أيضا و إن كان بينهما مزرعة أو كانت المسافة بين المصر و فنائه قدر غلوة يعتبر مجاوزة عمران المصر ولا يعتبر في مجاوزة الفناء" (فتاوی قاضی خاں علی ہامش الہندیہ ۱/۱۶۵)۔

ایک شہر کے مختلف محلے مختلف بستیوں کے حکم میں نہ ہوں گے، بلکہ ایک ہی جگہ سمجھی

☆ دار العلوم حیدرآباد۔

جائے گی، اور ایک شہر کے مختلف محلوں میں ٹھہرنے والا، اگر چہ ٹھہرنے کی مدت پندرہ یوم سے کم ہوتو وہ مقیم کہلائے گا (احکام سفر/۳۹)۔ اس پس منظر میں سوالات کے جوابات اس طرح ہوں گے:

الف - جس شہر میں وہ رہ رہا ہے، اگر میونسپلٹی اس کی بدلی نہیں ہے اور وہ اپنے شہر کی میونسپلٹی ہی میں ۴۸ میل یا اس سے زیادہ سفر کر چکا، پھر بھی وہ مقیم ہوگا اور پوری نماز ادا کرے گا، لیکن اگر میونسپلٹی بدل گئی، اگر چہ آبادی متصل ہے اور ۴۸ میل یا اس سے زیادہ کا سفر طے کرلیا تب وہ مسافر کہلائے گا اور قصر کرے گا، مسافت سفر کا شمار اس کی حدود میونسپلٹی کو قرار دیا جائے گا اور اس کو مسافت سفر قرار دینے میں سہولت بھی ہے، کیونکہ اس کی تعیین عموماً کردی جاتی ہے اور عام لوگوں کو بھی اس کا علم ہوتا ہے۔

ب - گھر سے فاصلہ کا شمار نہیں کیا جائے گا، بلکہ شہر کی انتہائی حدود سے ۴۸ میل کا اگر فاصلہ ہوگا تو مسافر ہوگا ورنہ نہیں، ہمارے نزدیک یہی موقف راجح ہے۔

☆☆☆

# مسافت سفر کی فقہی تحقیق

مولانا اقبال احمد ٹنکاروی☆

اس سلسلہ میں عام طور پر فقہاء کی رائے یہ ہے کہ جب کوئی شخص اڑتالیس ر ۴۸ میل (یعنی سوا ستتر کیلو میٹر) کے سفر کا ارادہ کرکے اپنی قیام گاہ سے روانہ ہوکر اپنی بستی سے آگے چلا جائے تب وہ شخص نماز قصر پڑھے گا، اگر کوئی شخص اپنے شہر (اپنی بستی) سے روانہ ہوکر جب تک ادھر کے مکانات سے گذر نہ جائے جدھر سے وہ (سفر پر) روانہ ہوا ہے، وہ مسافر نہیں ہوگا اور اسے قصر کی اجازت نہیں ہوگی۔

"قال قاضی خان: إذا جاوزالمقیم عمران مصره مسیرة ثلثة أیام ولیالیها بسیر الإبل أومشی الأقدام یلزمه قصر الصلوة ویرخص له ترک الصیام، أماشرط مجاوزة الأقدام لأن السفر فعل فلا یوجد بمجردالنیة"۔

اور فتاوی شامی میں ہے:

"(من خرج من عمارة موضع إقامته) أراد بالعمارة مایشمل بیوت الأخبیة لأن بها عمارة موضعها" (ردالمحتار علی الدر المختار ۲/۵۹۹)۔

بہر حال فقہاء کرام نے رخصت واتمام کے سلسلے میں جو بحث کی ہے اس کے مجموعہ سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ مبدأ ومنتہاء سفر کا آغاز بھی اسی نقطہ سے ہوگا، جس سے احکام سفر کا آغاز ہوتا ہے، جیسا کہ فتاوی قاضی خان اور در مختار کی عبارت سے ظاہر ہے، لیکن اس نقطہ کا اعتبار کرتے

☆ دار العلوم الاسلامیہ ماٹلی والا، بھروچ، گجرات۔

ہوئے ایسی چھوٹی بستی اور مختصر آبادی والے چھوٹے چھوٹے گاؤں وقصبات سے عرفاً مسافت سفر کی تعیین میں فرق نہیں سمجھا جاتا، جہاں مسافت سفر کا آغاز بستی کی انتہاء ابنیہ سے ہی سمجھا جاتا ہے جس کی بنا پر علماء واہل افتاء کی رائے یہی ہے کہ مبدأ ومنتہاء مسافت سفر بھی ابنیہ بلد کی آخری عمارت سے شروع ہوگا، جیسا کہ شامی اور فتاوی ہندیہ میں بھی مذکور ہے، مگر ان لوگوں کے حق میں مبدأ احکام سفر کا اعتبار مذکورہ نقطۂ نظر سے کرنے میں بڑی دقت ودشواری ہوگی، جو لوگ بمبئی، کلکتہ اور دہلی جیسے شہروں میں رہتے ہیں، جہاں شہر کی تمام آبادی ایک کنارہ سے دوسرے کنارے تک تجاوز کرنے میں سو کیلومیٹر یا اڑتالیس میل سے زائد کا فاصلہ ہو، اس لئے مناسب ہوتا ہے کہ مبدأ اور منتہاء سفر کو ایسی شرطوں پر معلق کیا جائے جن کا لحاظ چھوٹے اور بڑے دونوں جگہوں میں رہنے والوں کے لئے سہل اور آسان ہوجائے اور دونوں کو سفر کی رخصت بھی حاصل ہوجائے اور کسی پر گراں بھی نہ گذرے، ارشاد خداوندی ہے: ''لا يكلف الله نفساً إلا وسعها'' (سورۂ بقرہ)۔

اور اصول ہے: ''المشقة تجلب التيسير'' (الاشباہ والنظائر)، کیوں کہ مبدأ سفر کے لئے جمیع بیوت بلد سے تجاوز کی شرط فقہاء نے جو رکھی ہے اس کا ثبوت کسی حدیث وآثار سے نہیں ہے اور نہ عبارۃ النص سے، تاہم کافی مراجعت وتلاش کے بعد یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جس طرح مسافت سفر کی تعیین میں لوگوں کا عرف فیصل ہے، اسی طرح اس کے مبدأ ومنتہاء کی تعیین میں بھی عرف ہی فیصل ہوگا، کہ سفر کے واسطے نکلنے والا شخص سفر کی نیت سے اپنے گھر سے نکل جائے تو لوگوں کے عرف وعادت میں اس کے سفر کا آغاز جس کام سے سمجھا جاتا ہے وہی مقام مبدأ سفر ہوگا اور جس مقام کو اس کے سفر کا نقطۂ انتہا سمجھا جاتا ہو وہی اس کا منتہاء سفر ہوگا۔

جیسا کہ علامہ ابن نجیم اور علامہ ابن ہمام نے لکھا ہے کہ مبدأ سفر اور منتہاء سفر میں دراصل عرف وعادت کا اعتبار ہے:

''كذا لو سافر في البر إلى موضع في يوم أو يومين و أنه بسير الإبل و المشي المعتاد ثلاثة أيام يقصر اعتبارا للسير المعتادة...... ثم يعتبر في كل

ذلک السیر المعتادة فیه وذلک معلوم عند الناس فیرجع إلیهم عند الأشباه" (۹۷/۱)۔

فتح القدیر میں ہے:

"قوله فیما یلیق بحاله و هو أن ثلاثة فیه إذا کانت الریاح معتدلة و إن کانت تلک المسافة بحیث تقطع فی البر بیوم کما فی الجبل یعتبر کونه من طریق الجبل بالسیر الوسط ثلاثة أیام ولو کانت تقطع من طریق السهل بیوم فالحاصل أن تعتبر المدة فی أی طریق أخذ فیه"۔

مبدأ ومنتہاء سفر کے سلسلہ میں علامہ ابن تیمیہ کی رائے بھی لائق اعتبار ہے، وہ تحریر کرتے ہیں کہ شریعت کے کچھ احکام وہ ہیں جن کی صفت اور حدود قرآن وحدیث سے متعین ہیں، جیسے صلاۃ، زکوۃ، صیام، حج، ایمان، اسلام، سفر اور نفاق وغیرہ، بعض وہ الفاظ ہیں جن کی توضیح لغت کے ذریعہ ہوتی ہے، جیسے الشمس، القمر، السماء اور بعض وہ اصطلاحات ہیں جن کی تعریف و توضیح کی بنیاد عرف وعادت پر مبنی ہے، جیسے نکاح، بیع، قبضہ، درہم ودینار وغیرہ۔

"الأسماء التی علق الله بها الأحکام فی الکتاب و السنة منها ما یعرف حده و مسماه بالشرع فقد بینه الله و رسوله کاسم الصلوة و الصیام والحج و الإیمان و الکفر، و منه مایعرف حده باللغة کالشمس والقمر...... و منه مایرجع حده إلی عادة الناس و عرفهم فیتنوع بحسب عاداتهم کاسم البیع والنکاح والقبض...... نحو ذلک من الأسماء التی لم یحدها الشارع بحد ولا لها حد واحد یشترک فیه جمیع أهل اللغة بل یختلف قدره وصفته باختلاف عادات الناس" (فتاوی ابن تیمیہ ۲۳۳۵/۱۹)۔

مذکورہ بالا بحث اور فقہاء کی آراء کی روشنی میں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ سفر کے مبدأ اور منتہاء کی تعیین میں لوگوں کے عرف ہی معتبر ہوں گے، جس طرح مسافت سفر کی تعیین میں لوگوں کا

عرف فیصل ہے، البتہ شہر، گاؤں اور قصبہ کے عرف میں فرق ہوگا اور دونوں کے عرف کا اعتبار ہوگا۔

**خلاصہ جواب:**

الف-چونکہ سفر کے مبدأ ومنتہا میں لوگوں کے عرف معتبر ہیں، اس لئے اگر وہ شخص ایسی جگہ جانے کے ارادہ سے گاؤں سے نکلا تھا (اس کے گھر اور دوسری جگہ کے درمیان ۴۸ میل کی مسافت ہوجاتی ہے) جہاں تک سفر کی مسافت پوری ہوجاتی ہے تو گھر سے نکلنے کے بعد جیسے ہی وہاں جانے کے لئے، اس نے گاڑی پکڑی ویسے ہی وہ مسافر ہوگیا، لیکن اگر ۴۸ میل کی مسافت طے کرنے کے بعد بھی وہ شہر کی حدود سے باہر نہیں نکلا ہے اور نہ اس کے آگے جانے کا ارادہ ہے تب بھی مسافر کے احکام جاری ہوں گے، نماز میں قصر کرے گا۔

ب-اگر اس کے گھر کے پاس سے ۴۸ میل یا اس سے زیادہ فاصلہ ہوجاتا ہے تو اسے قصر کی اجازت ہوگی اگر چہ وہ جگہ شہر کی انتہائی حدود سے ۴۸ میل کے فاصلہ پر نہ ہو۔

☆☆☆

# مسافت سفر کی حدود شرعی

مفتی ظہیر احمد☆

(الف) صورت مسئولہ میں سفر کے احکام جاری نہ ہوں گے، کیونکہ وہ حدود شہر سے باہر نہیں نکلا ہے اور شہر کی آبادی سے باہر جانا ضروری ہے، چاہے شہر کتنا ہی طویل وعریض کیوں نہ ہو۔

عالمگیری میں ہے:

"الصحیح ما ذکرنا أنه یعتبر مجاوزة عمران المصر لا غیر، إلا إذا کانت ثمة قریة أو قری متصلة بربض المصر، فحینئذ تعتبر مجاوزة القری" (ہندیہ ۱/۱۳۹)۔

درمختار میں ہے:

"من خرج من عمارة موضع إقامته من جانب خروجه وإن لم یجاوز من الجانب الآخر" (۲/۵۹۹)۔

شامی میں ہے:

"أراد بالعمارة ما یشمل بیوت الأخبیة لأن بها عمارة موضعها، قال فی الإمداد: یشترط مفارقتها و لو متفرقة" (شامی ۲/۵۹۹)۔

اسی طرح شامی میں ہے:

☆ مدرسہ عربیہ اشاعت العلوم، کانپور۔

”و أشار إلى أنه يشترط مفارقة ما كان من توابع موضع الإقامة كربض المصر، و هو ما حول المدينة من بيوت و مساكن فإنه في حكم المصر، و كذا القرى المتصلة بالربض في الصحيح“ (شامی ۲/ ۲۹۹)۔

فتاوی رحیمیہ میں ہے:

ابتداء قصر کے لئے شہر سے نکلنا شرط ہے (فتاوی رحیمیہ ۵/ ۵)۔

آبادی چھوڑنے پر سفر کے احکام جاری ہوں گے۔

اسی طرح فتاوی محمودیہ میں ہے (۱۴/ ۲۲۸)۔

ب۔ اتمام کرے گا، کیونکہ حدود شہر سے باہر نکلنے کے بعد سے مسافت سفر شروع ہوگی (سابقہ دلائل کی بنیاد پر)۔

☆☆☆

# مسافت سفر اور شرعی نقطۂ نظر

مولانا عامر ظفر ایوبی مفتاحی ☆

سفر کو حضور اکرم ﷺ نے جہنم کے گڈھوں میں سے ایک گڈھا کہا ہے، کیونکہ سفر میں جن پریشانیوں اور تکلیفوں کو برداشت کرنا پڑتا ہے، وطن میں اکثر انسان اس سے محفوظ رہتا ہے، موجودہ دور میں بہت ساری آسانیاں ہوجانے کے باوجود صعوبتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور گھر جیسا آرام نہیں ملتا، وطن اور سفر کے حالات یکساں نہ ہونے کی وجہ سے شریعت نے دونوں کے احکام بھی جدا جدا بیان کئے ہیں، لیکن احکام سفر کا تحقق مطلقاً سفر سے نہیں ہوتا، بلکہ شریعت نے اس کی مسافت کی مقدار مقرر کی ہے، عند الحنفیہ شرعی طور پر جس سفر کا اعتبار کیا گیا ہے وہ متوسط چال سے تین دن تین رات کی مسافت ہے، جس میں مسلسل چلتے رہنا ضروری نہیں ہے، بلکہ آرام وراحت اور دیگر ضروریات کا لحاظ رکھتے ہوئے چلنے کا اعتبار ہے، جس کا تخمینہ بری سفر میں ۴۸ میل شرعی کیا گیا ہے، جب آدمی ۴۸ میل شرعی سفر کے ارادہ سے گھر سے روانہ ہوکر اپنی بستی سے آگے چلا جائے، تب حکم سفر کا تحقق ہوگا، تقریباً اس پر سبھی ائمہ کا اتفاق ہے۔

عصر حاضر میں آبادی میں اضافہ اور دیہی علاقوں کی شہر کی طرف منتقلی کی وجہ سے شہر پھیلتے جارہے ہیں، بہت سارے شہر اتنے وسیع وعریض ہوگئے ہیں کہ ایک کنارہ سے دوسرے کنارہ تک مسافت سوکلومیٹر سے بھی تجاوز کرگئی۔

(الف) ایسے شہر میں اگر کوئی شخص اپنے گھر سے سفر شرعی یعنی ۴۸ میل طے کرنے

---

☆ جامعہ مفتاح العلوم، مئو۔

کے ارادہ سے نکلتا ہے اور ۴۸ میل سفر طے کرنے کے باوجود ابھی اپنے شہر ہی میں رہتا ہے اور وہ حدود شہر سے باہر جانے کا ارادہ بھی نہیں رکھتا تو فقہی عبارتوں سے بظاہر پتہ چلتا ہے کہ وہ قصر نہیں کرے گا، کیونکہ تحقق حکم سفر کے لئے حدود مصر سے تجاوز ہونا شرط ہے جو پائی نہیں گئی، لہذا سفر کا حکم بھی ثابت نہیں، لیکن ۴۸ میل شرعی کی مقدار ہو جانے کی وجہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شرعی مسافر ہو گیا، اس اعتبار سے اس کو قصر کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

لیکن کتب فقہ کی عبارت کو بغور دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ تحقق سفر میں اصل مسافت ہے اور خروج من المصر بطور شرط ہے، بلکہ خروج من المصر بھی اصل شرط نہیں ہے، نیت سفر بالفعل اصل شرط ہے اور خروج من المصر نیت سفر بالفعل کی دلیل ہے، جیسا کہ بدائع میں ہے:

"الخروج من عمران المصر، فلا يصير مسافرا بمجرد نية السفر ما يخرج من عمران المصر، و أصله ما روى عن علي رضي الله عنه أنه لما خرج من البصرة يريد الكوفة صلى الظهر أربعا، ثم نظر إلى خص أمامه وقال: لو جاوزنا هذا الخص صلينا ركعتين و لأن النية إنما تعتبر إذا كانت مقارنة للفعل لأن مجرد العزم عفو و فعل السفر لا يتحقق إلا بعد الخروج من المصر فما لم يخرج لا يتحقق قران النية بالفعل فلا يصير مسافرا" (بدائع الصنائع ۲/۲۶۴)۔

(مقیم کو مسافر ہونے کے لئے ضروری ہے کہ اس کا شہر کی آبادیوں سے خروج ہو، پس مسافر نہیں ہوگا محض سفر کی نیت سے جب تک شہر کی آبادیوں سے نہ نکلے اور اس کی اصل وہ حدیث ہے جو حضرت علیؓ سے مروی ہے جب انہوں نے بصرہ خروج کر کے کوفہ جانے کا ارادہ کیا تو چار رکعات ظہر کی نماز پڑھی، پھر اپنے سامنے کی جھونپڑیوں کو دیکھا اور کہا: اگر ہم ان جھونپڑیوں سے تجاوز کر جاتے تو دو رکعت نماز پڑھتے اور اس لئے کہ نیت کا اعتبار اس وقت کیا جاتا ہے جب فعل سے قریب ہو، اس لئے کہ صرف ارادہ کرنا معاف ہے اور سفر کا فعل ثابت نہیں ہوتا ہے مگر شہر سے نکلنے کے بعد، لہذا شہر سے اگر نہیں نکلا تو نیت کا فعل سے اتصال ثابت نہیں ہوگا، لہذا وہ مسافر

نہیں ہوگا)۔

صاحب بدائع کی اس تعلیل سے پتہ چلتا ہے کہ نیت سفر بالفعل ضروری ہے اور خروج من المصر اس پر دلیل ہے، لیکن چونکہ لمبے چوڑے شہر میں نیت سفر بالفعل پر خروج من المصر کو دلیل بنانا ناممکن ہے، لہذا نیت سفر بالفعل پر خروج من المصر کے علاوہ دوسرے دلائل کو تسلیم کرنا پڑے گا۔

جو بھی شہر اس نوعیت کے ہیں اور اتنے وسیع وعریض رقبہ میں پھیلے ہوئے ہیں کہ ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک ۴۸ میل شرعی یا اس سے زیادہ کا فاصلہ ہے ان شہروں میں متعدد ریلوے اسٹیشن، بس اسٹاپ اور مختلف حلقوں کی نشاندہی ہوتی ہے، مثلاً دہلی ایسا شہر ہے جو بہت بڑے حلقے میں پھیلا ہوا ہے، لیکن اس میں الگ الگ علاقے مختلف ناموں سے جانے جاتے ہیں، لہذا ہر علاقہ کی حیثیت ایک شہر کی ہوگی اور ایک علاقہ سے تجاوز کر کے دوسرے علاقہ میں چلے جانے سے تحقق حکم سفر ہوجائے گا۔

(ب) ایک شخص ۴۸ میل کے ارادہ سے نکلا تو اس کی ابتدا قول راجح کے مطابق اس کے گھر سے شمار کی جائے گی، حدیث میں آتا ہے کہ جب نبی علیہ السلام سفر کرتے اور اپنی سواری پر سوار ہوتے تو دعا پڑھتے تھے۔

"إن النبی ﷺ کان إذا سافر فرکب راحلته کبر ثلاثا" (ترمذی ۵/۵۰۱)۔

(جب نبی علیہ السلام سفر کرتے اور اپنی سواری پر سوار ہوتے تو تین مرتبہ تکبیر کہتے)۔

اس دعا میں یہ بھی مذکور ہے کہ اے اللہ میں اپنے اس سفر میں نیکی اور تقوی اور ایسے عمل کا سوال کرتا ہوں جس سے آپ خوش ہوں۔

آپ علیہ السلام نے اپنے اس وقت کو سفر سے تعبیر کیا اور عرف میں بھی جب آدمی اپنا سامان لے کر گھر سے باہر نکل جاتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ وہ سفر میں گیا، اس لئے ابتدا گھر سے شمار کی جائے گی، نیز جیسا کہ بدائع کی عبارت گزری ہے کہ اصل خروج من المصر نہیں ہے، بلکہ وہ بطور دلیل ہے اور سفر تو حقیقتاً گھر ہی سے شروع ہوتا ہے۔

# مسافت سفر

مولانا عطاء اللہ قاسمی ☆

آبادی میں اضافہ اور دیہی آبادیوں کی شہر کی جانب منتقلی کے سبب شہر پھیلتے جا رہے ہیں، بعض شہر تو ایسے ہیں جو سو کلومیٹر سے بھی زیادہ پھیل چکے ہیں، شریعت میں سفر کی بنیاد پر بعض سہولتیں دی گئی ہیں، جن کا تعلق ایک مخصوص دوری کے سفر سے ہے، اس بات پر تقریباً اتفاق ہے کہ ان سہولتوں کا فائدہ عملاً شہر کی آبادی اور متعلقات شہر سے باہر نکلنے کے بعد ہی اٹھایا جا سکتا ہے، علامہ ابن رشد القرطبی (۵۲۰۔۵۹۵ھ) فرماتے ہیں:

"أما الموضع الرابع و هو اختلافهم في الموضع الذی منه يبدأ المسافر بقصر الصلوة فإن مالكاً قال في المؤطا: لا يقصر الصلاة الذی يريد السفر حتی يخرج من بيوت القرية و لا يتم حتی يدخل أول بيوتها، و قد روی عنه إلی أن قال... و بالقول الأول قال الجمهور" (بدایۃ المجتہد ۱/ ۱۷۲)۔

(جمہور علماء کا قول ہے کہ مسافر جب شہر کے مکانات سے باہر نکل جائے تب قصر کرے گا، اسی طرح (واپسی میں) جب شہر کے مکانات سے آگے بڑھ جائے تو اتمام کرے گا)۔

لیکن فقہاء کرام کے کلام میں ایسی کوئی صراحت نہیں ملتی کہ سفر کا نقطہ آغاز کہاں سے مانا جائے، جہاں سے قصر شروع کرے گا وہاں سے یا گھر سے؟ فقہاء کے کلام اور ان کی تصریحات کی روشنی میں ایسا سمجھ میں آتا ہے کہ سفر کا نقطہ آغاز اور حکم سفر کا نفاذ دونوں الگ ہیں۔

☆ جامعہ امداد العلوم کوپا گنج، مئو۔

چنانچہ تمام فقہاء بیوت مصر سے نکل جانے پر قصر کی اجازت دیتے ہیں، یہ اسی صورت میں صحیح ہوسکتا ہے جب کہ گھر سے با ارادہ سفر نکلا ہو، اس لئے سفر کا آغاز گھر سے ہی مانا جائے گا۔ لہذا اگر کوئی شخص گھر سے با ارادہ سفر نکل گیا تو وہ مسافر ہوگیا، لیکن اگر محلّہ کی مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے گیا تو اتمام کرے گا، قصر اس وقت کرے گا جب حدود شہر سے نکل جائے۔

حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب مکہ مکرمہ جانے کا ارادہ فرمایا تو مدینہ میں اتمام فرمایا اور جب ذو الحلیفہ پر پہنچے تب قصر فرمایا۔

"عن أنس أن رسول الله ﷺ صلى الظهر بالمدينة أربعا و صلى العصر بذى الحليفة ركعتين، متفق عليه" (مشکوۃ شریف ۱/ ۱۱۸)۔

لہذا جب سفر کا آغاز گھر سے ہوگا تو مسافت سفر کا شمار بھی گھر سے مانا جائے گا۔

ب۔ اگر کوئی شخص ایسے مقام کا سفر کر رہا ہے جو شہر کی انتہائی حدود سے تو ۷۷ء۴۷ کلومیٹر کا فاصلہ نہیں بنتا، لیکن اس کے گھر سے اتنا فاصلہ بنتا ہے تو وہ مسافر ہے قصر کرے گا۔

(الف) "السفر الذى يتغير به الأحكام أن يقصد مسيرة ثلاثة أيام و لياليها" (ہدایہ ۱/ ۱۶۵)۔

یہ اور اس جیسی دوسری فقہی نصوص کے مفہوم مخالف کے بطور یہ ثابت ہوتا ہے کہ ۷۷ء۴۷ کلومیٹر کی دوری طے کرنے کے ارادہ سے گھر سے نکلنے والا مسافر ہے، خواہ یہ دوری صحرا و جنگل میں طے کرے یا شہری حدود میں، بہر حال وہ مسافر ہے، اس پر مسافر کے احکام جاری ہوں گے اور وہ قصر کرے گا۔

☆☆☆

# مسافت سفر کا آغاز کہاں سے

مولانا ابوبکر قاسمی☆

مسافر کو شریعت نے سفر میں نماز کے قصر کرنے کی اور روزہ کے افطار کی اجازت دی ہے، لیکن سفر کا آغاز کہاں سے مانا جائے گا اور مسافت سفر کا شمار کس جگہ تک نکلنے سے معتبر مانا جائے گا، اس سلسلہ میں یہ صراحت تو تمام فقہاء نے کی ہے کہ انسان جہاں مقیم ہے وہاں کی آبادی سے نکل جائے، لیکن گاؤں کی آبادی تو مختصر ہوتی ہے اور ایک گاؤں اور دوسرے گاؤں میں بسا اوقات کافی فاصلہ پایا جاتا ہے، مگر شہر میں لوگوں کے ازدحام اور کثرت کے سبب آبادیوں میں اتصال ہوگیا ہے اور حضرات فقہاء نے نماز جمعہ کے باب میں متصل آبادیوں والے شہر کو ایک ہی حکم میں مانا ہے، اب یہاں دشواری یہ پیش آرہی ہے کہ سفر کی کم سے کم مسافت تو صرف چار برید یعنی اڑتالیس میل شرعی ہے، جب کہ دور حاضر میں ایک بڑے شہر کی آبادی کا رقبہ سو کیلومیٹر سے بھی تجاوز کرگیا ہے، اب ایسی صورت میں مسافت سفر کا شمار کس جگہ تک نکلنے کے بعد سے کیا جائے، تو اس سلسلہ میں قدیم فقہاء نے اتصال آبادی کا نہ کوئی معیار مقرر کیا ہے، اور نہ ہی یہ مسئلہ منصوص ہے، تاہم دور حاضر کے بعض فقہاء اور مفتیان عظام نے اس سلسلہ میں اپنی جو رائے لکھی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے:

۱- مفتی عبدالرحیم صاحب نے فتاوی رحیمیہ (۶/ ۳۶۴) میں بڑے شہر میں اتصال آبادی کا فیصلہ کرنے کے لئے میونسپلٹی اور نگرپالیکا کے حدود کو معتبر مانا ہے، یعنی اگر کارپوریشن نے

☆ جامعہ اسلامیہ شکرپور بھرواڑہ، دربھنگہ۔

جن دو آبادیوں کو الگ الگ مانا ہے تو وہاں ایک جگہ کی آبادی سے نکلنے کے بعد سے مسافت سفر کا شمار کیا جائے گا۔

۲- مفتی رشید احمد لدھیانوی صاحب نے احسن الفتاوی (۴؍۷۳) میں دو آبادیوں کے درمیان وجود مزارع یا قدر غلوۃ کو موجب انقطاع تسلیم کیا ہے، کیوں کہ فناء مصر صحت جمعہ میں اگرچہ مطلقاً بحکم مصر ہے، لیکن حکم قصر میں وجود مزارع یا قدر غلوہ الحاق بالمصر سے مانع ہے، چنانچہ شامی میں ہے:

"و أماالفناء (إلی قوله) فإن اتصل بالمصر اعتبر مجاوزته وإن انفصل بغلوة أومزرعة فلا" (ردالمحتار ۱؍۷۳۳)۔

(فنائے مصر اگر شہر سے متصل ہو تو مسافت سفر کے آغاز کے لئے فنائے مصر سے تجاوز کا اعتبار ہوگا اور اگر ایک غلوہ (چار سو ہاتھ یعنی تقریباً پاؤ کیلومیٹر) یا کھیت کا فاصلہ ہے تو فنائے مصر سے تجاوز کی ضرورت نہیں ہے بلکہ صرف مصر ہی سے تجاوز کر جانے سے سفر کے آغاز کا اعتبار کیا جائے گا)۔

لہذا سوالنامہ کی درج صورت میں احقر کی رائے یہ ہے کہ روایت ظاہرہ کے اعتبار سے جہاں تک مکانات کا اتصال ہے، وہاں تک کی آبادی کو متصل ہی مانا جائے، البتہ اس متصل آبادی سے نکلنے کے بعد اگر کسی بڑے دریا کا فاصلہ ہو، یا خالی جگہوں کا یا ایک آبادی اور دوسری آبادی کے درمیان دور حاضر میں کسی بڑے پارک وغیرہ یا کھیت کا فاصلہ ہو تو ایسی دو آبادیوں کو حکم قصر میں الگ آبادی کے حکم میں مانا جائے۔

☆☆☆

# احکام سفر

مولانا محمد ارشد فاروقی ☆

الف- واضح رہے کہ ایسے بڑے شہر اپنے جلو میں قصبات ومواضعات کے بقدر آبادی و محلے مشرقی ومغربی، شمالی وجنوبی حصے کے مختلف نام لئے ہوئے ہوتے ہیں، جیسے دہلی، تو دہلی باضابطہ صوبہ ہے جس میں صوبے کے ضوابط رائج ہیں تو ایسے شہر میں جب کوئی گھر سے نکلے تو اس کے محلہ یا بازار سے نکلنے کے بعد جب ۴۸ میل کی مسافت طے ہوجائے گی، تو احکام سفر جاری کئے جائیں گے۔

اس سلسلہ میں مفتی نظام الدین کا فتوی روح شریعت کے موافق ہے: ''ان عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جن بڑے شہروں میں میلہا میل تک مسلسل محلے وآبادیاں ہوں، جیسے کلکتہ، ممبئی وغیرہ، ان شہروں میں جب کوئی شخص موجودہ کیلومیٹر کے حساب سے سواستہتر کلومیٹر یا اس سے زیادہ مسافت تک جانے کی نیت سے اپنے مقام سے چلے تو اس شہر کے تمام محلوں اور آبادیوں کے باہر جانے کے بعد قصر شروع کرنے کا حکم دینا صحیح نہ ہوگا، بلکہ مزاج شرع وشارع علیہ السلام کے خلاف ہوگا بلکہ ایسے شہروں کا حکم شرع ان عبارات فقہیہ کی رو سے یہ ہوگا کہ اگر ایسے محلے اور آبادی سے متصل اس کا فناء یا ربضہ ہوں تو اس سے باہر نکلنے کے بعد مسافر شمار کیا جائے'' (نظام الفتاوی ص ۶۸ جلد ششم جز ۱)۔

ب- اگر ایسے مسافر کا مکان آبادی سے دور واقع ہے تو اس کے مکان سے مسافت

☆ مرکزی جمعیۃ علماء ہند، نئی دہلی۔

طے کی جائے گی۔

☆ اگر عام شہر وقصبہ اور گاؤں میں رہنے والا شخص ہے تو حدود شہر اور قصبہ وگاؤں کے ختم ہونے کے بعد سے مسافت طے کی جائے گی۔

☆ اگر بڑے شہر (دہلی، ممبئی وغیرہ) میں مکان ہے تو جس محلے یا علاقہ میں واقع ہے اس کی حدود کے باہر سے مسافت طے کی جائے گی۔

☆☆☆

# سفر کا آغاز اور اس کا حکم

مولانا ابو عاصم اعظمی ☆

شرعی اصطلاح میں مسافر اس کو سمجھا جاتا ہے جو راحت و آرام کا لحاظ کرتے ہوئے متوسط پیدل چال سے تین یوم کی مسافت یا اس سے زیادہ جانے کے ارادہ سے نکلے۔

ظاہر ہے کہ مسافت راستوں کے اختلاف سے مختلف ہوسکتی ہے، دشوار گزار، پہاڑی راستوں میں یہ مسافت کم طے ہوگی، جبکہ سہل اور استوار راستوں میں زیادہ طے ہوگی۔

مرور ایام کے ساتھ وسائل کی ترقی اور بعض دیگر عوارض کے سبب، اونٹ، گھوڑے اور پیدل سفر کا تصور تک ختم ہو چلا ہے، اس لئے علماء نے سہولت کے لئے عام راستوں کے لحاظ سے اس کا اندازہ ۴۸ میل کا لگایا ہے جو موجودہ رائج پیمانہ کے مطابق سوا سنتر کلومیٹر بتایا جاتا ہے۔

سفر کے متعلق ایک عام تصور یہ بھی ہے کہ آدمی اپنے شہر سے باہر ہو، اس لئے کہ علی العموم ایسے شہر کا وجود ماقبل میں شاید نہ رہا ہو جو اس قدر طویل و عریض ہو کہ اس کے ایک کنارہ سے دوسرے کنارہ تک کا فاصلہ سو کلومیٹر یا زیادہ کا ہو، مگر آج آبادی میں اضافہ اور دیہی آبادیوں کی شہر کی طرف منتقلی کی وجہ سے جو شہر پھیلتے جا رہے ہیں، تقریباً ہر ملک میں کچھ ایسے شہر مل جائیں گے جن کا کا فاصلہ ایک کنارہ سے دوسرے کنارہ تک کافی طویل ہوگیا ہے۔

نیز تقریباً مذاہب اربعہ فقہیہ کے جمہور علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ شرعی طور پر سفر کی سہولیات کا فائدہ حدود شہر سے باہر نکلنے کے بعد ہوگا، جیسا کہ فتح الباری (۵۶۹/۲) میں حافظ

---

☆ مدرسہ تعلیم القرآن، محسن پورہ، مئو۔

ابن حجر لکھتے ہیں:

"مذهب الجمهور أنه لا بد من مفارقة جميع البيوت"۔

اس سلسلہ میں حضرت علیؓ کا ایک عمل بھی مذکور ہے کہ آپ کوفہ سے نکلے اور آپ نے قصر کیا جبکہ بیوت نظر آ رہے تھے، نماز کا وقت ہوا آپ نے قصر پڑھنا چاہا تو ساتھیوں نے کہا کہ سامنے کوفہ ہے پوری نماز پڑھی جائے تو آپ نے فرمایا: نہیں، جب تک ہم لوگ کوفہ میں داخل نہ ہوجائیں (فتح الباری ۲/۵۶۹)۔

الف۔ مذکورہ پس منظر میں اگر کوئی شخص اپنے گھر سے ۴۸ میل کا راستہ طے کر لے لیکن وہ ابھی شہر کے اندر ہی ہو شہری حدود کے باہر نہ نکلا ہو اور اس سے آگے جانے کا ارادہ بھی نہیں ہے، تو بظاہر اسے سفر کی سہولیات نہیں ملنی چاہئیں، لیکن اگر ایسے شہروں کی حالت واقعی کو دیکھا جائے تو وہاں متعدد علاقائی اسٹیشن، بس اڈے اور ان کے بلدیاتی حلقے ہوتے ہیں اور ہر علاقہ کے الگ الگ کھیل کے میدان، قبرستان اور پارک ہوتے ہیں، اس لئے کہا جاسکتا ہے کہ ایسے شہروں میں جب کوئی شخص اپنے علاقہ کے اسٹیشن یا میدان یا حلقے سے باہر نکل جائے تو نماز میں قصر کرنا شروع کردے، اس لئے کہ اتنی مسافت کے سفر کے ارادہ کے بعد یا اتنی مسافت طے کر لینے کے بعد بھی اس کو مسافر نہ کہا جائے، کیونکہ وہ حدود شہر سے باہر نہیں نکلا اور اسے قصر کی اجازت نہ دی جائے، منشائے شریعت کے خلاف معلوم ہوتا ہے، اسی پہلو کو مفتی نظام الدین صاحب نے بھی راجح قرار دیا ہے۔

ب۔ اگر کوئی شخص ایسے مقام کا سفر کر رہا ہے جو اس کے شہر کی انتہائی حدود سے تو ۴۸ میل کے فاصلہ پر نہیں ہے، لیکن اس کے گھر کے پاس سے ۴۸ میل یا اس سے زیادہ کا فاصلہ ہے تو وہ قصر کرے گا۔

اس لئے کہ ابتداء سفر کے لئے شہری حدود سے نکلنے کی شرط فقہی کتابوں میں مذکور نہیں ہے، درمختار میں جو مذکور ہے: "من خرج من عمارة موضع إقامته قاصدا مسيرة ثلاثة

أيام و لياليها"، تو موضع اقامت سے خروج کی قید رباعی نمازوں کو دو رکعتیں پڑھنے کے لئے ہے اور قاصدا کا مسیرۃ ثلاثۃ ایام سے ہے، یعنی اس حالت میں نکلے کہ تین دن کی مسافت کا ارادہ ہو، یعنی جو شخص اپنے گھر سے تین دن کی مسافت کا ارادہ لئے ہوئے اپنے شہر کی آبادی سے نکلے تو قصر کرے۔

چنانچہ بحر میں: "من جاوز بيوت مصره مريدا سيرا وسط ثلاثة ايام" کے تحت لکھتے ہیں:

"بيان للموضع الذى يبتدأ فيه القصر" (البحر الرائق ۲/۲۲۶)، یعنی مجاوزۃ بیوت اس موضع کی وضاحت ہے جس میں قصر شروع کرے گا۔

اسی طرح بحر میں ایک عبارت یہ بھی ہے:

"و إنما اكتفى بالنية فى الإقامة و اشترط العمل معها فى السفر لما أن فى السفر الحاجة إلى الفعل و هو لا يكفيه مجرد النية ما لم يقارنها عمل من ركوب أو مشى" (۲/۲۲۷)۔

(یعنی اقامت اختیار کرنے کے لئے صرف نیت کرنے پر اکتفا کیا ہے اور سفر نیت کے ساتھ عمل کی بھی شرط لگائی ہے، کیونکہ سفر میں فعل کی ضرورت ہے اور اس کے لئے صرف نیت کافی نہیں جب تک اس کے ساتھ سوار ہونے یا چلنے کا عمل مقارن نہ ہو)۔

اس عبارت سے بھی یہ مفہوم واضح ہوتا ہے کہ جب نیت سفر کے ساتھ گھر سے نکل پڑے تو اس کے سفر کا آغاز ہوگیا۔

شامی (۲/۶۰۱) میں ہے: "قال شمس الائمه السرخسي: الصحيح أنه يصير مسافرا عند النية كما فى الجوهرة و البرهان"۔

لہذا بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ ابتداء مسافت کا شمار مسافر کے گھر سے ہوگا، عام طور پر احادیث کی کتابوں میں بھی کچھ ایسا ہی ذکر ملتا ہے کہ آپ ﷺ جب سفر کا ارادہ کرتے اور

سواری پر بیٹھتے تو سفر کی دعا پڑھتے تھے، اس لئے بظاہر اسے گھر سے ہی مانا جائے گا اور مسافت سفر کی ابتدا گھر سے ہی شمار کی جائے گی۔

☆☆☆

# مسافت سفر کا شمار محلّہ سے یا شہر کی حدود سے

مولانا افتخار احمد مفتاحی ☆

سفر کے سلسلہ میں فقہاء کی تصریحات کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سفر شرعی کے مخصوص احکام تین شرطوں پر موقوف ہیں:

(۱) سفر کم از کم تین دن کی مسافت یعنی ۴۸ میل کا ہو، لیکن یہ مقدار پہاڑوں اور دریاؤں میں معتبر نہ ہوگی۔

(۲) ابتداء سفر ہی سے اتنی دور جانے کا ارادہ ہو۔

(۳) سفر کا قصد کرکے اپنی جائے اقامت سے آبادی کے باہر نکل جائے محض قصد کرلینے سے مسافر نہ ہوگا، بلکہ اپنی بستی سے باہر نکلتے ہی اس پر مسافر کے احکام جاری ہوں گے اور جب تک اپنی آبادی کے اندر چلتا رہے گا تب تک وہ مسافر نہ ہوگا، بخلاف ان بستیوں (آبادیوں) کے جو شہر سے نہیں بلکہ شہر کے بیرونی میدانوں سے ملی ہوئی ہیں کہ ان سے آگے جانا ضروری نہیں ہے، لیکن موجودہ زمانہ میں آبادی میں اضافہ اور دیہی آبادیوں کے شہر کی طرف منتقلی کی وجہ سے شہر پھیلتے جارہے ہیں حتی کہ بعض شہروں کا پھیلاؤ سینکڑوں کلومیٹر سے تجاوز کرگیا ہے، اس لئے سفر میں جانے والا شخص اپنے محلّہ یا حلقہ کی حدود سے نکل کر مسافر بنے گا، یا شہر کی حدود سینکڑوں کلومیٹر سے تجاوز کرنے پر مسافر بنے گا۔

چونکہ بہت سی بستیاں جو پہلے الگ الگ تھیں اور اب آبادی بڑھتے بڑھتے شہر سے ملحق

☆ جامعہ مفتاح العلوم، مئو۔

ہوگئی ہیں تو دیکھنا یہ ہے کہ حکومت اور کارپوریشن (یعنی میونسپلٹی نگر پالیکا) نے آبادیوں کے نام اور حدود الگ الگ مقرر کئے ہیں یا نہیں، اگر آبادیوں کی حدود اور نام الگ الگ ہوں تو ہر آبادی الگ الگ مستقل آبادی اور محلّہ شمار ہوگی اور شرعی مسافر کا اطلاق اس وقت ہو جائے گا جب وہ اپنی آبادی کی حدود سے تجاوز کر جائے اور اگر متصل ہونے کی وجہ سے کارپوریشن نے ایک کر دیا ہو تو اب ہر آبادی شہر کا ایک محلّہ ہوگی اور وہ محلّہ شہر کا ایک جز ہوگا، لہذا اب اس سے تجاوز ہونے پر مسافرت کے احکام جاری ہوں گے۔

شامی میں ہے:

"واختار إلى أنه يشترط مفارقة ما كان من توابع موضع الإقامة كربض المصر، و هو ما حول المدينة من بيوت و مساكن فإنه في حكم المصر، و كذا القرى المتصلة بالربض في الصحيح" (شامی ۱/ ۷۳۲)۔

ان مذکورہ بالا حوالوں کی روشنی میں:

(الف) پہلے سوال کی صورت میں اگر چند آبادیوں کا نام اتصال کی وجہ سے کارپوریشن نے ایک ہی رکھ دیا ہو تو جب تک ان آبادیوں (شہروں کی حدود) سے آگے نہ بڑھے، قصر نہیں کرے گا۔

(ب) دوسرے جواب کی صورت میں چونکہ شہر کی حدود سے آگے بڑھ چکا ہے اور اس کے گھر کے پاس سے ۴۸ میل یا اس سے زیادہ کا فاصلہ ہے، اس لئے وہ قصر کرے گا۔

☆☆☆

# مسافت سفر کی ابتداء وانتہا

مفتی محمد اکبر مظفر پوری☆

الف- اگر آدمی اپنے گھر سے مسافت سفر کی نیت کر کے نکلے اور مسافت سفر ۴۸ میل کا راستہ طے کر لے، مگر حدود شہر سے نکلنے کی نوبت نہ آئے کہ شہر کی حد ہی مسافت سفر سے بہت زیادہ ہے تو یہ آدمی جب تک شہر کی حدود سے باہر نہیں نکلے گا مسافر نہیں ہوگا، اسے نماز میں قصر کی سہولت حاصل نہیں ہوگی۔

"قوله خرج من عمارة موضع إقامته إشارة إلى أنه يشترط مفارقة ما كان من توابع موضع الإقامة كربض المصر، و هو ما حول المدينة من بيوت و مساكن فإنه فى حكم المصر، و كذا القرى المتصلة بالربض فى الصحيح" (شامی ۲/ ۵۹۹)۔

طحطاوی میں ہے:

"قوله إذا جاوز بيوت مقامه عبر بالجمع ليقيد اشتراط مجاوزة الكل، فيدخل فيه محلة منفصلة، و فى القديم كانت متصلة لأنها تعد من المصر كما فى الخانية" (طحطاوی:۲۳۰)۔

ب- اگر آدمی ایسے مقام کا سفر کر رہا ہے جو شہر کی انتہائی حدود سے تو ۴۸ میل کے فاصلہ پر نہیں ہے، لیکن اس کے گھر کے پاس سے ۴۸ میل یا اس سے زیادہ کا فاصلہ ہے تو ایسا

☆ مظفر پور، بہار۔

آدمی بھی مسافر ہوگا اس پر قصر لازم ہے، گویا مسافت کا شمار اس کے گھر کے پاس سے ہوگا نہ کہ شہر کی انتہائی حدود سے (ملاحظہ ہو: کفایت المفتی ۳/ ۳۵۳ بحوالہ احکام مسافر/ ۶۷)۔

درمختار میں ہے:

”من خرج من عمارة موضع إقامته قال في الإمداد: فيشترط مفارقتها ولو متفرقة“ (درمختار علی الشامی ۲/ ۵۹۹)۔

شرح وقایہ میں ہے:

”هو من قصد سيرا وسطا ثلاثة أيام و لياليها“ (۱/ ۱۹۴)۔

☆☆☆

# مسافت سفر کی ابتداء

مولانا عبدالتواب اناوی☆

مسافت سفر کی ابتدا کا اعتبار حنفیہ کے یہاں تجاوز عن بیوت البلد سے معتبر ہے، اس لئے اگر ایک آدمی اپنے گھر سے نکل کر مسافت سفر طے کرتے ہوئے بھی ابھی شہر کے اندر ہی ہے تو وہ یقیناً مسافر نہیں ہوگا، اس پر احکام سفر جاری نہیں ہوں گے۔

مسافت سفر کی ابتدا اس شہر کے آخری گھر سے ہوگی جس میں وہ مقیم ہے اور انتہاء اس شہر کے پہلے گھر سے ہوگی جس میں وہ داخل ہوگا، یعنی جس شہر میں جانے کا ارادہ ہے دونوں کے درمیان کی دوری اگر مسافت سفر ہے تو یقیناً اسے عبور کرنے والا مسافر ہوگا، **كما صرح في الكتب الفقهية الحنفية**۔

**"قال الزحيلي: أن يجاوز بيوت البلد التي يقيم فيها من الجهة التي خرج منها و إن لم يجاوزها من جانب آخر و أن يجاوز كل البيوت ولو كانت متفرقة كان أصلها من البلد و أن يجاوز ماحول البلد من مساكن أن يقصد من ابتداء السفر موضعا معينا و يعزم أن يقطع مسافة القصر من غير تردد"** (الفقہ الاسلامی وأدلتہ ۲/ ۱۳۵۰)۔

**"وفي الشامي قال: من خرج من عمارة موضع إقامته من جانب خروجه وإن لم يجاوز من الجانب الآخر قاصد مسيرة ثلاثة أيام ولياليها، (قوله**

☆ جامعہ عربیہ ہتھورا، باندہ۔

من جانب خروج) قال في الشرح المنية: فلا يصير مسافرا قبل أن يفارق عمران ما خرج منه من الجانب الذي خرج، حتى لو كان ثمة محلة منفصلة عن المصر و قد كانت متصلة به لا يصير مسافرا ما لم يجاوزها" (ردالمحتار ۲/۱۲۱)۔

مولانا مفتی محمود صاحب فرماتے ہیں:

مسافت شرعیہ کا شمار جس شہر یا بستی سے نکلنا ہے اس کے آخری مکان اور جہاں جانا ہے اس کے ابتدائی مکان تک ہوگی، یعنی مسافت صرف اتنی ہی شمار کی جائے گی (فتاوی محمودیہ ۷/۵۴۴)۔

مذکورہ عبارات اور فتوی سے معلوم ہوا کہ شہر کے اندر آدمی خواہ کتنا ہی لمبا سفر کیوں نہ کرلے جب تک آبادی شہر سے نکل کر مسافت سفر طے کرنے کا عزم نہ کرے مسافر شمار نہ ہوگا۔

☆☆☆

# فناءِ شہر سے خروج اور جواز قصر

مولانا محمد ذکاء اللہ شبلی ☆

۱- اگر کوئی ایسے شہر میں ہو کہ اس کے مکان سے ۴۸ میل تک شہر پھیلا ہوا ہو تو ایسے شہروں میں مسافت سفر کے مکمل ہونے کے باوجود قصر کی اجازت نہ ہوگی، البتہ فناء شہر سے نکلنے کے بعد قصر درست ہوگا۔

۲- ایسے شہروں میں مسافت کی ابتدا اس کے مکان سے ہوگی۔

۳- چھوٹے شہروں وبستیوں سے سفر کے وقت مسافت کی ابتداء شہری حد کے ختم ہونے سے ہوگی۔

☆☆☆

☆ دارالقضاء، اندور (ایم پی)۔

# مسافت سفر کا آغاز

مفتی محمد مقصود رامپوری☆

(الف۔ب) صورت مذکورہ میں فقہی عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ شہر کے متعلقات سے نکل کر مسافر کے لئے مسافت کا اعتبار ہوگا، خواہ اس شخص کے گھر سے شہر کے متعلقات کی دوری ۴۸ میل سے کم ہو یا زیادہ، اس کا اعتبار نہیں ہوگا، یہی حکم گاؤں کا ہے کہ گاؤں کی آبادی سے نکل کر مسافت کا اعتبار ہوگا، لہذا وہ شخص جس کے گھر سے شہر کے اندر یا شہر کی حدود تک کو مسافت پوری ہو رہی ہو وہ نماز پوری پڑھے گا، اس پر مسافر کے احکام جاری نہیں ہوں گے، کبیری (ص ۴۹۹) میں ہے:

"من فارق بيوت موضع هو فيه من مصر أو قرية ناويا الذهاب إلى موضع بينه و بين ذلک الموضع المسافة المذكورة صار مسافرا فلا يصير مسافرا قبل أن يفارق عمران ما خرج منه من الجانب الذی خرج منه حتى لو كان ثمة محلة منفصلة عن المصر و قد كانت متصلة به لا يصير مسافرا ما لم يجاوزها"۔

اسی طرح دیگر کتب فقہ میں مذکور ہے۔بحر الرائق (۲/ ۲۲۶) میں ہے:

"و يدخل في بيوت المصر ربضه و هو ما حول المدينة من بيوت و مساكن"۔

☆ جامع العلوم فرقانیہ، رامپور

شامی (۱/ ۷۳۲) میں ہے:

”و أشار إلى أنه يشترط مفارقة ما كان من توابع موضع الإقامة كربض المصر و أما الفناء فهو المكان المعد لمصالح البلد كركض الدواب و دفن الموتى و القاء التراب فإن اتصل بالمصر اعتبر مجاوزته و إن انفصل بغلوة أو مزرعة فلا“۔

☆☆☆

# مسافت سفر کا شمار کہاں سے ہوگا

مولانا محمد اعظمی ☆

آبادی میں اضافہ کے باعث شہروں کی وسعت اور ان کے غیر محدود پھیلاؤ سے نئے مسائل کا پیدا ہونا ناگزیر ہے، ان مسائل میں ایک وہی ہے جس کی دوصورتیں سوال میں ذکر کی گئی ہیں۔

ہمارے نزدیک یہ مسئلہ خالص اجتہادی معلوم ہوتا ہے، سفر کے لئے ۴۸ میل کی مسافت کا شمار مسافر کے گھر سے ہوگا یا اس کے شہر کی انتہائی حدود سے یا کسی اور خاص مقام سے؟ ہم ہنگامی غور وفکر کے بعد اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ بدلتے حالات میں جب کہ عرف واصطلاح بدلتی جارہی ہے اور سرکاری سطح پر مسافتوں کا تعین بھی آسان ہوگیا ہے، مسئلہ مذکور میں شرعی اصل کا علم نہ ہونے کی وجہ سے عرف عام کا اعتبار کرنا عقل وعدل کے زیادہ مناسب ہے۔

عرف عام میں سفر کے لئے جائے خروج شہر کے مرکزی اسٹیشن اور خاص اڈے تصور کئے جاتے ہیں، جہاں سے بیرون شہر کے لئے سواریوں کی آمد ورفت ہوا کرتی ہے اور ان مرکزی مقامات سے سرکاری سطح پر مقررہ مسافتوں سے ۴۸ میل کا تعین بھی ہر ایک کے لئے آسان ہوتا ہے، اس لئے عرف عام کا اعتبار کرکے شہر کے مرکزی مقام سفر سے ۴۸ میل کی مسافت شمار کرنا انسب وانفع ہے، رہا گھر سے یا شہر کی انتہائی حدود سے مسافت شمار کرنا تو افراط وتفریط کو مستلزم ہے، یا تو بہت زیادہ سہولت ہے، یا مشقت میں اضافہ ہے۔

---

☆ ڈومن پورہ، مئو (یوپی)۔

سوال میں دو صورتیں ذکر کی گئی ہیں، ظاہر ہے کہ ان دونوں کا جواب اس بات پر موقوف ہے کہ پہلے مسافت سفر کے آغاز کی جگہ کا تعین ہو، رہی یہ بات کہ کسی نے اپنے گھر سے ۴۸ میل کا صرف راستہ طے کیا، لیکن وہ شہر ہی میں ہو اور باہر نہ نکلا ہو، تو یہ سفر نہیں بلکہ شہر نوردی ہے، اس پر مسافر کے احکام کیوں کر جاری ہو سکتے ہیں؟ جب کہ اس کو اپنے شہر کی سہولیات اور سارے حقوق میسر ہیں، اور اس پر مسافر کا معنی (من خرج من بلدہالی بلد) بھی صادق نہیں آتا ہے۔

مزید برآں یہ متفق علیہ مسئلہ ہے کہ مسافر کو اپنے شہر کی آبادی (چاہے اس کی حدود کتنی ہی وسیع ہوں) سے باہر نکلنے کے بعد ہی اس پر سفر کے شرعی احکام جاری ہوتے ہیں، اس لئے اگر کوئی شخص اپنے گھر سے ۴۸ میل کا راستہ طے کرنے کے باوجود اسی آبادی میں موجود رہتا ہے تو شرعی رخصتوں وسہولتوں کا مستحق نہیں ہوتا ہے۔

☆☆☆

# احکام سفر کی ابتداء وانتہاء

مولانا احتشام الحق قاسمی ☆

الف-جس شخص نے ایک ہی شہر کی حدود میں اڑتالیس میل کا سفر طے کیا اور اس کا اس سے آگے جانے کا ارادہ بھی نہیں ہے تو اس پر مسافر کے احکام جاری نہیں ہوں گے اور وہ نماز میں قصر نہیں کرے گا، بلکہ اتمام کرے گا، علامہ کاسانی (بدائع الصنائع کتاب الصلوۃ، بیۃ السفر ۱؍ ۲۶۴) میں تحریر فرماتے ہیں:

"الثالث الخروج من عمران المصر...... ولأن النية إنما تعتبر إذا كانت مقارنة للفعل ولأن مجرد العزم عفو، وفعل السفر لايتحقق إلابعد الخروج من المصر فمالم يخرج لايتحقق قران النية بالفعل فلا يصير مسافراً"۔

ب-جس شخص نے شہر کی انتہائی حدود سے نکل کر اڑتالیس میل سے کم کا سفر کیا، اگرچہ اس نے اپنے گھر سے اڑتالیس میل یا اس سے زیادہ کا سفر کیا ہو اس کا حکم بھی مذکورہ بالا عبارت سے معلوم ہوگیا کہ وہ شخص بھی مسافر شرعی نہیں ہے، کیوں کہ سفر شرعی کی ابتدا شہر کی انتہائی حدود سے نکلنے کے بعد ہی ہوتی ہے، علامہ کاسانی بدائع الصنائع کے مذکورہ بالا صفحہ پر ہی تحریر فرماتے ہیں:

"و أصله ماروي عن علي رضي الله عنه، أنه لماخرج من البصرة يريد الكوفة صلى الظهر أربعاً ثم نظرإلى خص أمامه وقال: لوجاوزنا هذا الخص

☆ دیوبند، سہارنپور۔

**صلینا رکعتیں**"۔ اوربدائع (۱/۲۶۱) پرتحریر ہے:"**فالذی یصیر المقیم به مسافراً نیة مدة السفرو الخروج من عمران المصر**"۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ سفر کی سہولتوں کا فائدہ اٹھانے کے لئے شہر کی انتہائی حدود سے باہر نکل کر سفرِ شرعی کی نیت کا ہونا ضروری ہے اور اس شخص کی نیت حدود سے باہر نکل کر سفرِ شرعی کی نہیں ہے، لہذا یہ شخص نماز میں اتمام ہی کرے گا۔

☆☆☆

# مسافرت اور مقدار مسافت

مولانا محفوظ الرحمن مفتاحی ☆

الف- جو شخص اپنے گھر سے ۴۸ میل کا راستہ طے کر لے، مگر ابھی اپنے شہر کے اندر ہی ہے اور مزید آگے جانے کا ارادہ نہیں ہے، ایسی صورت میں یہ شخص مسافر ہوگا اور اس پر مسافر ہونے کے احکام لاگو ہوں گے۔

فتاوی عالمگیری میں ہے:

"أقل مسافة تتغير فيها الأحكام مسيرة ثلاثة أيام و لا بد للمسافر من قصد مسافة مقدرة بثلاثة أيام حتى يترخص برخصة المسافرين" (۱/ ۴۷)۔

اور فتاوی قاضی خاں میں ہے کہ:

"و أما شرط مجاوزة العمران لأن السفر فعل فلا يوجد بمجرد النية فيشترط قران النية بأدنى فعل" (۱/ ۸۰)۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسافرت کی مقدرہ مسافت تقریباً ۴۸ میل سفر کرنے والے کے گھر سے شمار کی جائے گی، اور مسافر صرف نیت سفر کی وجہ سے نہیں ہوگا، جب تک کہ گھر سے نکل نہ جائے، اسی مسافرت کے تحقق کے لئے فقہاء نے "حتى فارق البيوت" وغیرہ فرمایا۔

ب- جس شخص نے ایسے مقام کا سفر کیا جو سفر کرنے والے کے شہر کی انتہائی حدود سے ۴۸ میل کے فاصلہ پر نہیں ہے، مگر اس کے گھر سے یا اس کی قیام گاہ سے ۴۸ میل کے فاصلہ پر

☆ دار الافتاء جامعہ مفتاح العلوم، مئو۔

ہے تو یہ شخص مسافر ہوگا اس پر قصر ہے، "**لا بد للمسافر من قصد مسافة مقدرة بثلاثة أيام حتى يترخص برخصة المسافرين**" (۱/۷۲)۔

# مسافت سفر-شرعی حدود

مولانا منظور احمد قاسمی☆

احکام سفر کی ابتدا سے متعلق تو عبارات فقہاء بالکل صریح اور بے غبار ہیں کہ بنیت سفر شہر کے آخری گھر و عمارت سے یعنی حدود بلد سے نکلنے کے بعد ہی سے سفر کے احکام شروع ہوں گے، جیسا کہ کتب فقہ میں بصراحت موجود ہے، لیکن مبدأ مسافت سفر اور منتہائے مسافت سفر کیا ہے، آیا حدود شہر کا آخری حصہ یا خاص اپنی رہائش گاہ و جائے قیام جہاں سے چلا ہے اور اسی طرح سے خاص وہ رہائش گاہ و جائے قیام جہاں اسے ٹھہرنا ہے، تو اس سلسلہ میں تو کلام فقہاء میں کوئی صریح عبارت و جزئیہ نہیں ملا، لیکن فقہاء کرام نے احکام سفر کی ابتدا و انتہاء کے بارے میں جو کلام فرمایا ہے اس سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ مبدأ سفر و منتہائے سفر بھی اسی نقطہ سے ہو جس نقطہ سے سفر کے احکام شروع ہوتے ہیں، اگر اس کے علاوہ مبدأ سفر و منتہائے سفر کا کوئی اور نقطہ ہوتا تو فقہاء کرام اس موقع پر جبکہ احکام سفر کی ابتدا و انتہاء کو بیان کر رہے ہیں اسے بھی ضرور بیان کرتے، چنانچہ فقہاء کے کلام سے یہی محسوس ہو رہا ہے کہ جہاں سے مسافر پر سفر کے احکام شروع ہوتے ہیں وہیں سے مسافت سفر کا آغاز بھی ہوگا اور وہیں تک مسافت سفر کی انتہاء بھی۔ لہذا

(الف) اگر ایک شخص اپنے گھر سے ۴۸ میل کا راستہ طے کرے، لیکن ابھی وہ شہر ہی میں ہو شہر سے باہر نکلنے کی نوبت نہ آئی ہو اور اس سے آگے جانے کا ارادہ بھی نہ ہو تو ایسا شخص شرعی مسافر نہ ہوگا اور نہ ہی اس پر سفر کے احکام جاری ہوں گے، بلکہ وہ نماز میں اتمام ہی کرے گا، جیسا

☆ مدرسہ شیخ الاسلام شیخوپور، اعظم گڑھ۔

کہ کتب فقہ وفتاوی کی صریح عبارات سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ احکام سفر کی ابتدا حدود بلد سے خروج کے بعد ہی سے ہوگی، اور چونکہ شہر وگاؤں کی کوئی حد وقید فقہاء کی عبارات میں نہیں ہے اور مطلق ہے اس لئے شہر وگاؤں خواہ بہت بڑا ہی کیوں نہ ہو، اس کی حدود سے نکلنے کے بعد ہی سفر کے احکام جاری ہوں گے اور وہ شخص شرعی مسافر ہوگا۔

(ب) اگر کوئی شخص ایسے مقام کا سفر کررہا ہے جو شہر کی انتہائی حدود سے تو ۴۸ میل کے فاصلہ پر نہیں ہے، یعنی اس کے گھر کے پاس سے ۴۸ میل یا اس سے زیادہ کا فاصلہ ہو تو وہ شخص بھی اتمام ہی کرے گا، کیونکہ اس شخص پر جہاں سے احکام سفر شروع ہوں گے وہاں سے سفر شرعی کی مسافت پوری نہیں ہورہی ہے، جب اس پر سفر کے احکام جاری نہیں ہورہے ہیں تو وہ شرعی مسافر ہی نہیں ہوا، اگر وہ شرعی مسافر ہوتا تو ضرور اس پر احکام سفر جاری ہوتے، اور مسافت سفر کا مبدا ومنتہا بھی شہر کی آخری حد ہے جہاں سے احکام سفر شروع ہوئے ہیں۔

☆☆☆

# مسافت سفر کا شمار کہاں سے ہوگا

محمد قمر عالم قاسمی ☆

یہ ایک نا قابل انکار حقیقت ہے کہ شہری آبادی انتہائی تیزی کے ساتھ پھیلتی جارہی ہے، اس کی اصل وجہ آبادی میں اضافہ اور دیہی آبادی کی شہر کی طرف منتقلی ہے اور بعض شہر تو ایسے ہیں کہ ایک کی آبادی دوسرے سے مل چکی ہے، جیسے دہلی اور غازی آباد جبکہ دونوں دو صوبے میں واقع ہیں، دونوں شہر کے نام بھی الگ ہیں، حتی کہ دونوں کی حدود اور حکومتیں بھی الگ ہیں، اسی طرح دونوں کی بلدیہ بھی الگ ہے۔

لہذا اگر کوئی شخص اپنے گھر سے ۴۸ میل راستہ طے کر لے، لیکن وہ اپنے شہر کے حدود سے باہر نہیں نکلا ہے اور اس سے آگے جانے کا ارادہ بھی نہیں ہے تو ایسے آدمی پر مسافر کے احکام جاری نہ ہوں گے، کیونکہ شہر کے اطراف کے مکانات سے گاؤں کی آبادی مل کر متصل ہوجائے اور اسی طرف سے سفر کا ارادہ ہو تو گاؤں سے تجاوز کرنے کا اعتبار ہوتا ہے جیسا کہ فتاوی قاضی خاں علی الہندیہ میں ہے:

**"وإن كانت القرى متصلة بربض المصر فالمعتبر مجاوزة القرى هو الصحيح وإن كانت القرية متصلة بفناء المصر لا بربض المصر يعتبر مجاوزة الفناء ولا يعتبر مجاوزة القرية"** (قاضی خاں علی الہندیہ ۱/ ۱۶۵)۔

(اور اگر شہر کے اطراف کے مکانات سے گاؤں کی آبادی مل کر متصل ہوجائے تو

---

☆ استاذ مدرسہ حسینیہ، رانچی۔

گاؤں سے تجاوز کر جانے کا اعتبار ہوگا، یہی صحیح اور راجح قول ہے، اور اگر شہر کی آبادی سے ملے ہوئے مکانات نہ ہوں بلکہ فناءِ شہر سے متصل گاؤں ہو تو فناءِ شہر سے تجاوز کرنے کا اعتبار ہوگا، گاؤں سے تجاوز کا اعتبار نہ ہوگا)۔

**ب-** اس شکل میں بھی اسے اتمام کرنا چاہئے قصر نہیں کرنا چاہئے، کیونکہ اس کا سفر اپنے شہر سے نکلنے کے بعد شروع ہوگا، جیسا کہ ''مراقی الفلاح'' میں ہے:

''ویشترط أن یکون قد جاوز أیضاً ما اتصل به أی بمقابلة من فنائه کما یشترط مجاوزة ربضه وهو ماحول المدینة من بیوت ومساکن فإنه في حکم المصر یشترط مجاوزتها في الصحیح'' (مراقی مع الطحطاوی، ص ۲۳۰)۔

☆☆☆

# سفر شرعی کی تعیین

مولانا مظاہر حسین عماد قاسمی ☆

جن بڑے شہروں میں میلہا میل تک مسلسل محلے اور آبادیاں پھیلی ہوتی ہیں، جیسے بمبئی، کلکتہ، وغیرہ ان شہروں سے سفر میں احکام سفر پر عمل کی ابتدا اپنے بلد کی آخری عمارت سے شروع کریں تو یہ مزاج شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف ہے، اس لئے کہ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام تو ۴۸ میل کی مسافت کا سفر کرنے والے کو چند سہولتیں دے رہے ہیں اور ہم میلہا میل تک پھیلے شہروں سے سفر میں احکام سفر پر عمل کی ابتدا اپنے بلد کی آخری عمارت سے کر کے ان سہولتوں سے روک رہے ہیں کیونکہ شہروں میں بالکل گھر سے احکام سفر پر عمل کی ابتدا بھی عجیب لگتی ہے اور یہ بھی حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرام کے عمل سے مماثل بات نہیں لگتی ہے، اس لئے کہ حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرام قصر کی ابتدا مدینہ سے باہر نکلنے کے بعد ہی کیا کرتے تھے اور مدینہ اس وقت ایک چھوٹا سا شہر تھا۔

میرے خیال سے بڑے شہروں سے سفر میں مبدأ مسافت کی تعیین کے سلسلہ میں سب سے اقرب الی الصواب فتویٰ مولانا نظام الدین صاحب اعظمیؒ کا ہے اور وہ فتویٰ یہ ہے:

''بلکہ ایسے شہروں میں ان عبارات فقہیہ کی رو سے یہ ہوگا کہ اگر ایسے محلّہ اور آبادی سے متصل اس کا فنا یا ربضہ ہو تو اس فنا یا ربضہ سے باہر نکلنے کے بعد مسافر شمار ہو جائے گا اور اگر اس آبادی سے اس کا فناء یا ربضہ متصل نہ ہو تو اس محلّہ کی آبادی سے باہر نکلتے ہی مسافر شمار ہو کر اس پر

☆ الجامعۃ الاسلامیہ شانتاپورم، کیرالا۔

قصرفی اصلوٰۃ کا حکم متوجہ ہو جائے گا'' (نظام الفتاویٰ ص۱۶۸ جلد ششم)۔

مندرجہ بالا تمہید کی روشنی میں جواب طلب دونوں مسئلوں میں ہماری رائے یہ ہے کہ میلہا میل تک پھیلے شہروں میں محلوں کی آخری حدود ہی مبدأ مسافت شمار ہوگی۔

اب اگر کوئی شخص اپنے محلہ کی آخری حد سے ۴۸ میل دوری کے سفر کا قصد کرے خواہ اس کا منتہائے سفر اسی شہر کی حدود کے اندر رہو یا شہر کی حدود سے باہر وہ مسافر شمار ہوگا۔

☆☆☆

# ابتداء سفر شہر کی انتہائی حدود سے

مفتی سید باقر ارشد قاسمی ☆

الف، ب– دونوں صورتوں میں قصر نہیں اتمام کرے گا، کیونکہ سفر کی ابتدا شہر کی انتہائی حدود سے ہوتی ہے، شہر کی حدود سے آگے جانے پر سفر کا اطلاق ہوتا ہے، اگر شہر کی حدود کے اندر ہی اندر ۴۸ میل سے زیادہ کی مسافت طے کرلے تب بھی اس پر احکام سفر جاری نہیں ہوں گے۔

حدود شہر (شہری و بلدیاتی حدود) سے آگے ۴۸ میل کا سفر طے کرنے یا اس کا ارادہ کرلینے پر اس پر مسافر کے احکام جاری ہوں گے۔

☆☆☆

☆ معہد یعقوب، جین پٹن، بنگلور رساؤتھ، کرناٹک۔

مناقشہ:

## مسافت سفر کا آغاز

اس وقت کی افتتاحی نشست میں اپنے دونوں عرب مہمانوں کا میں استقبال کرتا ہوں جو وزارت اوقاف قطر کی جانب سے تشریف لائے ہیں، میں اپنی طرف سے، اکیڈمی کی طرف سے، یہاں تشریف فرما علماء کی طرف سے اور شہر برہان پور کی طرف سے کہ آپ نے ہمارے لئے سفر کی صعوبتیں برداشت کیں اور تشریف لائے، اللہ تعالی ہم تمام لوگوں کی طرف سے آپ کو اور وزارت اوقاف قطر کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

**مولانا نعمت اللہ صاحب اعظمی:**

حضرات علماء! صبح کی نشست میں جناب مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب کی جانب سے مختلف حضرات کے نام پرچی آئی جس میں یہ درخواست کی گئی تھی کہ دس پندرہ منٹ گفتگو فرمائیں، اسی سلسلہ میں میرے پاس بھی ایک پرچی آئی، تو میں نے عرض کیا کہ جب مسئلہ پیش ہوگا تو اس وقت میں کچھ عرض کروں گا، ہم سب کے مخدوم حضرت مولانا سالم صاحب قاسمی ان سے بھی درخواست کی گئی تھی، انہوں نے تقریر فرمائی، ان کی تقریر کو سنتے ہی میرے دل میں یہ بات آئی اور غالب کا یہ شعر یاد آیا کہ:

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اس نے کہا
میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

اس سے پہلے بھی کئی سمینار میں جانا ہوا اور سمینار کے مباحث کا افتتاح کرنا ہوا اور وہ مجھ

سے متعلق رہا تو ہمیشہ میں نے افتتاح سے پہلے ایک بات کہی، وہی بات میں عرض کرنا چاہتا تھا جس کو حضرت مولانا سالم قاسمی صاحب مدظلہ العالی نے تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا، میں اسی کے آخری ٹکڑے کو ابھی بیان کرنا چاہتا ہوں، ایسا نہیں ہے کہ آپ حضرات اس ٹکڑے سے ناواقف ہیں، بلکہ یقیناً آپ حضرات کے بھی سامنے ہے، لیکن وقت پر یاد دلا دینے کا بہرحال فائدہ ہے۔

مسلک دارالعلوم دیوبند کے تعارف کے سلسلہ میں حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب نوراللہ مرقدہ، سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند ان کے مقالات اور ان کی کتابیں بعد میں چھپ کر آئیں اور اس میں بہت تفصیل کے ساتھ اور بہت سہولت سے اہل سنت والجماعت کا صحیح مسلک اور فرق ضالہ کی ضلالت وگمراہی کے اسباب کو بیان کیا گیا ہے، پھر اہل سنت والجماعت کے اندر جو مختلف مذاہب ہیں جس میں ائمہ اربعہ آتے ہیں ان کی حیثیت کو بیان فرمایا اور وہ حضرت ہی کی تعبیر ہے کہ مسلک تبلیغ کی چیز نہیں ہے، بلکہ یہ ترجیح کی چیز ہے۔

ہمارے پیش نظر جب یہ ہے تو ہم جن مسائل پر بحث کرتے ہیں، ان میں صرف مذاہب اربعہ کے اندر ایک مذہب، یعنی مذہب حنفی مستقل طور سے پیش نظر رہی ہے، اس لیے جتنے بھی سمینار کرنے والے ہیں، چاہے وہ جمعیۃ علماء ہند کی طرف سے ہوں چاہے وہ فقہ اکیڈمی کی طرف سے ہوں، ان لوگوں نے اپنے سمیناروں میں عمل بمذہب الغیر کو مستقل موضوع رکھا ہے، دوسرے مذاہب اربعہ میں مذاہب ثلاثہ جو باقی رہے ہیں، کس وقت میں اور کن حالات میں اس پر عمل کیا جائے گا، یعنی اپنی جگہ یہ مسلم ہے کہ ان پر عمل کیا جا سکتا ہے، مگر وہ عمل کس وقت میں ہوگا اور کس طرح سے ہوگا اس پر مستقل طور سے بحث کرتے ہیں، یہ صرف اس لئے تاکہ ہم کو اس اختلاف کا درجہ سامنے رہے، ایک بات تو یہ عرض کرنی تھی، دوسری بات جو عرض کرنی ہے وہ اس وقت زیر بحث موضوع مسافت سفر ہے، ان مسائل پر آپ حضرات نے جو کچھ لکھا ہے، اکیڈمی کی طرف سے اس کی تلخیص کردی گئی ہے اور اس کو طبع بھی کرادیا گیا ہے، میرے خیال میں اس کو طبع اسی لیے کیا گیا ہے کہ وہ آپ حضرات کے ہاتھوں میں بھی آجائے اور جب مسئلہ پر بحث

ہوتو اس کے اندر آراء کا اختلاف اور خود ان آراء کی کیا حیثیت ہے، جب یہ حیثیت ہمارے پیش نظر رہے گی اور دوسری جانب کی آراء اور اس کے دلائل بھی ہمارے سامنے ہوں گے اور ہم نے جو دلائل دئے ہیں اس پر جب ہم غور وفکر کریں گے تب آسانی سے کوئی بات اتفاق رائے سے کہی جائے گی اور متفقہ رائے سامنے آجائے گی اور متفقہ رائے ہی حقیقت میں ہماری کامیابی کی ضمانت ہے، یہ سمینار اور اس طرح کے مسائل کو پیش کرنے کی وجہ یہی وجہ بیان کی گئی ہے کہ بجائے انفرادی غور وفکر کرنے کے اجتماعی غور وفکر کیا جائے، اجتماعی غور وفکر ہو پھر جو اجتماعی رائے آئے گی وہی مناسب رائے ہوگی، تو اس سمینار کا مقصد اتفاقی فیصلہ کرنا ہے اور امت کی اتفاقی رہنمائی کرنا ہے۔

جہاں تک اختلاف کی بات ہے تو اختلاف کا ہونا تو ناگزیر ہے، جب ہمارے علوم میں اختلاف ہے، جب ہماری عقلوں میں اختلاف ہے، ہماری فہم میں اختلاف ہے تو دلائل کے موجود ہونے کے باوجود ان دلائل کے سمجھنے میں اختلاف ہوسکتا ہے، ائمہ اربعہ کے درمیان جو اختلافات ہیں ان اختلافات کی وجوہات بھی بیان کی جاتی ہیں، لیکن بہت سے لوگ سب سے پہلے نمبر پر بیان کردیتے ہیں کہ کسی کو ایک دلیل ملی ہے اور دوسرے کو دلیل نہیں ملی ہے، حالانکہ یہ پہلے نمبر کی چیز نہیں ہے، بلکہ یہ آخری نمبر کی چیز ہے، یہ تو ایک سبب ہے، لیکن یہ آخری نمبر کا سبب ہے، زیادہ بڑا سبب علوم، عقول اور فہم کا اختلاف ہے، مسئلہ کے استنباط اور استخراج میں اگر ہم اس کو مستحضر رکھیں گے کہ ہمارے اس اختلاف کی حیثیت کیا ہے، کیا درجہ ہے، تو ہم اپنی اس رائے کو چھوڑ کر دوسرے کی رائے کو اختیار کرسکتے ہیں، ایسی صورت میں اتفاق پیدا ہونے میں بہت آسانی رہے گی، جب متفقہ بات ہوگی تو وہی قابل قدر رہے، بس اسی پر میں اکتفا کرتا ہوں۔

## مفتی شیر علی گجراتی:

سفر کی ابتداء مبدأ سکونت سے ہوگی یا بعد خروج عن عمران المصر سے ہوگی؟ اس مسئلہ کے بارے میں حنفیہ وشافعیہ اور دیگر تمام ائمہ قریب قریب یہی لکھتے ہیں کہ بعد خروج المصر قصر

کرے گا، حنفیہ کے یہاں "مبسوط" میں یہی لکھا ہے، "ذخیرہ" میں بھی لکھا ہے، "بدائع" میں یہی لکھا ہے اور اکثر کتابوں میں یہی لکھا ہے، ابن منذرؒ فرماتے ہیں کہ:

**"أجمع كل من يحفظ عنه من أهل العلم عن هذا"**

اس طرح سب ہی علماء متفق ہیں کہ بعد خروج عن عمران المصر سے قصر کرے، شہر میں نہیں کرے گا اور جہاں تک روایتوں کا تعلق ہے تو حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ظہر کی نماز مدینہ منورہ میں چار رکعت پڑھی اور ذوالحلیفہ میں عصر کی نماز دو رکعت پڑھی، تو حاصل یہی نکلا کہ مدینہ منورہ میں سفر کا ارادہ کیا ہی ہوگا، پھر بھی قصر نہیں کیا اور پوری نماز پڑھی اور جب ذوالحلیفہ پہنچے تب وہاں سے قصر کیا، اسی طریقہ پر حضرت علیؓ سے روایت ہے، بخاری، ابوداؤد، ابن ابی شیبہ اور مصنف عبدالرزاق میں ہے کہ حضرت علیؓ سفر میں کوفہ سے نکلے اور چلے تو لوگوں نے کہا گاؤں نظر آرہا ہے تو انہوں نے نماز پوری پڑھی، کسی نے سوال کیا کہ یہاں تو وہ ہے، تو فرمایا کہ وہ جو چکری ہے وہاں تک ہم قصر نہیں کریں گے، خص کا لفظ ہے بانس وغیرہ کا کھونٹا، تو مطلب یہ ہے کہ حضرت علیؓ کا یہ عمل اصل بنیاد ہے، اسی طریقہ پر حضرت ابن عمرؓ سے بھی یہی منقول ہے کہ جب آبادی سے نکل جاؤ تو قصر کیا کرو، یہ روایتوں کا ماحصل ہے، باقی اب متعین بات نہیں رہی، وہ زمانہ تھا جب آبادی مختصر ہوتی تھی، خود آبادی اور مدینہ منورہ میں بھی کافی فاصلہ تھا اور آج ہے کہ فاصلہ ختم ہوگیا، بمبئی، کلکتہ، دہلی وغیرہ کا بھی یہی حال ہے کہ ایک طرف سے دوسری طرف تک سو کیلومیٹر سے زیادہ آبادی ہے، تو اس لیے علماء کرام کو ذرا اس میں تذبذب ہوگیا کہ کیا ہونا چاہیے، حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ نے لکھا ہے کہ ابتداء قصر موضع ابتداء سفر سے ہوگا اور خود ہی دوسری جگہ لکھا ہے کہ نہیں، چاہے کتنا ہی چکر لگائے قصر کرے، اتمام نہ کرے، حضرت مولانا تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم نے لکھا ہے کہ کراچی میں ایک کنارے سے دوسرے کنارے جاتا رہے، چاہے کچھ بھی کرے، قصر نہ کرے اتمام کرے، لیکن خود مولانا تقی عثمانی صاحب نے بعد میں رجحان اس طرف ظاہر کردیا کہ اب میرا رجحان ادھر ہے کہ قصر

کیا جائے گا، باقی یہ بھی کہہ دیا ہے کہ اکیڈمی میں یہ مسئلہ رکھ دیا جائے گا فیصلہ وہ لوگ کریں گے، رجحان تو ظاہر کردیا، اب بات یہ ہے کہ حضور ﷺ نے یہ فرمایا:

"المسافر یمسح ثلاثة أیام و لیالیها أو کما قال............"

مسافر مطلق ہے، اس میں کوئی قید نہیں ہے، تین دن مسح کرے گا، مرغینانی لکھتے ہیں کہ یہ جو (الف) ہے استغراق جنس ہے، "هو من ضرورية عموم التقدير" اور ان کے ہدایات میں سے ہے وہ بھی متعین کرنا پڑے گا کہ تین دن سے کم میں مسافر نہیں ہوگا، یہ ماننا پڑے گا۔

تو خیر عرض یہ ہے کہ اس قسم کی بات اس باب میں ہے، علامہ عینی نقل کرتے ہیں کہ حضرت عطاء اور سلیمان بن عدی یہ دونوں کہتے تھے کہ گھر میں سفر کا ارادہ کیا اور قصر شروع کردیتے تھے، یہ تابعین کا دور ہے اور تابعین کے دور کے حارث بن ابی ربیعہ ہیں، انہوں نے بھی ارادہ کرلیا سفر کا اور ابھی وہ گھر میں تھے اور قصر شروع کرلیا، فرماتے ہیں کہ ان کے پیچھے کون ہیں، حضرت اسود بن یزید وغیرہ جو حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ کے شاگردوں میں سے ہیں ان کے نزدیک موجود تھے، ان چیزوں پر غور کر کے کوئی بات طے کی جائے، اور یہ بھی ہے کہ مطلق مسافر تو بہر حال مسافر ہے، سفر طویل ہو تو ان کے لیے کیا ہونا چاہیے؟ یہ سبب ہے تخفیف کا، طویل سفر خود مشقت ہے اور "المشقة تجلب التيسير" جہاں مشقت آئی تیسیر آ گئی، اور تیسیر یہی ہے کہ وہ قصر کرے، اس لیے مولانا تقی عثمانی صاحب نے اور میری بھی یہی رائے ہے کہ انہوں نے یہ لکھ دیا کہ یہاں محلّہ متعین ہے، پنچایت ہے یا اور کوئی چیز ہے تو وہاں تک یہ چیز ہے، مثلاً ممبئی کے ناگپاڑہ، مدن پورہ میں جب تک ہے وہاں سے نہیں نکلا تو اتمام کرے گا، یہاں سے نکل گیا تو وہ قصر شروع کرے گا، ایسے ہی مخدوم پورہ ہے وہاں تک اتمام کرے اور اس سے نکل جائے تو قصر کرے، یہ محلات اس نے مقرر کردئے ہیں، یا ان کے حالات متعین ہیں، تو اس پر تفصیل کیا جائے گا، ہاں ہر محلّہ اور جن کی پنچایت الگ ہے اس کو ایک آبادی شمار کیا جائے گا، اور ایک گاؤں شمار کیا جائے گا تو میرے خیال میں یہی ہے کہ سفر چاہے شہر میں ہو، چاہے جنگل میں ہو

مشقت تولاتا ہے اور جہاں مشقت آئی تو تخفیف لازم ہے، اس لیے میری رائے یہی ہے اور مولانا تقی عثمانی صاحب نے بھی اپنا رجحان یہی ظاہر کیا ہے۔

### مفتی ارشد فاروقی:

سب سے پہلی بات تو یہ عرض ہے کہ ایک ایسے طویل اور دراز شہر میں جس میں اڑتالیس میل کا سفر کرلیا جائے تو وہ مسافر ہے یا مقیم؟ اس مسئلے کے تعین سے پہلے اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ سفر کے زیادہ تر احکام عرف پر مبنی ہیں، تو حد فاصل عرف کو بنایا جائے۔

دوسری بات یہ ہے کہ جیسے دہلی ہے، ممبئی ہے، یا بعض دوسرے شہر، یہ ایک شہر نہیں بلکہ مستقل ایک صوبہ ہے اور صوبہ ہونے کی وجہ سے باضابطہ وہاں اسمبلی کے الیکشن ہوتے ہیں، اس حیثیت سے دہلی کو مختلف علاقوں اور محلوں کے ذریعہ پہچانا جاتا ہے، اس لحاظ سے سفر کے سلسلہ میں احکام لگائے جائیں، اس کے بعد وطن اقامت کے سلسلہ میں خاص طور سے جو اہم بات ہے کہ مدرسوں کے ملازمین ومدرسین، اسی طرح سرکاری ملازمین کا مسئلہ ہے، اس سلسلہ میں ہندوستان میں ایک ہی رائے تقریباً فقہاء کی رہی ہے کہ ان سب کو مقیم قرار نہ دیا جائے، بلکہ مسافر مانا جائے اور تقریباً تمام بلکہ ''دارالعلوم دیوبند'' وغیرہ کے اہل افتا کے بھی فتاویٰ یہی ہیں، البتہ جیسا کہ عرض کیا گیا ''احسن الفتاویٰ'' کا ذکر کیا گیا مفتی رشید احمد صاحب کا، انہوں نے بسط وتفصیل کے ساتھ یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ ملازمین مسافر نہیں ہیں، بلکہ وہ مقیم ہیں، اگر وہ لوٹیں اور وہ دو چار دن رہیں تو بھی وہ اتمام کریں گے، اس سلسلہ میں خاکسار کی رائے بالخصوص مدارس کے ملازمین کے سلسلہ میں یہ قائم ہوئی ہے کہ مدارس کے ملازمین کا تجزیہ دو لحاظ سے کیا جائے، مدارس کے وہ مدرسین وملازمین جو اگر چہ سالہا سال سے ملازم ہوں، انہیں مستقل مقیم نہ مانا جائے، بلکہ ان کی اقامت عارضی مانی جائے، البتہ جو ذمہ داران ہیں اور انہیں تمام سہولتیں حاصل ہیں اور مستقل طور سے مدرسہ میں ہیں، انہیں یہ حکم دیا جائے کہ ان کے لیے یہ اقامت مستقل ہے اور ان کے لئے یہ وطن اصلی میں ہے، چنانچہ وہ اتمام کریں، چونکہ ان کو زندگی کی تمام

چیزیں حاصل ہوتی ہیں اور وہ پرسکون رہتے ہیں۔

**مولانا عبید اللہ اسعدی:**

میرا خیال ہے کہ دہلی شہر اور دہلی صوبہ دو الگ الگ چیزیں ہیں، یہاں جو گفتگو ہے وہ دہلی، ممبئی، کلکتہ ان شہروں کی جو آبادی ہے، ان کا رقبہ کتنا پھیلا ہوا ہے، یہ موضوع گفتگو نہیں ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ یہ صرف مفتی رشید احمد صاحب کی ہی رائے نہیں ہے، بلکہ بعض دوسرے حضرات کے فتاویٰ مثلاً مولانا ظفر احمد صاحب وغیرہ کے فتاویٰ کا جو مجموعہ ہے اور میری نظر سے مولانا تقی صاحب کی بھی تحریر گذری ہے اور بعض دوسرے حضرات کی بھی یہی رائے ہے۔

**مفتی انور علی اعظمی:**

مجھے یہ گذارش کرنی ہے کہ شہروں کے پھیلاؤ کے مسئلہ سے متعلق مفتی حبیب اللہ صاحب نے ابن حجر عسقلانی کا حوالہ ذکر فرمایا اور باتیں بیان فرمائیں، پچھلے زمانے میں شہروں اور قصبوں کے پھیلاؤ کا مسئلہ تھا ہی نہیں، بلکہ یہ موجودہ دور کا مسئلہ ہے، آج ہندوستان میں ممبئی، دہلی، مدراس، کلکتہ اور ہندوستان کے باہر بعض دوسرے ملکوں میں لندن وغیرہ بہت سے شہر ایسے موجود ہیں جن کی مسافت ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک سوکلومیٹر سے زیادہ ہے اور اسی طرح جیسے ممبئی کی آبادیاں بڑھتے بڑھتے دوسرے شہروں میں داخل ہوگئیں ہیں، اس لیے اگر مکانات کو پار کرنے والی بنیاد کو سامنے رکھا جائے اور ممبئی میں تھانے اور کلیان وغیرہ کو لے لیا جائے تو آدمی آبادی سے باہر نہیں نکل پائے گا، اس لیے اس طرح کے تازہ مسائل میں از سر نو غور وفکر کرنے کی ضرورت ہے۔

**مولانا ریاض احمد رحمانی:**

یہ جو مسئلہ سامنے ہے کہ مسافت سفر کی ابتدا کہاں سے ہونی چاہیے اور قصر کہاں سے کیا جائے، اس کا تجزیہ کرنے کے بعد یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ یہاں دو باتیں بالکل الگ الگ ہیں، پہلی بات یہ ہے کہ مبداء سفر کی تعیین اور دوسری بات ہے احکام سفر کا اجراء، مبداء سفر کی تعیین

کے سلسلے میں کتب فقہ کے اندر کوئی صراحت نہیں ملتی ہے، اس لیے مبدأ سفر کی تعیین کے سلسلے میں تو فقہاء کے عام ضابطہ کے مطابق عرف کا لحاظ کیا جانا چاہیے، لیکن دوسری بات کے بارے میں تمام فقہاء متفق ہیں اور حضرت علیؓ کے قول "ألا حتى نجاوز هذا الخص" سے بھی پتہ چلتا ہے کہ احکام سفر کا اجراء اسی وقت ہوگا، جبکہ مسافر آبادی سے باہر نکل جائے، تو گویا مبدأ سفر کی تعیین کے سلسلے میں لحاظ عرف کا ہونا چاہیے، لیکن احکام سفر کا اجراء موقوف ہونا چاہیے آبادی سے نکلنے پر، حاصل یہ ہوگا کہ سفر کا آغاز تو وہاں سے ہوگا جہاں سے باضابطہ بنیت سفر وہ روانہ ہوجائے، لیکن قصر وغیرہ احکام سفر پر عمل کا پابند وہ اسی وقت ہوگا جب شہر سے نکل جائے۔

**مولانا ابرار خاں ندوی:**

میں جو بات عرض کرنا چاہتا تھا وہ بات تو بعض لوگوں نے بیان کردی، البتہ میں یہ کہنا چاہوں گا ایک مثال کے ذریعہ کہ بڑی آبادی والے جو شہر ہیں اس کے کنارے ایک شخص رہتا ہے اور وہ سفر کرتا ہے اس جانب جدھر آبادی نہیں ہے، مثلاً وہ اسی کیلومیٹر جاتا ہے وہ تو قصر کرتا ہے اور اگر وہ آبادی کی طرف سفر کرتا ہے اور سو کیلومیٹر یا سوا سو کیلومیٹر بڑی آبادی ہے شہر کی، دوسرے دن ادھر جاتا ہے تو قصر کی اجازت ہم اس بنیاد پر نہ دیں کہ وہ آبادی سے نہیں نکلا، حالانکہ اس نے جو کل سفر کیا تھا اس کے مقابلہ میں آج زیادہ طویل اپنے گھر سے سفر کیا ہے، تو آخر اس کو اجازت کیوں نہیں دی جارہی ہے، جبکہ وہ اتنی طویل مسافت کل کے مقابلے میں کررہا ہے، تو یہ بات مزاج شریعت سے میل نہیں کھاتی اور رہا جمہور فقہاء کے مسلک کو آج کے حالات پر منطبق کرنے کا، تو جمہور کا مسلک یا ان کا جو حکم تھا وہ اس دور کی آبادیوں کے لئے تھا، جب آبادیاں چھوٹی تھیں، آج کی جو طویل آبادیاں ہیں ان پر اسے منطبق کرنا شاید مناسب نہ ہو۔

**مفتی جمیل احمد نذیری:**

حضرت مولانا شیر علی گجراتی دامت برکاتہم نے جو بات کہی ہے، حضرت مفتی مولانا تقی صاحب عثمانی کی ترجیح سے متعلق، تو میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ وہ ترجیح کہاں ہے، ذرا میں دیکھنا

چاہتا ہوں، اس لیے کہ جو سوالنامہ ملا تھا اس میں مولانا شاہ تفضل علی صاحب کا جو مقالہ تھا اس پر میں نے بڑی تفصیل سے کچھ اعتراضات اور اشکالات پیش کیے ہیں اور اس کو میں نے فقہ اکیڈمی میں بھیجا بھی ہے، اس کے علاوہ جو حضرت مولانا تقی صاحب عثمانی کی اس پر تصویب ہے اس پر بھی مجھ کو اشکال ہے، چنانچہ بات یہ ہے کہ جواب صحیح کس اعتبار سے ہے؟ حضرت مولانا مفتی تقی صاحب عثمانی دامت برکاتہم مولانا مفتی شاہ تفضل علی صاحب کے جواب کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ جواب صحیح ہے اور مبدأ سفر کے بارے میں بندے کو ابھی تک تردد ہے اور خیال ہے کہ کسی وقت اس مسئلہ کو علماء کے کسی اجتماع میں رکھ کر طے کیا جائے اور کچھ رجحان اس طرف ہو رہا ہے کہ شہروں کے درمیان مسافتوں کا تعین سرکاری کاغذات میں جس بنیاد پر ہوتا ہے اس کو سفر شرعی کے تعین کی بنیاد بنانے میں سہولت معلوم ہوتی ہے، مگر اس پر حتمی فتویٰ اسی اجتماع پر موقوف ہے، احقر عرض کرتا ہے کہ مفتی تفضل علی صاحب کے سارے فتوے کا نچوڑ تو یہی ہے کہ مبدأ مسافت شرعی کا عرف پر مدار ہے اور سفر شرعی کا آغاز وہیں سے مانا جائے گا جہاں سے عرفاً سفر کا آغاز ہو، نہ کہ حدودِ بلد سے نکلنے کے بعد اور آپ یعنی حضرت مفتی صاحب کو مبدأ مسافت شرعی کے بارے میں تردد ہے، نیز آپ کا رجحان اس طرف ہے کہ مسافت شرعی کا تعین سرکاری کاغذات میں شہروں کی حدود سے کیا جائے، احقر عرض کرتا ہے کہ پھر آپ نے شروع میں ''جواب صحیح ہے'' کس اعتبار سے لکھا ہے۔

**مولانا خالد سیف اللہ رحمانی:**

اس وقت دو مسائل زیر بحث ہیں، ایک مسئلہ تو مبدأ سفر کا ہے اور دوسرا مسئلہ ان مقامات کا ہے جہاں آدمی کی طویل اقامت ہو، لیکن اس نے اس کو باضابطہ اپنا وطن نہیں بنایا ہو، جہاں تک مبدأ سفر والی بات ہے تو اس سلسلہ میں عرض ہے کہ ائمہ اربعہ میں سے حضرات حنابلہ اور حضرات شوافع ان دونوں کے یہاں تو ایسی نظیریں ملتی ہیں، یعنی ''المغنی'' کی عبارت آپ نے دیکھی، امام نووی نے ''روضۃ الطالبین'' میں بھی لکھا ہے کہ اگر ایک شہر بڑا ہو اور کئی محلوں پر مشتمل

ہوتو اس کے محلے کی جو حد ہوگی وہاں سے اس کو سفر کا مبدأ سمجھا جائے گا اور وہاں سے مسافت سفر شمار کی جائے گی، ہمارے یہاں فقہاء احناف نے عام طور پر اس سلسلے میں کوئی صریح بات نہیں کہی ہے، چونکہ اس زمانے میں شہر اور آبادیاں اتنی مختصر ہوتی تھیں کہ اس پر روشنی ڈالنے کی اور اس کی صراحت اور وضاحت کی ضرورت نہیں تھی، عام طور پر جو فقہاء کی عبارتیں ہیں وہ اس سلسلے میں ہیں کہ احکام سفر کہاں سے جاری ہوں گے، لیکن سفر کی ابتدا کہاں سے شمار ہوگی، میں سمجھتا ہوں کہ اس پر کوئی زیادہ صراحت اور وضاحت کے ساتھ ہمارے یہاں ذکر نہیں آیا ہے، جہاں تک سفر میں شہر کے اندر قصر کرنے کی بات ہے تو اس میں تو یہی بات درست معلوم ہوتی ہے کہ جب تک آدمی گھر سے نکل نہ جائے اس کے لیے قصر درست نہیں ہونا چاہیے، کیونکہ اس پر ایک طرح کا اجماع ہے کہ احکام سفر کا اجراء اس شہر سے نکلنے کے بعد ہوگا جس شہر کی حیثیت اس کے وطن کی ہے، لیکن مبدأ سفر کیا ہوگا؟ ہمارے ہندوستان کے علماء میں حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ، حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمان عثمانیؒ اور حضرت مولانا نظام الدین صاحبؒ اور بھی بعض بزرگوں کا رجحان یہ ہے کہ اس کی جائے قیام سے مسافت سفر شمار کی جائے گی، میرا خیال یہ ہے کہ اس سلسلے میں ایک بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ فعل سفر اور حکم سفر میں تخلف ہوسکتا ہے یا نہیں؟ کیا فعل سفر حکم سفر کو مستلزم ہے؟ کیا ایسا نہیں ہوسکتا ہے کہ فعل سفر کا تحقق ہوجائے، لیکن ابھی حکم سفر اس پر مرتب نہ ہو؟ فقہاء کے اور شریعت کے نظائر سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ بات ممکن ہے کہ بعض حالات میں وجود فعل ہو، لیکن ابھی اس پر حکم فعل کا ترتب نہ ہو، سفر پایا جائے، لیکن احکام سفر کا اس پر ترتب نہ ہو، جیسے خود اس سفر کے مسئلے کو آپ روزے میں لے جائیے، اگر ایک شخص دن کے دس بجے سفر کرتا ہے تو فعل سفر کا آغاز ہو چکا ہے، لیکن حکم سفر جو صائم کے لیے اباحت افطار ہے جو حکم سفر ہے، فقہا کہتے ہیں کہ ابھی اس کا ترتب نہیں ہوگا، اس دن اس کو روزہ رکھنا ہوگا، اگلی صبح اگر اس کی سفر کی حالت باقی رہی تو اس کے لیے گنجائش ہوگی روزے کو افطار کرنے کی، تو معلوم یہ ہوا کہ ایسا ممکن ہے کہ فعل سفر پایا جائے اور فوری طور پر احکام سفر کا ترتب نہ ہو، اگر ہم

علماء اصول کے یہاں اس بحث کو دیکھیں تو اس میں علماء اصول نے نفس وجوب اور وجوب ادا میں فرق کیا ہے کہ بعض دفعہ وجوب کا تحقق ہو جاتا ہے لیکن ابھی اس کی ادائیگی مکلف سے متعلق نہیں ہوتی ہے، تو اس سے بھی ہم کو اس حکم میں روشنی مل سکتی ہے کیوں کہ اصل مقصد شریعت کا سفر طویل میں سہولت فراہم کرنا ہے اور جب وہ اتنا طویل سفر کر چکا ہے اور اپنے شہر سے بھی باہر نکل چکا ہے کہ جس کی وجہ سے سہولتیں شریعت میں رکھی گئیں ہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ بات زیادہ راجح ہے کہ اس کو سفر کی سہولتیں حاصل ہونی چاہیے اور مبدأ سفر اس کے جائے قیام کو بنانا چاہیے، وہاں سے مسافت کا اعتبار ہو اور شہر سے باہر نکلنے کے بعد اس کے لیے قصر کی اجازت ہو۔

مفتی زاہد علی قاسمی:

میں ایک بات عرض کرنا چاہتا ہوں مکانات کے تسلسل کے متعلق، ابھی جو بات یہاں آرہی ہے اس میں بہت زیادہ فرق کیا گیا ہے، اس سلسلہ میں یہ بات عرض کرنا چاہوں گا کہ مکانات کے تسلسل کا جہاں ذکر کیا جارہا ہے اس میں غالباً بڑے اہم پہلو کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے کہ مکانات کا تسلسل سڑکوں اور اس کے ساتھ ملحق جو دوسری چیزیں ہوتی ہیں یا آبادیوں کی گلیاں ہوتی ہیں، مختلف جگہوں پر الگ الگ طریقوں سے ہوتا ہے، مثلاً آپ اگر ایک بڑے شہر سے دوسرے بڑے شہر کے درمیان سفر کریں تو اگر اس کی مسافت مثلاً ساٹھ، ستر، اسی کلومیٹر تک ہو جائے تو سڑک کے دونوں طرف تقریباً تمام جگہوں پر آپ کو مکانات ملیں گے، لیکن اس کے پیچھے جو مکانات ہوں گے تو وہاں آپ کو اس طرح کی چیزیں ہرگز نہیں ملیں گی، تو اس اعتبار سے اس کو آبادی قرار دے دینا یہ کسی طرح سے درست نہیں ہے، یہ بات اس لیے نہیں کہہ رہا ہوں کہ ایک شہر میں اس طرح ہوتا ہے، بلکہ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ دو جگہوں کے بیچ میں اس طرح بکثرت پایا جاتا ہے، جو خصوصاً بڑے شہر ہیں اس اعتبار سے دونوں کو علاحدہ علاحدہ رکھنا بہت ضروری اور لازم ہوگا۔

**مولانا صدرالحسن:**

ایک بات تو یہ ہے کہ شریعت نے مشقت کی وجہ سے سہولت دی ہے تو اس مشقت کی وجہ سے کتنی سہولت دینی چاہیے اس کی تعیین ہو، دوسری بات یہ ہے کہ سفر میں ایک ہے آبادی کی طرف سفر اور ایک ہے غیر آبادی کی طرف سفر، دونوں میں فرق رکھا گیا ہے، اگر کوئی غیر آبادی ویرانے کے اندر اقامت کی نیت کرتا ہے تو وہ درست نہیں ہے، وہ مسافر ہی رہے گا، اقامت کی نیت کے باوجود، لیکن آبادی میں نیت کرے گا تو وہ مقیم ہوجائے گا، معلوم یہ ہوا کہ شریعت نے دونوں کالحاظ رکھا ہے آبادی کا بھی اور ویرانے کا بھی، تو اس کو بھی ملحوظ رکھنا ہوگا۔

دوسری بات یہ ہے کہ یہ بات تو تقریباً متفقہ طور پر سامنے آرہی ہے کہ ابتدائے سفر کہاں سے ہوگی، اس کا لحاظ کیا جائے گا، لیکن ہمارے علماء کے درمیان مباحثہ میں کچھ اس میں تفریق معلوم ہورہی ہے، اس لیے یہ متعین کرنا ہوگا کہ عرف عام یا عرف خاص کس بنیاد پر یہ حکم لگایا جائے گا، یہ تین باتیں مجھے عرض کرنی تھیں، مجھے امید ہے کہ جو حضرات ان مسائل پر گہری نظر رکھتے ہیں وہ ان کو سامنے رکھیں گے تو انشاء اللہ ہدایت تک پہنچیں گے اور کوئی ترجیح کی صورت سامنے آئے گی۔

**مولانا عبید اللہ اسعدی:**

یہ مذاکرات اس لیے ہوتے ہیں کہ جب کمیٹی بنے گی تو جو حضرات اس میں شریک ہوں وہ ان ساری تفصیلات کو سامنے رکھیں، اور عموماً ہمارے حضرات جو بات بھی پیش فرماتے ہیں وہ تحریروں میں بھی الحمدللہ موجود ہے، بعض مقالے خواہ چھوٹے ہوں یا بڑے ان کا نفع یہی ہے کہ ان ساری تفصیلات کا اضافہ ہوجاتا ہے۔

**مولانا صباح الدین ملک:**

مجھے صرف ایک نقطہ کی طرف توجہ دلانی ہے، وہ یہ کہ یہ مباحث جو روزے، اقامت اور مسافت کے متعلق ہیں، یہ تین مسائل ہیں، تو فقہاء نے ایک اصطلاح وضع کی ہے وطن اصلی کی

اور دوسری وطن اقامت کی، ظاہر ہے کہ اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے ہی وہ اصطلاح وضع کی تھی، حقیقتاً جو حکم ہے وہ یہ ہے کہ انسان کی دو حالتیں ہیں: ایک حالت سفر دوسری حالت اقامت، جیسا کہ ابھی وضاحت کی گئی کہ اصل ہے انسان کی حالت اقامت، اور اس پہلو سے دیکھیں تو اتمام اصل ہے، تو اگر حالت سفر متعین ہوجائے تو قصر کا حکم آجائے گا تو اس کو طے کرنے کے لیے کہ حالت سفر کیا ہو؟ وطن اصلی اور وطن اقامت وغیرہ کی اصطلاح وضع کی گئی۔

مجھے ایسا لگتا ہے کہ بعض حالات میں وطن اصلی اور وطن اقامت سے دامن چھڑا کر ہی حالت سفر کو متعین کیا جاسکتا ہے، یعنی آدمی وطن اصلی میں ہے اور اس پر حالت سفر نہ طاری ہو تو اس پر اتمام ہوگا اور بظاہر وہ وطن اقامت ہو اس کی تعریف کی رو سے، لیکن اس پر حالت اقامت ہو حالت سفر نہ ہو، اس پر قصر کی سہولت آجائے گی، تو اس لیے کہ وطن اصلی اور وطن اقامت کے اتنے جزئیات کو ثابت کرنے کے لیے، اتنا اختلاف ہے، جبکہ اس میں کوئی نص نہ ہو، یہ باتیں فقہا کی بتائی ہوئی ہیں، لیکن ہر مسئلہ کی اپنی اپنی حالت اقامت ہے اور حالت سفر ہے اگر ہم حالت سفر کی تعیین پر وطن اصلی اور وطن اقامت کی اصطلاح سے نکل کر قادر ہوجائیں تو مسئلہ بن سکتا ہے۔

**مفتی ظہیر احمد کانپوری:**

میں دو مسائل کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں، ویسے تو ہمارے کچھ دوستوں نے اس پر روشنی ڈالی ہے، مگر میں سمجھتا ہوں کہ وہ واضح نہیں ہوئے ہیں، ایک ہے مبدأ سفر اور دوسرے اس پر سفر شرعی کا حکم، یہ جو دو باتیں الگ الگ بیان کی جارہی ہیں اور جس پر ہم لوگ زور دے رہے ہیں، اس میں بات یہ ہے کہ ایک سفر شرعی ہے اور ایک سفر عرفی ہے، ہماری جو گفتگو چل رہی ہے وہ سفر شرعی کی گفتگو ہے، اگر ہم سفر شرعی پر گفتگو کریں تو پہلے سفر شرعی کی تعریف اور اس کے بعد اس کے حکم پر گفتگو کریں اور ان دونوں میں کوئی تکلف نہیں ہے، ایسا ہوسکتا ہے کہ ایک سفر عرفی ہو اور سفر شرعی نہ ہو، جیسا کہ عام طور سے لوگوں کو دھوکہ ہو رہا ہے اور اس کے لیے بہت سی مثالیں پیش کی گئی ہیں سوال نامہ میں بھی کہ ہمارے عرف کے اندر جب ہم گھر سے نکلتے ہیں تو عرف میں یہ

کہتے بھی ہیں کہ مسافر ہوگیا، اور یہ کہا جاتا ہے کہ میں فلاں جگہ جارہا ہوں اور وہ جاتا ہے تو یہ دراصل عرفی طور پر مسافر ہو رہا ہے، شرعی طور پر مسافر نہیں ہو رہا ہے، اسی طرح دوسری جگہ آپ دیکھیں کہ سفر شرعی اور سفر عرفی میں اس طرح امتیاز ہوسکتا ہے کہ اس میں نیت کا بھی دخل ہے اور اڑتالیس میل گذر جانے کا بھی اس میں حصہ ہے، اگر اس میں نیت نہ ہو اور وہ اڑتالیس میل کا سفر کرے تو یہ سفر عرفی ہے، شرعی نہیں ہے۔

مولانا خالد سیف اللہ صاحب نے ''المشقۃ تجلب التیسیر'' کے تحت گفتگو کی ہے کہ اس میں آسانی پیدا ہونی چاہیے کہ کوئی شخص شہر میں اگر سو کلومیٹر سے زیادہ تجاوز کرجاتا ہے تو اس میں بھی مشقت کی بنیاد پر ہم کو تھوڑی رعایت دینی چاہیے، جو کہ سفر کا مقصد ہے، اس میں یہ کہنا چاہوں گا کہ دراصل اس قاعدے میں یہ حکمت ہے، علت کے درجہ میں یہ چیز نہیں ہے اور دوسری بات یہ کہ مشقت خود ایک اضافی شئی ہے، یہ مشقت کب ہوگی اور کب نہیں ہوگی اور کس کے لیے ہوگی اور کس کے لیے نہیں ہوگی، ایک بوڑھا شخص ہے اس کی مشقت اڑتالیس میل سے کم کے اندر ہوسکتی ہے، ایک جوان ہے اس کے لیے اڑتالیس میل سے زیادہ میں بھی مشقت لاحق نہیں ہوگی، اس کے علاوہ ہمارے زمانے میں جو سفر ہے اس میں بالکل مشقت لاحق نہیں ہوگی، جیسا کہ ہمارے بعض ساتھیوں نے اس کو دہرایا بھی ہے، میرا خیال ہے کہ شریعت کا جو منشاء ہے اس کو ایک حکمت کا درجہ تو دیا جاسکتا ہے، لیکن اس کو علت کا درجہ دے کر اس پر حکم لگانا مناسب نہیں ہے۔

**مولانا عبید اللہ اسعدی:**

یہاں پر سفر شرعی ہی مقصود ہے اور اسی پر گفتگو کی بنیاد رکھی گئی ہے۔

**مولانا خالد سیف اللہ رحمانی:**

اصل میں ہمارے یہاں اکیڈمی میں یہ اللہ کا شکر ہے کہ اس کی روایت رہی ہے کہ مختلف سوالات ابھارے جاتے ہیں اور تمام لوگ اپنے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہیں، اس

طرح ہم ایک دوسرے کی رائے سے استفادہ کرتے ہیں، عام طور پر یہاں سوال وجواب کا انداز نہیں ہوتا ہے اور اس لیے میں یہ وضاحت نہیں کرنا چاہ رہا تھا، لیکن چونکہ بار بار یہ بات سامنے آئی تو میں نے سوچا کہ ایک دو باتیں عرض کروں، فقہاء نے کہیں عبارت استعمال کی ہے مبدأ سفر کی اور کہیں استعمال کی ہے مبدأ حکم السفر یا مبدأ القصر کی، کہیں یہ کہ سفر کا آغاز یہاں سے ہوگا اور کہیں یہ ہے کہ حکم سفر کا ہوگا، ایک آدمی جب دو باتیں کہتا ہے تو ایک کلام کی حیثیت دوسرے کلام کے لیے تفسیر اور بیان کی ہی ہو جاتی ہے، تو زیادہ تر فقہا نے یہ لکھا ہے کہ قصر کا حکم اس وقت سے جاری ہوگا اور بعض فقہاء نے نفس سفر کا لفظ بھی استعمال کیا ہے اور ہو سکتا ہے کہ جہاں نفس سفر کا لفظ کہا گیا ہے اس سے بھی حکم سفر مراد ہو۔

دوسرے ہمارے مولانا ظہیر صاحب نے بڑی اہم بات کی طرف توجہ دلائی سفر شرعی اور سفر عرفی، اصل میں ہر سفر سے احکام شریعت متعلق ہیں، آپ نے سفر کے باب میں دیکھا ہوگا کہ جو مسافت متعینہ ہیں ان پر بھی احکام سفر متعلق ہیں جیسے 'صلوٰۃ علی الراحلۃ' کا حکم اور بعض دوسرے احکام ہیں اور مسافت شرعی کے سفر سے افطار صوم کا حکم یا صلوٰۃ سفر میں قصر کا حکم متعلق ہے، تو یہ سفر شرعی ہی ہے، البتہ یہ کہ ایک خاص حد میں یہ احکام جاری ہوتے ہیں، اس سے پہلے وہ جاری نہیں ہوتے ہیں اور یہ بات بالکل صحیح ہے کہ حکمتوں پر احکام کی بنیاد ہمارے یہاں نہیں ہوگی علتوں پر ہوگی، حنابلہ کے یہاں احکام کی اساس حکمتوں پر ہوتی ہے اور حنفیہ کے یہاں ان کی بنیاد علتوں پر ہوتی ہے، کیونکہ حکمتوں میں انضباط نہیں ہوتا، جیسے مشقت کے بارے میں آپ نے بتایا اور علتوں میں انضباط ہوتا ہے، لیکن بہر حال احکام متعین کرنے میں مقاصد بھی پیش نظر ہوتے ہیں، یہ جو ہمارے حنفیہ کے یہاں استحسان ہے یہ کیا ہے؟ جب حکمت اور علت کے درمیان فاصلہ بڑھ جائے تو استثنائی طور پر علت پر حکم مرتب کرنے کے بجائے حکمت پر، ضرورت پر، دفع ضرر وحرج پر آپ حکم کی بنیاد رکھتے ہیں، استحسان بالضرورۃ، اصل میں اس کی بنیاد یہی ہے کہ کہیں علت اور حکمت کے درمیان فاصلہ بڑھ جائے تو بعض دفعہ حکمت پر احکام کی بنیاد رکھی جاتی ہے، تو مسئلہ

یہ نہیں ہے کہ مختلف لوگوں کے درمیان مشقتیں پیدا ہوتی ہیں الگ الگ حالات میں، مسئلہ یہ ہے کہ ایک متعین مسافت پر شریعت نے سہولت دی ہے، گویا وہ شریعت کے یہاں مشقت معتبرہ ہے، تو اگر اس میں مسافت سفر متحقق ہوگیا تو گویا یہ ایسی مشقت ہے جس میں تفاوت تو ہوسکتا ہے، لیکن یہ شارع کے نزدیک مشقت معتبرہ ہے، اس لیے اس کا اعتبار کیا جانا چاہیے، چاہے اس کے شہر سے یہ مسافت پوری ہو یا انتہاء بلد سے یہ مسافت پوری ہو، یہ ہمارے کہنے کا منشا ہے، یہ نہیں کہ نفس مشقت پر سفر کی سہولتوں کی بنیاد رکھی جائے اور اس پر احکام کا ترتب ہو، میں نے مناسب سمجھا اس کی وضاحت کردی جائے۔

**مولانا محمد فاروق:**

مجھے بس ایک بات کہنی ہے، سفر میں جو علتیں ہیں اور جو رخصتیں ہیں اس سلسلہ میں اصولیین کا ایک ضابطہ ہے، انہوں نے جہاں علت کی قسمیں بیان کی ہیں تو ساتھ میں اس کی بھی وضاحت فرمائی ہے، ساتویں قسم بیان فرمائی ہے: ''سبا وحکما'' اور اس کی مثال پیش کی ہے، رخصت کی، ان کی گفتگو سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نفس سفر سے حکم ثابت ہوتا ہے اور حکم کے ثبوت کے لیے تمام علماء کا اتفاق ہے کہ ''خروج عن البلد'' صاف ثابت ہوگیا کہ سفر کا آغاز بھی وہیں سے ہوگا، کیونکہ قاعدہ ہے: **''لأنها تثبت بنفس السفر متصلة به''** اس سے صاف معلوم ہوا کہ جب حکم ثابت ہوتا ہے نفس سفر سے اور حکم کے ثبوت پر سبھوں کا اتفاق ہے کہ وہ خروج بلد سے ہے تو نفس سفر کا آغاز بھی وہیں سے ہو۔

**قاضی عبدالجلیل قاسمی:**

مبدأ سفر اور مسافت سفر کے متعلق جو ابھی گفتگو ہورہی ہے، ہمیں چاہیے کہ ہم سب سے پہلے اس کا منشا سمجھیں، اصل میں جب آدمی اڑتالیس میل یا اس سے زیادہ کا سفر کرتا ہے تو ہی وہ مسافر ہوتا ہے، اڑتالیس میل کا سفر شمار کہاں سے ہوگا، میرے خیال سے اس کی تعیین کے لیے مبدأ سفر کا لفظ استعمال کیا جارہا ہے کہ کہاں سے مبدأ سفر شمار کیا جائے اور قصر کا مسئلہ یہ ہے کہ کہاں

جانے کے بعد وہ نماز میں قصر کرے گا، اس لیے مبدأ سفر بالکل الگ ہے اور حکم سفر بالکل الگ ہے، اس پر ہم لوگوں کو غور کرنا چاہیے۔

**مفتی تنظیم عالم قاسمی:**

ابھی کچھ دیر قبل مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب نے یہ بات کہی تھی کہ فقہاء کرام کا یہ متفق علیہ مسئلہ ہے کہ خروج عن المصر کے بعد ہی اس پر سفر کے احکام لاگو ہوں گے اور قصر شہر سے نکلنے کے بعد کیا جائے گا، اس لیے یہ بحث قابل غور بھی نہیں ہے اور قابل بحث بھی نہیں ہے، لیکن بات دراصل یہ ہے کہ اگر حالات بدل گئے تو کیا حالات کی تبدیلی سے مسائل بدلتے ہیں یا نہیں؟ نہیں فقہاء کرام نے اس پر بحث کی ہے کہ جب حالات بدل جائیں تو مسائل واحکام بھی بدلتے ہیں، پہلے زمانے میں جو شہر ہوا کرتا تھا وہاں فنائے شہر میں ایک ہی مقبرہ ہوا کرتا تھا، کھیل کے میدان اور گھوڑ دوڑ وغیرہ کے میدان ایک ہی ہوا کرتے تھے، اسی کو فناء مصر سے تعبیر کیا گیا ہے، لیکن آج اگر دیکھا جائے تو ہر محلّہ کے اختتام پر کھیل کا میدان ہے اور وہ وہاں مقبرہ ہے اور ساتھ ہی وسیع شہر ہو چکا ہے، ظاہر سی بات ہے کہ اگر ایک آدمی سو کلو میٹر کا سفر کر رہا ہے اور اس پر سفر کے احکام لاگو نہ ہوں تو گویا ایک شخص کے مسافر ہونے کے باوجود بھی سفر کی سہولت اس کے پاس نہیں ہے، سفر کے ذریعہ سے یعنی حالات کے بدلنے سے احکام بدلتے ہیں، خود اس فقہ اکیڈمی کے سمینار میں ''طلاق سکران'' کے موضوع پر بحث ہو چکی ہے کہ ''طلاق سکران'' کے بارے میں ایک دو کے علاوہ تمام فقہاء کرام کا اتفاق تھا کہ حالت سکر میں طلاق واقع ہو جاتی ہے، لیکن جب حالت بدلے تو اس کے بانی خود حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام صاحبؒ نے اس پر بحث کرنے کی ضرورت محسوس کی اور پھر سمینار بلایا گیا اور اس میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ بعض احکام میں حالات کی تبدیلی کی وجہ سے طلاق واقع نہیں ہوگی، ظاہر سی بات ہے کہ اس میں تمام حضرات کا اتفاق تھا اور اس کے بعد بھی جب ضرورت محسوس کی گئی بعض حالات میں طلاق واقع نہیں مانی گئی، تو اسی طرح آج بھی جب حالات کی تبدیلی کی وجہ سے اب شہر جب کہ زیادہ پھیل گیا اور

کافی وسیع ہوگیا تو اس وقت بھی یہ مسئلہ قابل غور ہے کہ اس کے لیے کیا وہ شرط جو فقہاء کرام نے ضروری قرار دی ہے خروج عن المصر کی، کیا وہی شرط اب بھی باقی رکھی جائے گی یا اس پر نظر ثانی کی جائے، جب بات ہوگئی کہ اپنے محلّہ اور محلّہ کا جو معتبر اور متعینہ حدود ہوتی ہیں وہاں سے نکلنے کے بعد آدمی مسافر ہوگا اور اس کے احکام جب جاری ہوں گے تو یہ مسئلہ خود بخود حل ہو جائے گا کہ جب اس کے احکام وہاں پر نافذ ہوں گے تو اس کا آغاز بھی اور اس کا اعتبار بھی محلّہ کے باہر سے ہوگا، لہذا اس مسئلہ کو اتنی آسانی سے چھوڑ دینا بہتر نہیں ہے، بلکہ قابل غور مسئلہ ہے کہ حالات کے تغیر سے احکام بھی بدلتے ہیں۔

## مولانا جہانگیر حیدر قاسمی:

مجھے ایک دو بات عرض کرنی تھی، ان میں سے ایک بات تو حضرت **مولانا** زبیر صاحب نے کہہ دی ہے کہ فناء مصر کسی زمانے میں مصر سے باہر ہوا کرتا تھا اور اب فناء مصر، مصر کے اندر داخل ہوگیا ہے، تو معلوم ہوا کہ فناء کا اعتبار اصلاً ضروری نہیں ہے، تو یہ بحث بھی نہیں آسکتی کہ فناء، مصر کے باہر ہے یا مصر کے اندر ہے، اعتبار آبادی کے تسلسل کا ہے، تو سفر میں بھی آبادی سے خروج کا اعتبار رہوگا، اور آبادی کے تسلسل کا بھی اعتبار رہوگا، جیسا کہ فقہاء نے لکھا ہے کہ دو آبادیاں اگر ایک ساتھ متصل ہو جائیں تو پھر مجموعی طور پر دونوں آبادیوں سے خروج کا ہونا ضروری ہوگا، دوسری بات جو مجھے کہنی تھی وہ یہ کہ مبدأ سفر اور حکم سفر کے سلسلہ میں جو عبارتیں ہیں ان ساری عبارتوں کے اندر:

**"لا يصير مسافرا، صار مسافرا"** ہے۔

ابتدائے سفر سے ان تمام صورتوں میں یہ ممکن ہے کہ احکام سفر کا اجراء مراد ہو، پھر دوسری عبارت یہ پیش کی گئی تھی کہ ابتداء **"النية بالفعل"** اس کے بارے میں مجھے یہ کہنا ہے کہ اس عبارت سے فقہاء یہ نہیں کہنا چاہتے ہیں کہ فعل اور نیت دونوں کا ہونا ضروری ہے اور دونوں ایک ساتھ ہوں تو حکم اور مبدأ دونوں کا تحقق ایک ساتھ ہوگا، وہاں اس عبارت کے ذریعہ صرف یہ

بات بتانا مقصود ہے کہ محض نیت سفر کے تحقق کے لیے کافی نہیں ہے اور محض فعل بھی سفر کے تحقق کے لئے کافی نہیں ہے، بلکہ دونوں کا ایک ساتھ پایا جانا ضروری ہے، تو اس عبارت کا مقصد صرف اتنا ہے کہ سفر شرعی کے تحقق کے لئے فعل کے ساتھ ساتھ نیت کا ہونا بھی ضروری ہے، محض ایک شخص سفر کی نیت کر لیتا ہے اور گھر میں بیٹھا رہتا ہے تو وہ مسافر نہیں ہو جاتا اور ایک شخص باہر بہت دور چلا جاتا ہے اور سفر کی کوئی نیت نہیں ہے تو مسافر نہیں ہوتا، اس بات کو اس عبارت کے اندر بیان کیا گیا ہے، اس عبارت سے میرے خیال میں یہ معلوم نہیں ہوتا ہے اور نہ کسی درجہ میں ظاہر ہوتا ہے کہ مبدأ اور حکم دونوں ایک ساتھ ثابت ہوتے ہیں۔

**مولانا عبید اللہ اسعدی:**

بات تو مبدأ سفر میں یہی ہے کہ جو بڑی آبادیاں ہیں، ان کے محلے الگ الگ آبادیاں شمار ہوں گے، یا مجموعہ ایک شمار ہوگا، یہ ذہن میں رہے، دو شہر الگ الگ ایک دوسرے سے مل بھی جائیں تو کوئی فرق نہیں پڑتا ہے، اس لئے کہ دو شہر ہیں حکم میں اور نظام میں، مگر ایک آبادی پھیلی ہوئی ہے جو محلوں پر منقسم ہوتی ہے، ہر محلّہ مستقل آبادی ہے یا مجموعہ ایک آبادی؟ اس پر بحث ہے۔

**مفتی محمد شاکر پونہ:**

گذارش یہ ہے کہ کسی نئے فیصلے کی صورت میں چھوٹے بڑے شہر کی تحدید بھی ضروری ہے، اس لئے کہ چھوٹے شہر کے محلے چھوٹے، اور بڑے شہروں کے بڑے ہوتے ہیں، ورنہ چھوٹے شہر والے بھی اپنے محلّہ سے نکل کر قصر کریں گے، اس کے علاوہ محلّہ کی حدیں وقتاً فوقتاً بدلتی رہتی ہیں ایک ایک محلّہ کے کئی کئی محلے بن جاتے ہیں اور بنا دئے جاتے ہیں، اس صورت میں کیا کیا جائے گا، پھر ایک محلّہ باقی لوگوں کا طے کردہ ہوتا ہے اور ایک حکومت کا طے کردہ ہوتا ہے، آخر کون معتبر ہوگا؟

سردست یہ مشکل ہے، لہذا حسب سابق بعض مفتیان کرام کے مطابق میونسپلٹی کی حد کو مبدأ اور منتہیٰ قرار دیا جائے، یا دیگر فقہاء کے مطابق آبادی کو۔

مفتی نعمت اللہ قاسمی کھگویا:

میں یہ چاہتا ہوں کہ بدائع کی عبارت ایک بار پھر آپ حضرات کے سامنے آجائے تو تازہ ہوجائے، علامہ کاسانی فرماتے ہیں:

"فالذی یصیربه المقیم مسافراً بنیة مبدأ السفر وخروجه من عمران المصر، فلابدمن اعتبار ثلاثة أشیاء: أحدها مدة السفر، والثانی بنیة مدة السفر، والثالث من خروج عن عمران المصر، فلایصیر مسافراً بمجرد نیة السفر، مالم یخرج من عمران المصر، وأصله ماروی عن علیؓ أنه کماخرج من البصرة إلی الکوفة صلی الظهر أربعا، ثم نظر إلی خص أمامه فقال: لو جارزنا هذا الخص لصلینا رکعتین"۔

اس کے بعد یہ بات جو بہت دیر سے چل رہی ہے کے بڑے شہروں کے اندر بھی اگر مسافت سفر ہوجائے تو مشقت اور پریشانی ہے، اس لیے سہولت ملنی چاہئے اس تعلق سے میں نے اپنے مقالہ میں لکھا تھا...(آواز صاف نہیں ہے)۔

مفتی محمد فہیم اختر ندوی:

مجھے یہ عرض کرنا ہے کہ ابھی جو گفتگو سنی گئی اس سے ایسا محسوس ہوا کہ ایک مسئلہ مبدأ مسافت سفر کے آغاز کا ہے، اور دوسرا مسئلہ احکام پر عمل کے آغاز کا، ان دونوں میں فرق کیا جارہا ہے اور کچھ حضرات نے یہ رائے دی ہے کہ بڑے شہروں میں محلّہ کی آبادی سے نکل جانے کے بعد مسافت سفر کا آغاز کیا جائے لیکن حکم سفر پر عمل کا آغاز اسی وقت ہو جب شہر کی آبادی سے باہر نکل جائے، مجھے اس میں یہ اشکال محسوس ہوتا ہے کہ اگر اس میں یہ طے کرتے ہیں کہ مسافت سفر کا آغاز تو محلّہ سے نکلنے پر ہوگا، لیکن حکم سفر پر عمل کا آغاز اس وقت ہوگا جب پوری آبادی شہر سے باہر نکل جائے، جیسا کہ فقہاء کا اتفاق نقل کیا گیا ہے، اور حوالہ اس کا دیا جارہا ہے تو اس پر دو باتیں عرض کرنی ہیں، ایک تو یہ کہ فقہاء کا اتفاق منصوص مسئلہ نہیں ہے اور تابعین کے حوالے

سے کچھ ایسی رائیں بھی نقل کی گئی ہیں کہ انہوں نے حکم سفر پر عمل کا آغاز بھی اپنے گھر سے یا محلے سے کیا ہے، لیکن اس میں جو اشکال پیدا ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ مثال کے طور پر ایک شخص محلے سے نکلتا ہے اور وہاں سے مسافت سفر کا آغاز کرتا ہے، اس فتوی کو اگر ہم مان لیتے ہیں اور وہاں سے وہ اتنی دور جاتا ہے یا یوں کہا جائے کہ اس کے محلے کی آبادی سے شہر اتنی دور تک پھیلا ہوا ہے کہ 48 میل کی مسافت ہو جاتی ہے، تو ہم ایک طرف یہاں رہے ہیں کہ اپنے محلّہ کی آبادی سے نکلنے کے ساتھ مسافت سفر کا آغاز کرسکتا ہے، دوسری طرف ہم یہ بھی کہہ رہے ہیں کہ 48 میل تک کی مسافت سفر وہ کرلے اور اس کے بعد بھی حکم سفر پر عمل نہیں کرسکتا ہے تھوڑا تضاد پیدا ہو جارہا ہے، یہ بات میں اس لیے بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ سوال نامے کے ساتھ مفتی نظام الدینؒ کا جو فتوی نقل کیا گیا ہے، اس میں بھی مفتی صاحب نے یہ بات کہی ہے، میں صرف دوسطر پڑھتا ہوں، مفتی صاحب کی رائے سے ہم واقف ہیں اور ان کا رجحان اسی طرف ہے کہ محلے کی آبادی سے مسافت سفر کا آغاز کیا جائے، تو آپ لکھتے ہیں کہ ''اگر اس آبادی سے اس کا فنا یا ربضہ متصل نہ ہو تو اس کی آبادی سے باہر نکلتے ہی مسافر شار ہو کر اس پر قصر فی الصلوۃ کا حکم متوجہ ہو جائے گا'' دیکھئے، اس میں مسافت سفر کا آغاز بھی محلے کے اختتام سے ہو رہا ہے اور حکم سفر کا آغاز بھی محلے کے اختتام سے ہوگا۔

مفتی عزیز الرحمٰن، ممبئی:

''لا يصير به المقيم مسافراً'' میں بنیادی فرق یہ ہے کہ مسافر اسی وقت بنے گا جب عمران بلد سے نکل جائے گا، اب اس میں کئی رائیں ہیں کہ (سو100) کیلومیٹر پھیلا ہوا شہر ہو، میرے خیال میں ممبئی بھی ابھی (سو100) کیلومیٹر تک نہیں پھیلا ہے، ایک دن میں وسط ممبئی سے بھیونڈی جو ایک حد ہے، وہاں تک جا کے آیا تو ٹکسی والے نے بتایا کہ 40 کیلومیٹر آنے جانے کا ہوا، پہلے بھی بڑے شہر ہوتے تھے وہ ایک منزلہ دو منزلہ ہوتے تھے، اب جو بڑے شہر ہوتے ہیں وہ کثیر المنزلہ عمارتیں ہوتی ہیں، لیکن اس بنیاد پر ہم ان احکام میں تبدیلی کریں؟ اور یہ

بھی سمجھنا غلط ہے کہ صرف فقہاء نے عمران بلد سے تجاوز کو مانا ہے، یہ حضرت علیؓ کا اثر بھی ہے اور بعض روایات میں بھی موجود ہے، تو اس میں ہم تبدیلی کس حد تک کر سکتے ہیں، یا کیا اس فرق کو ہم ملحوظ رکھ سکتے ہیں کہ مسافت سفر کہیں اور سے ہو اور احکام سفر کہیں اور سے لاگو کریں، اس پر بھی غور کرنے کی ضرورت ہے۔

**مولانا عتیق احمد بستوی:**

میں چند باتیں عرض کرنا چاہتا ہوں، ایک تو یہ ہے کہ یہ مسئلہ مسافر ہونے نہ ہونے کا ہے، خاص طور سے قصر و اتمام کے پہلو سے اس کی اہمیت ہمارے یہاں زیادہ ہے، یہاں مسئلہ نماز کا ہے نماز امور تعبدی میں سے ایک امر ہے، احکام مالیہ اور امور قیاسیہ میں سے نہیں ہے، اسلئے اس میں کوئی رائے قائم کرنے سے پہلے ہمیں اس کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ نصوص و آثار کیا ہیں، اس کی روشنی میں کیا گنجائش ہو سکتی ہے اور کیا نہیں ہو سکتی ہے؟

ظاہر بات ہے کہ سفر کسے کہتے ہیں اور کتنی دور جانے کی نیت سے نکلنے پر سفر کے احکام جاری ہوں گے، ان مسائل میں فقہاء کا اختلاف تو ہے، دور صحابہ سے لے کر تابعین تک، لیکن یہ قصر کا مسئلہ مسافر کے لئے ہے، مسافر کسے کہیں گے اس کی تحدید تو نہیں ہوئی، بہت سے ملکوں کا مسئلہ عرف پر ہے، لیکن جہاں تک میں سمجھتا ہوں، اگر یہ دہلی میں یہاں سے وہاں گیا ہے، اس محلے سے فلاں محلے میں، چاہے کچھ لمبا فاصلہ طے کر رہا ہو، اس کو اس میں مسافر نہیں کہا جاتا تو نصوص میں قصر کا مدار اس کی گنجائش سفر پر رکھی گئی ہے اور ایک ہی شہر کے اندر اگر آدمی کا تنقل یہاں سے وہاں ہوتا ہے، اس کو میں سمجھتا ہوں کہ کم سے کم ہمارے شہروں میں ہماری آبادیوں میں اسے سفر کہا نہیں جاتا ہے، لہذا میری خود اپنی رائے یہی ہے کہ شہر کتنا بڑا ہو سو میل ہو جائے، ستر میل وہی آبادیاں ہیں، پھر اگر آدمی شہر کے باہر نہیں جا رہا ہے شہر کے اندر ہی ان کے تحفظات ہیں، تو اس پر مسافر کے احکام جاری کرنا بہت مشکل ہے اور اس میں خاص طور سے جو ہمارے سلف کی تشریحات ہیں، آثار ہیں، صحابہ اور تابعین کے، ان آثار کو دیکھتے ہوئے یہ بنیادی شرط

ہے کہ جب آپ آبادی کی حدود سے آگے بڑھیں گے جس آبادی میں آپ رہتے ہیں جس شہر میں آپ رہتے ہیں، اس سے نکلنے کی نیت کریں تو سفر کے احکام جاری ہوں گے اور قصر کی گنجائش ہوگی، اس سے پہلے میری اپنی خودرائے یہی ہے کہ سفر کے احکام جاری نہیں ہونے چاہئیں۔

دوسرا مسئلہ کوئی اتنا اہم نہیں ہے، میں سمجھتا ہوں کہ کہ مولانا تنظیم عالم صاحب نے جو بات کہی ہے کہ تبدل احوال سے تبدل احکام ہوا کرتے ہیں ٹھیک ہے ہمارے فقہاء نے صراحت کی ہے، لیکن وہاں ہم کو دیکھنا پڑے گا، واقعی تنزل احوال کس قدر رہوا اور کونسا بڑا مسئلہ پیدا ہوگیا ہے، اگر شہر کے اندر رہتے ہوئے اس آدمی کو ہم مقیم مانیں، چاہے وہ سومیل تک پھیلا ہوا ہو، اور اس کی بنیاد پر اس کو اتمام کرنا پڑے، قصر کی گنجائش نہ ہوتو کونسی ایسی مشقت کی بات ہے کہ اس مشقت کو گویا ختم کرنے کے لئے ہم ان آثار کونظر انداز کریں اور جو ایک مسئلہ جس میں تقریباً اجماع پایا جاتا ہے، اس میں آبادی سے نکلنے کے بعد ہی سفر کے احکام جاری ہوں گے، اس کا ہم خیال نہ کریں، تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس مسئلہ میں کہ اگر شہر کتنا ہی بڑا ہو شہر کے اندر ہی ہم ہیں اس پر قصر کی گنجائش دینا اور مسافر کے خصوصی احکام جاری کرنا، یہ میری خود اپنی رائے نہیں ہے۔

طلاق سکران کا مسئلہ اس سے بہت مختلف تھا، جس کا مولانا نے ذکر کیا ہے، طلاق سکران کا مسئلہ خود ائمہ اربعہ میں مختلف فیہ ہے، خود ہمارے فقہائے حنفیہ میں بعض کبار حنفیہ نے اس سے اختلاف کیا ہے، اس اختلاف کے باوجود جو صورت حال اس وقت ہندوستان میں چل رہی ہے، اور جو پریشانی عورت کولاحق ہوئی ہے، جس کو نشے کی حالت میں طلاق دی گئی، اس سلسلہ میں ہمارے فقہاء نے تو اس بنیاد پر اس کو نافذ کیا ہے کہ یہ شوہر کے واسطے سزا ہے، اس طلاق کو نافذ کیا جائے کہ اس نے حرام چیز کا استعمال کیوں کیا، لیکن یہاں جب ہم اس طلاق کو نافذ قرار دیتے ہیں تو سزا عورت کے لئے ہو جاتی ہے، اس بنیاد کو دیکھتے ہوئے اس پر غور کیا گیا اور جو کچھ بھی اس سلسلہ میں فیصلے ہوئے، وہ آپ کے سامنے ہے، اس لئے جہاں تک شہر کے اندر قصر

واتمام کی بات ہے خود میری اپنی رائے یہی ہے کہ مسافر نہیں ماننا چاہئے، ہاں شہر سے نکلنے کی جہاں تک بات ہے، تو اگر آپ شہر سے باہر جارہے ہیں، یہ مسئلہ کہ اس محلّہ سے نکلنے کے بعد سفر شروع کی جائے، گھر سے نکلنے کے بعد سفر شروع کی جائے یا شہر کی آبادی سے نکلنے کے بعد شروع کی جائے، اس میں ہمارا خیال یہی ہے کہ ائمہ اربعہ کے جو فقہاء ہیں، مذاہب اربعہ کے فقہاء ہیں، ان کی تشریحات کو دیکھنا چاہئے، وہ کیا کہتے ہیں اور انہوں نے کیا نصوص بیان کئے ہیں، اس سلسلے میں ہمارے مقالہ نگاروں نے محنت کی ہے، اور مذاہب اربعہ کی تشریحات جمع کی ہیں۔

ایک بات جو محسوس ہوتی ہے وہ یہی ہے کہ آبادی سے نکلنے کے بعد ہی گویا مسافت سفر کا آغاز بھی ہو اور اس کے بعد احکام کا ترتب بھی ہو، اگرچہ ہمارے بعض علماء نے اس کا اظہار کیا ہے، مولانا عبید اللہ صاحب، مولانا نظام الدین صاحب ان حضرات کی رائے اسی طرح کی ہے، لیکن ہمارے فقہاء کی جو عمومی تشریحات ہیں ان سے پہلے سلف کی، اس سے یہی بات میں محسوس کرتا ہوں کہ آبادی سے نکلنے کے بعد ہی مسافت سفر کا آغاز ہو، لیکن ایک بات قابل غور ہے کہ جو ہمارے بڑے شہر ہیں، بسا اوقات آپ بولتے ہیں اور ممبئی سے کبھی مراد ایک خاص علاقہ ہوتا ہے، جو قدیم ممبئی ہے اور وہاں کی خاص آبادیاں ہیں اور کبھی یہ ہوتا ہے کہ جو اطراف کی آبادیاں دور تک پھیل گئی ہیں، جن کی الگ حیثیت ہے، گویا قانونی طور پر بھی اور بہت سے احکام ہیں ان کو بھی شامل کردیا جاتا ہے، آپ سنتے ہوں گے کہ ممبئی میں جو لوگ شہر کے بہت دور دراز علاقوں میں رہتے ہیں ان سے پوچھا جائے کہ بھائی فلاں صاحب کہاں ہیں تو وہ جواب دیں گے کہ شہر گئے ہوئے ہیں، یعنی شہر کے اطراف کی آبادیاں تو بہت دور دراز کی ہیں، بسا اوقات مونسپلٹی کے قواعد کے اعتبار سے اس کو ایک الگ حیثیت دی جاتی ہے، کیا اس کو ہم الگ مانیں اور جو مرکزی شہر ہے اور جس کو قانونی عرف کے لحاظ سے شہر مانا گیا ہے، اس کو ایک حد فاصل قرار دیں؟، یہ نقطہ ہمارے غور کرنے کا ہے، اس پر ہم غور کریں اور جو چیز بھی ہم طے کریں وہ انشاء اللہ خیر ہوگا، بہرحال جو مباحث آپ کے سامنے آئے، اور بڑے اچھے مباحث سامنے آئے میں سمجھتا

ہوں جو کمیٹی بنے گی وہ انشاء اللہ اس پر غور کرے گی اور ان مباحث کو بھی سامنے رکھے گی اور اس کے ساتھ فقہاء کی تشریحات و آثار کو سامنے رکھ کر ایسی معتدل تجویز مرتب کرے گی جس میں ہم لوگوں کا اتفاق رائے ہو سکے اور ایک متفق مسئلہ سامنے آسکے۔

**مولانا خالد سیف اللہ رحمانی:**

میں ایک بات عرض کرنا چاہ رہا تھا کہ اس میں تین آراء آئی ہیں، ایک رائے تو یہ ہے کہ مسافت سفر منتہائے بلد سے شمار کی جائے گی اور قصر کی سہولت میں بھی یہیں سے ہوگی، دوسری رائے یہ ہے کہ مسافت سفر جائے قیام سے شمار کی جائے گی اور قصر کا حکم شہر سے نکلنے کے بعد شروع ہوگا، جیسا کہ مفتی کفایت اللہ صاحب، مفتی عتیق الرحمٰن وغیرہ کا فتویٰ ہے، تیسری رائے یہ ہے کہ شہر سے باہر اگر وہ اتنی دوری کے سفر کا ارادہ کرے، جو مسافت سفر کو پورا کرتا ہے، تو جہاں سے وہ نکلا ہے وہیں سے قصر کی اجازت ہوگی، گرچہ وہ ابھی شہر سے باہر نہیں نکلا ہو، یہ رائے ہے کچھ حضرات کی، لیکن جتنی بھی فقہ کی کتابیں ہیں، صرف احناف کی نہیں بلکہ اکثر مذاہب کی، بلکہ مجھے کوئی بھی ایسی کتاب نہیں ملی، تمام مذاہب کے اندر یہ لکھا ہے کہ ''خروج عن البلد'' کے بعد وہ قصر کرے گا، یہاں تک کہ حنابلہ میں علامہ ابن قدامہ وغیرہ نے محلّہ کو مبدأ سفر مانا ہے، اس طرح فقہاء شوافع نے بحث کی ہے، امام نوویؒ نے روضۃ الطالبین میں اور علامہ ابن حجر مکی ہیثمی نے تحفۃ المحتاج میں لکھا ہے کہ اگر کوئی بڑی وادی میں رہتا ہو تو وادی کی چوڑائی میں اس کو پار کرتا ہو اور وہ بہت زیادہ چوڑی وادی ہو تو اس کے گھر سے مسافت سفر شروع کی جائے گی، لیکن قصر کرے گا وادی سے نکلنے کے بعد، اور اگر چھوٹی وادی ہو تو پوری وادی اس کا وطن سمجھی جائے گی، یعنی میں یہ عرض کرنا چاہتا تھا کہ ابھی جاتے ہوئے شہر ہی میں ہیں اور یہاں سے قصر شروع کر دیں، ایسا کوئی قول سلف کے یہاں ملتا نہیں ہے، تو جن حضرات کی یہ رائے ہے اگر وہ رجوع کرنا مناسب سمجھیں تو رجوع کرلیں اگر ایسا ہوتا، یہ زیادہ مناسب ہوتا۔

مفتی محمد فہیم اختر ندوی:

ہماری کمیٹی میں جو بحث ہوئی اور جن حضرات کی رائے یہاں ذکر کی گئی ہے وہ اس بات کے قائل تھے کہ شہر کے اندر ہی مسافت سفر اپنے محلّہ سے نکل کر پوری ہوجاتی ہے تو شہر کے اندر منزل ہونے کے باوجود وہ قصر کا مستحق ہوگا۔ ان لوگوں نے یہ بات بھی عرض کی، بلکہ مفتی نظام الدین صاحب نے اپنے فتوی میں فرمایا ہے جو اکیڈمی کی جانب سے بھیجا گیا تھا کہ میلہا میل کی مسافت والے شہروں میں اپنے محلّہ سے اگر وہ نکلتا ہے تو حکم سفر بھی متوجہ ہوجائے گا اور مسافت سفر کی ابتداء بھی ہوجائے گی، تو کہنے کا مطلب یہ ہے کہ جن حضرات کی یہ رائے ہے کہ شہر کے اندر بھی اگر منزل ہو تب بھی وہ قصر کا استحقاق رکھے گا، اور آپ نے جو دلیل ابھی پوچھی تھی تو اس سلسلہ میں مجموعہ کے حوالہ سے ایک عبارت ہے جو پڑھ دیتا ہوں:

**ولایقصر قبل مفارقتها وإن فارق منزله وبهذا قال مالک و أبو حنيفة و أحمد وجماهير من العلماء وحكى ابن المنذر حارث بن ربيعة أنه أراد سفراً فصلى به ركعتين في منزله، وفيهم الاسود بن يزيد وغير واحلمن أصحاب ابن مسعود، قال مارويناه عن عطا وسلمان بن موسیٰ.**

تو میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ یہ قول ہے۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی:

کہنے کا مطلب یہ ہے کہ جو متداول آراء ہیں ان سے بات باہر جارہی ہے، جن حضرات کو اس سے اختلاف ہے ان سے یہ عرض ہے کہ اگر آپ لوگ رجوع فرمالیتے تو یہ صرف دو آراء باقی رہ جاتیں اور یہ لوگوں کے لیے قابل فہم ہوتا، پھر یہ کہ اگر آدمی ایک ہی شہر میں ایک جگہ سے دوسری جگہ جائے تو سفر کی نیت نہیں ہوتی، آپ دیکھتے ہوں گے کہ کوئی صاحب اسی شہر میں گھر سے باہر گئے ہوئے ہوں اور ان کے بارے میں دریافت کریں تو کوئی یہ نہیں کہے گا کہ سفر میں گئے، بلکہ یہ کہا جاتا ہے کہ یہیں شہر میں گئے ہیں، اس کو اگر آپ حضرات قبول فرمالیتے تو اختلاف

تھوڑا سا کم ہو جاتا، بس یہ درخواست تھی۔

**مفتی احمد نادر القاسمی:**

ایک مسئلہ مفطرات صوم کا رہ گیا جس میں بشرطیکہ کا لفظ استعمال ہوا ہے، بار بار بشرطیکہ بشرطیکہ کا کیا مطلب ہے۔

**مفتی عبدالرشید قاسمی:**

یہاں ایک شبہ رہ گیا ہے کہ اوپر والی شق میں بلد سے نکلنے کے بعد، اگر دو بلد آپس میں مل جاتے ہیں تو دونوں سے نکلنا شمار ہوگا یا ایک سے نکلنا، یہ بات اس لیے کہہ رہے ہیں کہ جیسے دہلی ہے، ایک صوبہ ہے، سات اضلاع پر مشتمل ہے، اب اوکھلا کا رہنے والا یا دوسری جگہ کا رہنے والا نکلے گا تو قصر کس وقت سے شروع کرے گا؟

**مولانا خالد سیف اللہ رحمانی:**

یہاں بلد پر حکم ہے اضلاع پر نہیں ہے۔

☆☆☆